الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون
اکمل التاریخ
۱۳۳۱
حصہ اول
یعنی
سوانح فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۳۱ ھ
خاصان خدا کی مبارک زندگی کا روشن آئینہ حضرت ذو النورین رضی اللہ عنہ کی مفصل
مختصر سوانح عمری حضور کی اولاد و اعقاب کا جداگانہ تذکرہ ۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کے اولیا کرام
و شرفا ذو الاحترام کے حالات ۔ مشاہیر علما مشایخ اسلام کے واقعات حیات ۔ کا جامع و مکمل مجموعہ
مرتبہ
مولوی محمد یعقوب صاحب ضیا قادری بدایونی
بصرف ہمت عالیجناب معلی القاب نواب خواجہ سید غلام محمد حفیظ اللہ خان صاحب بہادر
قادری مجیبی جاگیردار بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
باجازت حضرت مولانا حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری
باہتمام مولوی عبد الصمد صاحب مہتمم قادری

فہرست مضامین اکمل التاریخ حصہ اوّل

هو المقتدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

دربار احدیت میں خالق قدوس کے سامنے مستغرق حمد و ثنا رہنے والے نورانی وجود۔ سرکار نبوت میں محبوب سراپا ناز کے عشق و محبت میں فنا ہونے والی ہستیاں ہمیشہ خدائی نعمتوں مصطفائی رحمتوں کا مظہر رہی ہیں۔ ابتدائی آفرینش سے اس وقت تک مخلوق الہی میں بھی برگزیدۂ عالم امتیازی شان اور خصوصی شرف کے ساتھ ممتاز رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ یہی سبب ہے کہ باوجود صدیاں گزرنے صدہا انقلاب رونما ہونے کے اُسی عزت و عظمت کے ساتھ آج بھی اون مخصوص اور منتخب حضرات کی یاد کی جاتی ہے۔ یہ شرف شہرت یہ امتیاز عظمت نہ انکا بالذات خاصہ ہے نہ کوئی ذاتی جوہر۔ بلکہ یہ اس عظمت آفرین صورتگر جوہر و اعراض کی گردش چشم کرم کا ایک کرشمہ ہے جس نے ایک مضغۂ گوشت کو اپنے آغوش رحمت میں پالکر یہ قابلیت اور یہ استعداد پیدا کردی کہ علم الٰہی اور دولت عرفان نا متناہی حاصل کرسکے۔ گویا مقصود تخلیق آدم اور منشا تکوین عالم صرف علم و عرفان الٰہی ہے۔ بس یہی ایک مسلمہ اصول ہے جس پر شہرت و عظمت کا دارو مدار ہے۔

تجسس میں آنکھیں تحقیق کن نگاہیں جب شہرت کے وسیع میدانوں کا طواف کرتی ہوئی نام آور منتخب روزگار افراد کے دامن اختصاص تک پہونچتی ہیں تو اُن کو یا کمال علم۔ باکمال عرفان کی انتہائی منزل میں جلوہ افروز پاتی ہیں۔

خدائی فرمان (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کے مطابق جس طرح خدا کے نزدیک وہی زیادہ مکرم ہے جو زیادہ باتقا ہے اسی طرح خدا کی خدائی میں بھی وہی زیادہ معزز و مفتخر ہے جو علم و تقوے سے زیادہ آراستہ ہے۔ زمانہ اور زمانیات عشوہ گری علم اور حجلہ براندازی تقوے کے ہمیشہ سے ناز بردار اور غاشیہ بردوش رہے ہیں جس طرح علماء اتقیا نے اپنی حیات میں ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنائے رکھا اور ایک جہان سے قدر و منزلت کی سُریلی آوازوں میں اپنے کمالات کی نغمہ سرائیاں کرائیں۔ اسی طرح بعد ممات بھی زمانہ نے اُن کی عزت اپنی عزت اُن کا وقار اپنا وقار سمجھا۔ وقتاً بعد وقتٍ اور قرناً بعد قرنٍ اہل زمانہ نے اُن کی مقدس زندگی کے حالات سُن سُنکر سبق حاصل کئے۔ اُن کے وقائع زندگی کو قلمبند کرکرکے اپنے اخلاف و اعقاب کو سبق حاصل کرنے کا موقع دیا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جس انوکھے انداز اور جس دلچسپ جدت طرازی کے ساتھ وقائع نگاری اور سوانح نویسی نے ترقی حاصل کی ہے وہ ظاہر ہے۔ متقدمین اکابر۔ متاخرین باکمال مشاہیر کی سوانح عمریاں لکھ کر اہل قلم نے اپنے زورِ قلم کے جوہر دکھائے۔ اور اسلام کے اُن چمکتے دمکتے نورانی نفوس کو اُن کے مقدس چہروں سے نقاب اُٹھا اُٹھا کر نظارہ طلب نگاہوں سے روشناس کرایا اس کے ساتھ یہ بھی نظر آتا ہے کہ بعض مؤرخین نے اپنے تخیّل اور اپنے جذبات کے مطابق بعض باخدا اکابر کے اعتقادیات پر بیباکانہ دستبرد سے کام لیا۔ بعض نے زمانہ حال کے معمولی اشخاص کو گذشتہ اقران کے عظیم المناقب حضرات کا ہم پایا ٹھیرایا بعض نے اپنے خیال و گمان کی بنا پر واقعات اور معاملات کا پہلو بدل کر کچھ کا کچھ ظاہر فرمایا ہماری تنقیدی نگاہیں نہ سیرۃ النعمان اور الفاروق اور سوانح مولانا روم مولوی شبلی اور الکلام وغیرہ سوانح عمریوں کی تنقادی کے لئے اس وقت تیار ہیں نہ ہم اُن کے مصنفین پر اس وقت جرح و قدح کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف ایک دل میں کھٹکنے والی بات تھی جو زبانِ قلم سے بیساختہ نکل گئی۔

تیرھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر بہت سے بزرگ علم و عرفان کے

انمول جواہر اپنے دامنوں میں بھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اس طبقہ میں بعض بعض خصوصیات کے لحاظ سے بعض حضرات کو خاص امتیازی شان حاصل ہے جس کے سراہنے کے لئے ہم بھی تیار ہیں۔ لیکن ہم نے جس مجمع البحرین کے حالات کو ناظرین کے پیش نظر کرنے کے لئے قلم اٹھایا ہے ہماری نگاہ انصاف میں بمصداق ع

"آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

مجموعی کمال اور جامعیت کے ساتھ اس درجہ متصف ہے کہ اُن کے معاصرین میں ہمکو کوئی اس شان کا نظر نہیں آتا۔

اعلیٰ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل الرسول قادری عثمانی بدایونی قدس سرہٗ کی ذات مجمع کمالات پر جس پہلو سے نگاہ ڈالتے ہیں ایک امتیازی جلوہ ایک خصوصی سج دھج ایک نمایاں شان نظر آتی ہے۔ خاندانی وجاہت دیکھئے قطع نظر اسلافِ اہل عرب کے ہندوستان کی اقامت کے بعد سات صدیوں سے آج تک کوئی دور کوئی عہد۔ کوئی زمانہ ایسا نہ ملے گا جس میں علم و فضل کی برکت اعزاز و وقار کی دولت سے آپ کا خاندان تہی دامن رہا ہو۔ علمی فیضان سے ایک جہان آپ کے خاندان کا منّت کش احسان نظر آئے گا۔ جوہر ذاتی پر غور کیجئے ظاہری علوم میں علم کا کوئی شعبہ ایسا نہ نکلے گا جس میں آپ کو معراج کمال حاصل نہ ہو۔ منقولات میں آپ کی وسعت نظر کا اندازہ آپ کے تصانیف فقہ و رسائل مناظرہ اہل بدعت وہابیہ وغیرہ سے کیجئے تو ایک دریائے ناپیدا کنار نظر آئے۔ تصانیف معقول کو دیکھئے اور بلند خیالی پر کمند نظر ڈالکر محو حیرت ہو جایئے۔ کمال طب پر قیاس ووڑایئے اکابر وطن سے حالات پوچھئے اور مستغرق استعجاب ہو جایئے۔ علم نبات اور علم جماد کی ماہیت پر آپ کا ماہرانہ تشخیص امراض کا اندازہ دیکھئے اور معالجات (جو صرف نبات و جمادی پر ہوتے تھے) کو سنکر دنگ ہو جایئے۔

غرض علوم و فنون میں آپ کے کمالات کی تشریح و توضیح کیونکر ہو سکتی ہے

اسی طرح علوم باطن میں آپ کے کمالات اور مراتب قرب و اتصال باطن بین نگاہیں بخوبی جانتی ہیں۔ اوراد و وظائف۔ اذکار و اشکار۔ اعمال و اشغال۔ مجاہدات و ریاضات وغیرہ پر غور کیجئے اور متقدمین اولیاء اللہ کے شبانہ روز سے ملاتے جائیے۔ ہند سے چلئے شام عراق۔ حجاز و عرب تک پہونچئے ہر جگہ آپ کے مستفیضین اور متوسلین کو تلاش کر لیجئے۔ غرض زندگی کا کوئی جزء لے لیجئے اخلاق و اوصاف خصائل و شمائل۔ تدبر و اصابت رائے۔ ہمت و استقلال۔ حلم و حیا۔ جود و سخا۔ بذل و عطا ہر ایک میں ہمہ صفت موصوف پائیے ان اوصاف پر نظر ڈالتے ہوئے ایک ایسی مقدس ذات کے وقائع زندگی تحریر کرنا ہرگز آسان امر نہیں ہے۔ لیکن رہ رہکر ابھرنے والے جذبات و بے دیکر سرکشی کرنے والے ولولے بات بات پر مچلنے والی تمنائیں ایک طرف چلیں چٹکیاں لے لیکر مضطربانہ شوق دلاتی تھیں کہ ایسے عظیم الشان بزرگ کے عظیم الشان حالات ارادہ کرکر پھر نہ لکھنا اخلاقی گناہ ہے۔ دوسری جانب موجودہ سوانح عمریاں عقیدتمندانہ غیرت دلاتی تھیں کہ زمانہ نے کس کس کو کیا سے کیا کر دکھایا اور یہاں ابتک خاموشی ہے۔

آخر خدا کا نام لیکر ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ میں کہ عرس قادری کے برکات و انوار دل پر تجلیات کی نچھاور کر رہے تھے میں نے سوانح عمری لکھنا شروع کر دی۔ عدیم الفرصتی نے دامن کھینچا فکر معاش نے قلم روکا تاہم تھوڑا وقت فرصت نکالا اور چار پانچ ماہ میں ایک حصہ مرتب ہو گیا۔ شروع سے طبیعت کو تاریخ جوئی سے دلبستگی رہی ہے اسی ذوق طبیعت کے باعث سوانح فضل رسول تاریخی نام تجویز کیا (۱۳۳۱ھ)۔ اس کے بعد متواتر پریشانیوں حیرانیوں نے طبیعت کو بالکل سرد کر دیا اور دماغ نے جواب صاف دیدیا تحریر سے جی اوچاٹ ہو گیا اور لکھنا بند رہا مگر اسی اثناء میں بعض تحریرات اہل وطن نے میرے جذبات کو پھر گرمایا۔ آتش شوق بھڑک اٹھی اور میں نے پھر سلسلۂ انساب لکھنا شروع کیا۔ شجرہ کی ہر شاخ شان تقدس سے سرسبز معلوم ہوئی خیال آیا کہ ہر گل بوٹے کی رنگ بو عالم آشکار ہو جائے تو مشام جان عالم اور بھی مہک جائیگا۔

چنانچہ مختصر تذکرہ صاحب سوانح کے اسلاف کا بھی لکھدیا۔ پرانے مسودات قدیم فرامین، سندات شاہی نے علاوہ کتب سیر و تواریخ کے اس کام میں بہت کچھ ہاتھ بٹایا۔ اس سال میں کتاب کا نام ثانی فیض العارفین ہاتھ آیا۔

غرض جب سوانح عمری مکمل ہوگئی تو ہجوم آرزو نے سراٹھایا تصور نے محنت ٹھکانے لگانے کی تجاویز پر غور کرنا شروع کیا تمناؤں نے اودھم مچائی کہ محنت کا ثمرہ ملنا چاہیے۔ کوئی صورت سوانح عمری کے چھپنے کی نکالی جائے۔ لیکن میں کیا اور میری بساط کیا کہ اس بار گراں کا متحمل ہوسکتا۔

یہ صرف صاحب سوانح کا تصرف روحانی سمجھئے کہ ایک دن میرے برادر مکرم مولوی عبدالصمد صاحب سرور قادری نے تذکرۃً مجھسے کہا کہ حیدرآباد میں صاحب سوانح کے متوسلین میں بہت باہمت رؤسا ایسے موجود ہیں کہ وہ نہایت خوشی سے سوانح کو چھپوا سکتے ہیں اُن میں عالیجناب نواب خواجہ محمد حفیظ اللہ خانصاحب قادری بہت ہیں کا بھی ذکر خیر بھی کیا اوسی روز ایک عریضہ میں نے آپ کی خدمت میں لکھکر روانہ کیا اگرچہ راقم الحروف کو نہ نواب صاحب سے کبھی شرف نیاز مندی حاصل تھا نہ اس وقت تک لذت دیدار کی نگاہیں ذوق آشنا ہیں۔ لیکن صرف توجہ روحی حضرت صاحب سوانح نے نواب صاحب کو میری طرف متوجہ کردیا۔ اور آپ نے نہایت اولوالعزمانہ ہمت کے ساتھ میری عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا اور تمام مصارف طبع اپنے ذمہ لیکر میری ہمت افزائی فرمائی یہانتک کہ یکمشت قبل از وقت دوسو روپیہ بلا طلب میرے روانہ فرمادئے۔ قطع نظر عالی ہمتی کے نواب صاحب کی اس عنایت و شفقت کی جو محض ایک غیر متعارف شخص کے ساتھ آپ نے فرمائی تعریف نہیں ہوسکتی۔ نہ مجھے وہ الفاظ ملتے ہیں جن میں آپ کا شکریہ ادا کر ملں نہ میں کبھی اس بار کرم سے سبکدوش ہوسکتا ہوں۔ میں نے اظہار تشکر کے ساتھ نواب صاحب کے اجمالی حالات سوانح میں لکھنے کا قصد کیا اور متواتر نواب صاحب کو تکلیف دی لیکن کامیابی نہ حاصل نہ ہوئی۔ اللہ رے کسر نفسی اور مقام فنا کی محویت

کہ آخر میں نواب صاحب نے یہ عقیدت آمیز الفاظ تحریر کئے جو میرے قلب پر ہمیشہ نقش کالحجر رہیں گے فرماتے ہیں۔

"غلام نے اپنے سلسلۂ خاندان کو ترک کر دیا اب اس غلام کے روحی والدین میرے پیر و مرشد قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی نعلین پاک ہیں اس کے سوا اور کچھ یاد نہیں"

نواب صاحب قبلہ کی شان انکساری اور حُسن عقیدت کا اظہار اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس تحریر سے قبل آپ کے کچھ سماعی حالات تذکرہ خلفا میں تحریر کر چکے تھے۔ جو قطعی ناکافی ہیں۔ جب اس طرح سوانح عمری چھپنے کا پورا سامان ہو گیا اور اصل مسودہ کو صاف کرنے کا ارادہ کیا تو بعض احباب مصر ہوئے اور فرمایش کی کہ دیگر اولیا علما و مشائخ اور مشاہیر کے حالات بھی جن کا نام کتاب میں تذکرۃً آگیا ہے مختصراً درج کئے جائیں احباب کے اس ارشاد و اصرار نے سوانح عمری کو ایک تاریخی ملبوس پہنا دیا اور ایک حد تک ناظرین وطن کو دیگر تواریخ کی محنت کشی سے بے نیاز کر دیا۔ ان حالات میں ایک خاص بات یہ ملحوظ رکھی گئی ہے کہ اولیاء کرام بدایوں کی تواریخ وصال جو اب تک اہل قلم و اہل نظر کی نگاہوں سے پردہ خفا میں تھیں نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر درج کی گئی ہیں۔ اس ترتیب و تکمیل کے بعد سال طبع کو پیش نظر رکھکر سوانح عمری کا عرفی تاریخی نام اکمل التاریخ ۱۳۳۴ھ رکھا گیا۔

آخر میں نہایت مودبانہ گزارش ہے کہ ناظرین کا یہ خادم بے ریا ضیا نہ مورّخ ہے نہ محقق نہ ناظم ہے نہ نثار نہ اتنی لیاقت ہے نہ استعداد جو کچھ لکھا ہے اپنے جذبات کا خلاصہ اور اپنے عقیدتمندانہ تخیل کا اختصار ہے۔ زمانہ تحریر جس عالم حیرانی اور ہنگامہ پریشانی میں گزرا ہے اس کا آئینہ خود یہ بیہودہ تحریر ہے۔ وطن آوارگی کے عالم میں بزرگان وطن کے حالات لکھنا اور پھر امداد اہل وطن سے وقف انتظار رہکر مایوس ہو جانا ایک حد تک مجھے جرأت دلاتا ہے کہ میں ناظرین خصوصاً احباب شہر سے عرض کروں کہ جہاں کوئی سہو یا غلطی پیش نظر ہو اس کو نظر انداز فرما کر

مجھے قابل معافی تصوّر فرمائیں اور حق مشورت دوستانہ سے گریز نہ کریں کہ خاکسار بعد تصحیح و تحقیق طبع ثانی میں اُن کا ممنون ہوگا اور اُس اپنی بہتر اعانت سمجھیگا شعر

شاور سواک اذا نابتک نائبۃ ۔۔۔ یوما وان کنت من اھل المشورۃ

فالعین تنظر منھا ما دنا ونأی ۔۔۔ ولا تری نفسھا الا بمرآۃ

الراقم
بیکس بے ریا محمد یعقوب ضیا قادری غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ کا سلسلۂ نسب ننہال کی جانب سے
حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک پہونچتا ہے والدہ ماجدہ آپکی
دختر بلند اختر جناب حبیب اللہ صاحب کی اور ہمشیرہ مولانا نجیب اللہ صاحب
عباسی قدس سرہٗ کی تھیں نہایت بابرکت عابدہ زاہدہ اپنے وقت کی رابعہ عصر تھیں
مولانا حبیب اللہ صاحب عباسی علم وفضل کی دولت سے مالامال تقدس اور
بزرگی کی نعمت سے نہال ظاہری ثروت وجاہ سے ممتاز تھے شہر کے امیر کبیر اور
اپنے خاندان کے سردار تھے عباسی محلہ کی مسجد آپ کی تعمیر کرائی ہوئی ہے
جو باقیات الصالحات سے آپ کی یادگار رہے گی ۱۲۳۱ھ میں آپ کا انتقال
ہوا حضرت سیدنا شاہ ولایت بدرالدین مدے تاب رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں
دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

ازیں دار فنا با صدق ایماں　　سوئے دار البقا چوں کرد رحلت
خرد تاریخ از روئے یقیں گفت　　حبیب اللہ مقامے یافت جنت

سلسلہ نسب آبائی آپ کا اکتیس ۳۱ واسطے درمیان ۱۲ دیگر حضرت سیدنا
امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک اس طرح پہونچتا ہے
کہ حضرت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قدس سرہٗ ابن حضرت مولانا شاہ
عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ ابن حضرت مولانا عبدالحمید قدس سرہٗ ابن مولانا شاہ
محمد سعید ابن مولانا محمد شریف ابن مولانا محمد شفیع ابن مولانا شیخ مصطفےٰ ابن مولانا عبدالغفور
ابن مولانا شیخ عزیز اللہ ابن مولانا مفتی کریم الدین ابن قاضی القضاۃ مولانا حمیدالدین

المعروف بہ شیخ محمد۔ ابن مولانا شیخ معروف ابن مولانا شیخ مودود ابن مولانا عبد الحق ابن مولانا شیخ محمد راجی ابن مولانا قاضی القضاۃ سعد الدین ابن مولانا قاضی القضاۃ شمس الحق و الدین الملقب بہ قاضی رکن الدین ابن قاضی القضاۃ محمد الشیخ و انیال قطری منزل ہند ابن مولانا حاجی شہید ابن مولانا ابراہیم ابن مولانا محمد اسحاق ابن مولانا عبد الکریم ابن مولانا محمد شریف ابن مولانا نور اللہ ابن مولانا عبد الحق ابن مولانا محمد فردوس ابن مولانا انیس محمد ابن مولانا محمد رافع ابن مولانا عبد الکریم ابن مولانا عبد الرحیم ابن مولانا عبد الرحمٰن ابن مولانا و سیدنا ابو سعید حضرت آبان ابن سیدنا و مولانا امیر المومنین امام المسلمین کامل الحیاء و الایمان جامع القرآن حضرت ذو النورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہم و رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سلسلۂ نسب کے بعض نام آور اور مقدس حضرات کا حال اختصار کے ساتھ حضور پر نور سیدنا ذو النورین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے شروع کر کے آخر تک لکھتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین کامل الحیاء و الایمان جامع القرآن سیدنا ذو النورین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ

آپ کی کنیت ابو عمر، ابو لیلیٰ اور ابو عبد اللہ، لقب ذو النورین ہے آپ کا سلسلہ نسب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں پشت میں جا کر ملتا ہے۔ اس طرح کہ عثمان رضی اللہ عنہ ابن عفان ابن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد المناف۔ آپ کی والدہ ماجدہ کریزی بنت بیضاء ام حکیم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ام حکیم حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں بعض ارباب سیر کا قول ہے کہ حضرت عبد اللہ اور بیضاء توام پیدا ہوئے حضرت ذو النورین رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل سے چھ سال بعد ہوئی آپ سابقین اولین اصحاب میں ہیں آپ کے فضائل بے شمار آپ کے مناقب بے حساب ہیں۔

آپ نوشاہ کون و مکان حضور رحمۃ للعالمین روحی لہ الفداء کے تیسرے جانشین اور عروس الاسلام کی خلوت ناز کے ثالث تاجدار ہیں جس وقت مسلمانوں کی برات کے دولہا حضرت فاروق اعظم نے شہادت کا سرخ جوڑا پہن کر محبوب حقیقی کے آغوش وصال میں

استراحت فرمانے کا ساز وسامان درست فرمایا۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت سعد ابن ابی وقاص حضرت زبیر بن العوام حضرت طلحہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اسلامی شخصیت کے ارکان ستہ میں سے کسی ایک کو مسند خلافت کی زیب و زینت کے لئے انتخاب کئے جانیکا حکم دیا۔ حضرت ذوالنورین کے حلم حیا۔ جود وسخا۔ ورع تقوی نے آخر کثرت رائے سے اس سیادت وسعادت کا سہرا آپ کے ماتھے پر سجایا۔ ادھر فاروق اعظم نے ۲۷ ذوالحجہ چہارشنبہ ۲۳ھ کو انجمن تقرب الٰہی میں جلوہ گری کی۔ ادھر حضرت ذوالنورین کے نورانی وجود نے سر کے اٹھائیسویں جشن نوروز کو فروغ بخشا۔ زمانہ خلافت میں دس سال تک علم اسلام کا پرچم نورانی فتح ونصرت کے روشن اقبال پر چمک چمک کر وقف جلوہ ریزی رہا۔ البتہ آخر کے دو سال عبد اللہ ابن سبا کی منافقانہ کارروائیوں فتنہ پردازیوں سے غیر اطمینانی حالت میں گزرے۔ یہ شخص صنعا یمن کے اہل یہود کا متعصب عالم تھا۔ بظاہر مسلمان ہوگیا تھا لیکن در اصل مسند خلافت کا بالخصوص حضرت ذوالنورین کا دوستنما دشمن تھا۔ اس نے اپنی چرب زبانی سے یمن۔ حجاز۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ مصر وغیرہ مقامات میں بغاوت کی تخم ریزی شروع کی اور اکثر قبائل کو دربار خلافت سے منحرف کردیا۔

انجام کار مخالفین کا زور اس درجہ ترقی کر گیا کہ قبائل بنو زہرہ۔ بنو مخزوم۔ ہذیل۔ بنو تمیم نے دنیائے اسلام کے باعظمت تاجدار کے دولت سرا کا محاصرہ کرلیا۔ اور چالیس دن یا اس سے زیادہ عرصہ تک اس محاصرہ کو قایم رکھکر طرح طرح کے آزار ومصائب حضرت ذوالنورینؓ کو پہونچائے۔ آب ودانہ کی بندش کی گئی نماز کے لئے مسجد نبوی تک آنیکی ممانعت کردی گئی۔ آپ ان مصائب کو اسی شان تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے جو دربار ازل سے آپ کی ذات میں ودیعت رکھی گئی تھی۔ آپ حرم سرا کے اندر تلاوت کلام الٰہی میں مصروف دن بھر روزہ رکھتے شام کو پانی سے افطار فرماتے شیریں پانی کی بجائے کھاری پانی وہ بھی بدقت آپ کو دستیاب ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولا کرم اللہ وجہہ نے یہ سنکر کہ اس صاحب آبرو کے مکان میں آب نایاب ہے اپنے خدام سے پانی پہونچا دیا۔ اسی طرح شہزادگان کونین حضرات حسنینؓ کو محافظت کیلئے

محصور فرمایا۔ مخالفین کا صرف یہ مطالبہ تھا کہ آپ خلافت سے دست کش ہو جائیں۔ لیکن
آپ اپنے مدنی تاجدار محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حدیث کو ہر وقت ملحوظ
خاطر رکھتے جس کو حاکم ترمذی نے روایت کیا ہے یعنی محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت
صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالے عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا اے عثمانؓ
اللہ تعالے تمہیں ایک قمیص پہنائے گا مگر لوگ اُس کو اوتارنا چاہیں گے سو تم اُس کو
ہر گز نہ اوتارنا۔ یہ قمیص عطیۂ الٰہی وہی خلعتِ خلافت تھا جس کو لوگ اوتارنا چاہتے
تھے۔ آپ جواب میں یہی فرماتے تھے کہ میرے رب نے جو عزت مجھے دی ہے
اس کو میں خود کیونکر کھو سکتا ہوں۔ آپ کی شان حلم کی انوکھی ادائیں نرالے انداز
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی چوکھی رنگت میں رنگ کر آشکارا ہوتے تھے آپ کے
آزاد کردہ ہزاروں غلام اپنی مچلتی تمناؤں کو صرف آپ کی جنبش لب کا منتظر بنائے ہوئے
تھے اور اس اودھم کو رفع کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہزاروں
ارمانوں کے ساتھ تیار بیٹھے لیکن کریم آقا کو یہ کب گوارا تھا کہ اس کی خاطر کسی ایک
مسلمان کا ایک قطرہ خون بھی ضائع ہو۔ ایک مرتبہ تو آپ کے زرخرید غلاموں نے
جو ہنوز آزاد نہ ہوئے تھے ہتھیار اٹھائے اور باغیوں سے دست بدست لڑنے کے لئے
عہد کر لیا۔ مگر اس تواضع و حلم کے صدقے کہ سرکار کرم کی جناب سے فوراً حکم امتناعی
جاری ہو گیا اس پر طرہ یہ کہ غلاموں سے ارشاد ہوا کہ جو اپنے قصد سے باز آ کر اپنے ہتھیار
رکھدے گا اس کو خلعت آزادی سے سرفرازی فرمائی جائے گی۔ غرض اسی طرح
ادھر سے حلم و کرم کا اظہار اودھر سے ظلم و ستم کی بوچھار اس حد تک پہونچی کہ باغی
پشت دیوار سے حرم محترم کے اندر گھس آئے۔ اُس وقت یہ حلم و حیا کی زندہ صورت
جود و سخا کی چلتی پھرتی تصویر اپنی شرمگین نگاہوں کو نیچا کئے قرآن معظم کی تلاوت میں
مستغرق تھی پہلے دن روزہ کے افطار کو پانی بھی نہ ملنے کے باعث روزہ پر روزہ
رکھا گیا تھا۔ اسی حالت استغراق میں کنانہ بن بشر تجیبی نے آپ تیغ سے پیمانہ شہادت
لبریز کر کے پیش کیا اور اس طرح شبستان نبوت کے روشن چراغ حضرت ذو النورینؓ کی

شمع حیات کو ہمیشہ کیلئے گل کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اٹھارویں ذالحجہ ۳۵ھ کا اگر چہ جمعہ کا مبارک دن تھا جس میں خدا والے مسلمان عید مناتے خوشیاں رچاتے ہیں لیکن یہ جمعہ مسلمانوں کے لئے عید قربان کا دن بنگیا جس میں ان کے امیر المومنین کی طیب طاہر جان کی قربانی کیجاتی ہے یہ خونریز نظارہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

مصحف کریم کو ملاحظہ فرما رہے تھے سامنے موجود ہے خون کے قطرہ آیہ شریفہ فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پر گرے ہیں یہ کلام مجید حرم نبوی میں عرصہ دراز تک بطور آثار زیارتگاہ خلایق رہا اب بھی سُنا جاتا ہے کہ آثار شریفہ میں داخل ہے۔

نعش مبارک اس شورش خیز آبادھاپی میں تین دن تک رکھی رہی آخر جنت البقیع میں تیسرے دن آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ محبوب حقیقی کے اس حبیب مطلق کو راقم الحروف حبیب احمد لکھکر تاریخ شہادت اخذ کرتا ہے صاحب مخبر الواصلین نے یہ تاریخ وصال ۳۵ھ تحریر فرمائی ہے قطعہ تاریخ

آنکہ او صاحب حیا بودہ حامی دین مصطفےٰ بودہ

عمر آں خسرو عدالت داد ہم نود گفتہ اند و ہم ہشتاد

دہ دو سال بر خلافت ماند خلق راہ در رہ شریعت خواند

سوئے فردوس چونکہ عزم نمود جمعہ ہیژدہم زذی حجہ بود

چونکہ او دال خیر و احسان بود

در سن دال رحلتش فرمود

فتوحات عہد مبارک ۔ آپ گیارہ سال گیارہ ماہ اٹھارہ دن مسند خلافت پر جلوہ آرا رہے حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد کہیں کہیں بغاوت کے آثار نمودار ہو چلے تھے ۔ آپ نے دوبارہ اُن بلاد کو قلعہ اطاعت اسلام میں داخل فرمایا۔ ہمدان مغیرہ بن شعبہ نے دوبارہ مفتوح کیا بغاوت کو ابو موسیٰ اشعری اور براء بن عازب کے ذریعہ سے فرو کیا گیا۔ اسکندریہ کی مخالفت کا جوش عمرو بن العاص کی گرمی ہمت نے ٹھنڈا کیا آذربیجان اور اس کے گرد و نواح کے مقامات ولید بن عقبہ نے

نے فتح کئے۔ بادار مینیہ پر سلمان بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ کی زیر سیادت فوج کشی کی گئی بے شمار ذخائر مال غنیمت کے بیت المال میں داخل ہوئے۔ شہر کازرون کو عثمان بن ابی العاص نے بصلح و امان فتح کر کے ہرم بن حیان کے ذریعہ سے دربند سفید کو باسانی تمام زیر کیا۔ یہ وہ فتوحات ہیں جہاں اسلام کے علم تصرف اقبال کا پھریرا پیشتر رہی لہرا چکا تھا فتوحات ذیل خالص طور پر آپ کے ہی زمانہ کے فتوحات ہیں۔ افریقہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے ہاتھوں فتح ہوا جس کے صلہ میں وہ مصر کا عامل بنایا گیا۔ افریقہ کی حکومت جرجیر کو قیصر روم کی جانب سے سپرد تھی طرابلس سے حدود طنجہ تک اس کا دائرہ حکومت تھا مسلمانوں نے چالیس لڑائیوں میں شجاعت اسلامی کے جوہر دکھائے اور فتوحات حاصل کیں فتح افریقہ کے بعد اندلس کو فتح کیا گیا۔ جزیرہ قبرس۔ جزیرہ رودس حضرت معاویہ نے پچاس لڑائیوں کے بعد فتح کئے۔ فارس و خراسان کی سلطنت درہم و برہم کی گئی کابل۔ زابلستان۔ طالقان۔ ہرات۔ فاریاب طبرستان کے ظلمت کدوں میں آفتاب اسلام کی شعاعیں جلوہ ریز ہوئیں قسطنطین اعظم کے کبر و غرور کا نشہ فتح افریقہ کے بعد حضرت معاویہؓ اور عبداللہ بن سعد کی فوجوں نے اتارا۔ یہ لڑائی بھی ایک عظیم الشان لڑائی تھی قیصر روم (قسطنطین) نے تمام بحری و بری فوجیں جمع کیں اور پوری قوت کے ساتھ جنگ شروع کی مگر اتنی زبردست شکست کھائی کہ پھر مدت العمر لڑائی کا نام نہ لیا۔

خصائص و اوصاف حمیدہ۔ قبل اسلام بھی حضرت ذو النورین اپنی فطرت سلیمہ اور خصلت کریمہ کے قدرتی جوہر کے باعث زمانہ جاہلیت کی رسومات مذمومہ سے محترز رہے۔ شراب سے ہمیشہ طبع اقدس نفور رہی زنا کی جانب کبھی پائے تصور نے بھی لغزش نہ کھائی۔ چوری کا خیال بھی کبھی نگارخانہ دل میں نقش گیر نہ ہوا دست کرم کی بلند ہمتی جود و سخا کے وسیع میدانوں میں اپنی اولوالعزمیاں دکھاتی رہی گروہ اسلام میں آپ کے فیاضانہ احسان ہمیشہ حمائل رہیں گے۔ آپ کی سیر چشمی اور دریا دلی نے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو سیر کر دیا ہے۔ آپ زمانہ خلافت میں

ہر سال حج کو تشریف لیجاتے آپ کا خیمہ مقام منا میں نصب ہوتا لنگر خانہ عام جاری رہتا تھا جبتک تمام حجاج کو کھانا نہ کھلا دیا جاتا آپ خیمہ کے اندر تشریف فرما نہ ہوتے تمام مصارف ذات خاص سے متعلق تھے۔ آپ کی شان غنا شرف اسلام سے پہلے بھی سواد عرب میں شہرت عامہ کا اعزاز حاصل کر چکی تھی جیش عسرہ میں جو آخر غزوہ سرکار رسالت ہے حضور سید العالمین صلعم کی چشم کرم کے اشارہ سے کل لشکر کیلئے سامان فراہم فرمایا غزوہ تبوک میں جب کہ اصحاب کرام سخت تنگی میں مبتلا تھے آپ نے کثیر التعداد سامان رسد اپنے صرفہ سے بہم پہنچایا۔ اہل بیت نبوت کی مالی خدمات سے فائز ہونے کا شرف بھی ہمیشہ آپ کو حاصل رہا حضور سید العالمین صلعم سے خوب خوب دعائیں لیں جنت کی بشارت عفو جرائم کی خوشخبری زندگی میں باعث تخلیق جنت کی زبان سے سن لی۔ چاہ رومہ جو مسجد قبلتین سے جانب شمال ایک یہودی کی ملک تھا اور بقیمت اس کا پانی فروخت ہوتا تھا مدینہ منورہ میں بجز اس کنوئے کے دوسرا کنواں نہ تھا جس کا پانی اہل مدینہ استعمال کرتے غریب عرب سخت تکلیف میں تھے آپ نے پینتیس ۳۵ ہزار کو یہ چاہ یہودی سے خرید کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے وقف کر دیا۔ زمانہ قحط میں ایک ہزار راحلہ گیہوں باوجود اس کے کہ تجار مدینہ پانچ گنا نفع دینے کے لئے تیار تھے آپ نے یہ کہکر کہ مشتری دس گنا نفع پر لینا چاہتا ہے فی سبیل اللہ کل غلہ خیرات کر دیا جب سے مسلمان ہوئے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے رہے اگر اتفاق سے کوئی جمعہ ناغہ ہو جاتا تو دوسرے جمعہ کو دو غلام آزاد فرماتے۔ مسجد نبوی کی توسیع پچیس ہزار روپیہ کی زمین خرید کرکے فرمائی غرض آپ کا کرم عام تھا باوجود اس ثروت و دولت کے آپ کی سادگی اپنی آپ نظیر تھی۔ جہاں مہمانوں کے لئے نفیس نفیس کھانے کھلائے جاتے وہاں خود شہد اور روغن زیتون اور کبھی صرف بھنا گوشت اور سرکہ استعمال فرماتے۔ کپڑا بہت سادہ معمولی کم قیمت کا زیب بدن فرماتے۔ مسجد نبوی میں صرف چادر مبارک سر تلے رکھکر سو جاتے زمانہ خلافت میں بھی اسی طرح دوپہر کو مسجد میں قیلولہ کرتے۔ جب

بیدار ہوتے سنگریزوں کے نشان بدن پر ہوتے۔ ایک غلام سے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ تیری گوشمالی کی تھی تو مجھ سے قصاص لے لے۔

خصوصی فضائل۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر زمانہ نبوت تک یہ شرف خاص صرف آپ ہی کو حاصل تھا کہ خاندان نبوت کی دو شہزادیاں آپ کو منسوب تھیں حضور رحمت اللعالمین صلعم نے اول اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد آپ کے ساتھ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثوم آپ کے عقد میں آئیں۔ انہیں دو نورانی وجودوں کی برکت نے آپ کو ذوالنورین بنایا۔ آپ نے دنیائے اسلام کو ایک قرآن کریم پر متفق کیا اور قرآن شریف کو جمع فرمایا۔ اگرچہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن شریف کا جمع ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ علماء فرماتے ہیں کہ زمانہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں صدہا بلکہ ہزارہا اصحاب کرام کل قرآن عظیم کے حفاظ موجود تھے مگر پورا قرآن عظیم ایک جگہ لکھا ہوا نہ تھا حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع کیا گیا اور وہ حضرت سیدہ حفصہ کے پاس رہا۔ صدیقی اور فاروقی زمانوں میں اسی مصحف پاک کی نقلیں ممالک اسلامیہ میں روانہ کی جاتی تھیں۔ لیکن بہ کثرت واہتمام سے حضرت ذوالنورین نے اپنے زمانہ میں پھر نہایت سعی واہتمام سے قرآن شریف کو نقل کرایا اور حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو قرآن مجید تھا اس سے مقابلہ کر کے تمام بلاد اسلامیہ میں بکثرت بھیجنا شروع کیا اور تمام دنیائے اسلام اس مصحف پر متفق ہوگئی۔ خود بنفس نفیس آپ نے قرآن شریف کی تعلیم بھی دینا شروع کر دی اور قرا تابعین کی ایک جماعت جن کا سلسلہ قرات اس وقت تک جاری ہے آپ سے فیضیاب ہوئے آپ نے مسجد نبوی کو وسعت دی۔ نماز جمعہ میں اذان ثالث کا رواج دیا۔ اس سے پیشتر صرف اس وقت اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر تشریف فرما ہوتا تھا اور دوسری بار تکبیر کہی جاتی تھی۔ آپ نے تیسری اذان اور مقرر کی جو قبل اجتماع ہوتی ہے۔ آپ کی یہ سنت کریمہ اس وقت تک جاری ہے آپ نے

ذو الہجرتین کیں مدینہ منورہ کی ہجرت سے پیشتر آپ نے مع اپنی اہل کے حبشہ کو ہجرت کی اس وجہ سے آپ کو ذو الہجرتین بھی کہتے ہیں آپ اکثر فرماتے کہ مجھ میں دس فضیلتیں ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ یعنی آپ حضرت مولا علی حضرت صدیق اکبر حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے بعد ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے آپ سے ایک روز بعد حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے۔

۲۔ باوجود کثرت دولت و ثروت کبھی آپ نے اظہار تموّل نہیں فرمایا۔

۳۔ کبھی جھوٹ نہ بولا۔

۴۔ جس ہاتھ سے سرکار دو عالم کے دست مقدس پر بیعت کی ہر گز کبھی شرمگاہ پر مس نہیں فرمایا۔

۵۔ مسلمان ہو کر ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنا آخر عمر تک معمول رہا۔

۶۔ عمر بھر کبھی زنا کا ارادہ بھی نہ فرمایا۔

۷۔ اسلام سے پیشتر بھی کبھی شراب کو نہ چھوا۔

۸۔ مسجد نبوی میں توسیع فرمائی۔

۹۔ مسلمانوں کے لئے چاہ رومہ وقف کر دیا۔

۱۰۔ جیش عسرہ کے لئے تمام سامان یہاں تک کہ سواریوں کے لئے لگام اور رسی تک بہم پہونچائی۔

ازواج و اولاد۔ بعض آدمی عدم علم کے باعث یا حضرت ذو النورین کے نورانی خاندان کے روشن چراغوں کو حسد کے سبب یہ کہتے پائے گئے کہ شبستان ذو النورین میں کوئی چراغ موجود ہی نہ تھا یعنی آپ صاحب اولاد نہ تھے لیکن جس کو فن تاریخ و سیر سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ اس کو محض ایک خیال باطل کہتا ہے آپ کی نسل مبارک کا آپ کے بعد باقی رہنا اور ترقی پانا مسلّم و متفق علیہ ہے

جس وقت آپ شہید ہوئے ہیں اس وقت چند لڑکے لڑکیاں اور چار بیویاں حیات تھیں
آپ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں آٹھ بیویاں کیں جن میں سے حضرت رقیہ اور ام کلثوم
گلشن نبوت کی مہکتی دمکتی دو کلیاں تھیں۔ شاخ اول سے ایک گل رعنا کی شمیم آرائی
ہوئی یعنی حضرت عبد اللہ اصغر پیدا ہوئے مگر کم سنی میں ریاض خلد کی گلگشت پسند
فرمائی۔ شاخ ثانی بار آور نہ ہوئی۔ تیسری بیوی کا نام فاختہ بنت غزوان تھا عبد اللہ اکبر
ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ چوتھی بیوی ام عمرو بنت جندب بن عمر بن حممتہ الدوسیہ
تھیں تین صاحبزادے خالد۔ ابان۔ عمرو اور ایک لڑکی مریم ان کے بطن سے وجود کی
مجلس میں رونما ہوئے پانچویں بی بی فاطمہ بنت ولید تھیں۔ ولید۔ ام سعید۔ سعید ان سے
پیدا ہوئے چھٹی بیوی ام البنین بنت علیہ ہیں عبد الملک ان سے پیدا ہوئے۔ مگر
بچپن میں انتقال کر گئے۔ ساتویں بیوی کا نام رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ ہے۔ عائشہ
ام ابان۔ ام عمرو تین لڑکیاں پیدا ہوئیں آٹھویں بیوی نائلہ بنت الفرافصہ ہیں جن کے
بطن سے بعض کا خیال ہے کہ مریم بنت عثمانؓ پیدا ہوئیں بعض مورخین کہتے ہیں کہ
ام خالد۔ اروی۔ ام ابان صغرا ان کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ رملہ۔ نائلہ۔ ام البنین۔
فاختہ وقت محاصرہ موجود تھیں۔ ام البنین کی نسبت بعض مورخین کا قول ہے کہ زمانہ
محاصرہ میں طلاق دیدی گئی تھی۔

حضرت سیدنا ابو سعید ابان ابن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ تابعین کی جماعت کے
نامور مقبول ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سن وصال کے کئی سال بعد پیدا
ہوئے جلیل القدر صحابہ کرام کی مجالس میں شرکت فرما کر علوم نبوت سے استفاضہ
کیا۔ حدیث و فقہ میں آپ کی وسعت نظر اور تبحر علمی نے آپ کو زمانہ سے ممتاز بنا رکھا تھا
جیسا کہ تہذیب الاسماء میں حضرت محی الدین نووی ابن ذکریا شارح مسلم شریف نے
عمرو ابن شعیب کا قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت
ابانؓ سے بڑھکر حدیث و فقہ کا عالم کوئی میں نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح یحیٰی ابن سعید
فرماتے ہیں کہ مدینۃ الرسول میں دس فقہاء کرام معزز و ممتاز گزرے جن میں سے ایک

حضرت ابان ہیں۔ تمام علماء حدیث نے آپ کی ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار اور زید ابن ثابت اور دیگر اجلۂ صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ بڑے بڑے تابعین آپ کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہیں۔

حضرت خلیفہ وقت عمر ابن عبد العزیز جن کی زمانہ سلطنت کو مورخین نے قرن اول یعنی عہد خلافت راشدہ سے تشبیہ دی ہے آپ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اسماء الرجال کی کتابوں میں آپ کا تذکرہ موجود ہے تذہیب الکمال فی اسماء الرجال مصری صفحہ ۱۳ پر امام العلام حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری آپ کے احوال میں رقمطراز ہیں کہ امام بخاری اور مسلم نے آپ سے روایت حدیث نقل فرمائی ہیں آپ کے ایک صاحبزادہ حضرت عبد الرحمن آپ کی یادگار تھے جو علم حدیث میں راس المحدثین مانے گئے ہیں اور احادیث کو اپنے والد بزرگوار (حضرت آبان) سے روایت کرتے ہیں آپ نے تمام عمر اشاعت فقہ و حدیث میں بسر فرمائی اور بہت طویل عمر پائی اور خاص مدینہ منورہ میں ۱۴۲ھ میں وصال فرمایا۔ محدثین گرامی قدر کے اقوال متعددہ سے اس شہرت کی اصل غلط معلوم ہوتی ہے جو عدن میں آپ کے مزار مقدسہ کی نسبت ہے جیسا کہ سفرنامہ حجاز نواب کلب علی خاں بہادر والی رامپور سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبد الرحمن بن آبان بن حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالے عنہ صاحب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال نے آپ کی نسبت صرف اسقدر تحریر کیا ہے کہ آپ زمرہ محدثین میں راس المحدثین مانے گئے ہیں اور اپنے والد حضرت آبان سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ تقریب التہذیب مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ میں جو محدثین کے اوصاف کی گویا ایک مختصر فہرست ہے آپ کے متعلق صرف اس قدر تحریر ہے۔ عبد الرحمن بن آبان بن عثمان بن عفان الاموی المدنی ثقہ فضل عابد من السادسۃ۔ آپ کے بعد

آپ کی اولاد بنی امیہ کی سلطنت میں علمی سیاسی خدمات پر مامور رہی ۔
اس وجہ سے تاریخ میں ان کے حالات فرداً فرداً دریافت کرنے کے لئے
بہت وقت درکار ہے اور فرصت قلیل لہٰذا تفصیل انشاء اللہ المستعان
اور وقت پر کی جائے گی۔

اس لئے راقم درمیانی تمام حضرات کے حالات کو نظر انداز کرکے صرف
ان اکابر کے حالات پر اکتفا کرتا ہے جو ہندوستان میں آکر مقیم ہوئے اور اپنے
زمانے میں تمام آدمیوں کے آسمان پر آفتاب فضل و کمال بن کر چمکے ۔

حضرت مولانا دانیال قطری قاضی القضاۃ علاقہ بدایوں سلاطین اسلام
کی آمد بدایوں اور نواح بدایوں میں پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں شروع ہو گئی
تھی عساکر اسلامیہ کی آمدورفت کے باعث مسلمانوں کی کسی قدر آبادی خاص
خطہ بدایوں میں ہوچکی تھی چنانچہ شروع[۱] پانچویں صدی کے بہت سے شہدائے
جلیل القدر یہاں کی خاک میں محو استراحت پائے جاتے ہیں چھٹی صدی کے
اختتام پر سلطان قطب الدین ایبک نے ۵۹۹ھ قلعہ کالنجر اور کالپی کی فتح کی[۲]

---

[۱] شروع پانچویں صدی کے شہدا میں حضرت میراں ملہم شہید اور حضرت میر ناصر الدین علی شہید ہیں
میں جو محمود غزنوی کے زمانہ میں نواح بدایوں میں تشریف فرما ہوئے ۔

[۲] فتح بدایوں کی سالوں میں مورخین کا اختلاف ہے علامہ مورخ بدایونی مولانا عبد القادر قادری
علیہ رحمۃ نے منتخب میں ۵۹۳ھ ہجری میں بدایوں کا فتح ہونا لکھا ہے اور فتح البدایوں تاریخ فتح نکالی
ہے جس سے ۵۹۳ھ برآمد ہوتے ہیں لیکن علامہ قاسم نے تاریخ فرشتہ میں ۵۹۹ھ ہجری میں بدایوں کا
فتح ہونا تحریر کیا ہے چنانچہ ۵۹۹ھ ہجری کے اکثر شہدائے کرام بدایوں میں ہم آغوش
عروس مزار پائے جاتے ہیں منجملہ دیگر شہدا کے ماموں بھانجہ کے نام سے جو حضرات مشہور
ہیں ان کی تاریخ وصال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تاریخ ۵۹۹ھ ہجری میں قلعہ بدایوں فتح ہوا ہے اور
طلوع آفتاب تاریخ فتح بدایوں نکالی ہے علامہ نور بخشانی صاحب محاربات ہند نے غازی احمد

قلعہ بدایوں کو فتح اور یہاں مستقل اسلامی حکومت قایم کر کے گرد و نواح کے بہت بڑے علاقے کو جو زمانہ مابعد میں علاقہ کٹہیر کے نام سے موسوم ہوا صوبہ بدایوں میں الحاق کیا اور سلطان شمس الدین التمش کو یہاں کی حکومت تفویض کی گئی سلطان شمس الدین جنت مکانی کے پہلو میں قسام ازل کی بارگاہ سے وہ پاک دل ودیعت رکھا گیا تھا جس میں خدا شناسی رچا بسا ہوا تھا۔ کمال آفرینی کے جوہر مثل آئینہ رونما تھے خواجگان چشت اہل بہشت میں سے بقول بعض اہل شہر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں ہاتھ دیکر فیض روحانی سے یہ پاک نفس تاجدار اس درجہ متاثر تھا کہ ہمیشہ انوار اسلام کو پھیلانے کی سعی سینہ سے لگی رہتی تھی۔ بدایوں کی عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اطراف و اکناف سلطنت سے صاحب فن اور باکمال اشخاص کو تلاش کر کر کے بلانا شروع کیا تھوڑے ہی عرصہ میں علم و فضل کی زندہ تصویریں فقر و فنا کی نورانی ہستیاں بدایوں کے ہر گلی کوچہ میں نظر آنے لگیں۔ اور بدایوں کی جبین جبیں پر مدینۃ العلوم اور قبۃ الاسلام کی

وغازی محمد (جو ماموں بھانجہ کے نام سے مشہور ہیں) کی تاریخ شہادت جسکو صاحب طبقات الاولیا نے بجنسہ درج کردیا ہے یہ تحریر فرمائی ہے۔ حضرت احمد محمد غازیان دین پناہ۔ زینت جیش امیر قطب دین غوری کلاہ۔ باب بہر تولی کشادہ از سینہ آن اہل دلاں۔ یافت قلعہ سلمین از مشرکین وقت گیاہ۔ گفت ہاتف قطب دین بارک لک حصن حصین ہست تاریخ طلوع آفتاب امر پادشاہ جستجو سال وصال آن خال وتواہرزادہ بود۔ ہمدان پاک اعتقاد و نور چشم آمد ندا ۵۹۹ھ ۵۹۹ھ ۵۹۹ھ

یہ دونوں حضرات فاتح باب بدایوں جناب مولوی وزیر احمد صاحب رئیس (ٹونک دار السلام) بدایوں کے دیوان خانہ کے اندر ایک چھوٹے سے احاطہ میں تہ خاک آلودہ بتائے جاتے ہیں واللہ اعلم

حالات اولیا و شہدائے بدایوں کے متعلق متعدد تصانیف ہیں بعض بہت مختصر ہیں بعض میں قدرے تفصیل ہے مصنفین کی تحقیقات میں اختلاف ہے اس اختلاف میں اصل حال کی تحقیق کی کوئی راہ نہیں کیونکہ کوئی تاریخ معتمد قدیم مشہور جو قابل یقین ہو نظر نہیں آتی اپنی رائے و روایت کی بنا پر شخص اعتماد کر کے تحریر کرتا

سنہری تصویریں صاف نظر آنے لگیں اسی زمانہ میں قاضی دانیال قطری جو نواح قطر[1] سے ترک سکونت کر کے جیش اسلامی کے ہمراہ ہندوستان وارد ہو کر اوّل لاہور میں مقیم ہوئے تھے اس کے بعد مقام دیوبند میں کچھ دنوں رہکر ایک عالم کو مستفیض کر کر شہرت کامل حاصل کر چکے تھے سلطان کی اشتیاق آفریں طلب کی بدولت ہاتھوں ہاتھ بدایوں بلائے گئے۔ عزّت و تکریم سے خیر مقدم کر کے عظمت و وقار کی مسند پر بٹھایا عہدۂ قضا حکومت کی جانب سے پیش کیا گیا اس وقت سے آپ دائرۂ حکومت شمسی کے قاضی القضاۃ مشہور ہوئے۔

قاضی صاحب ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی کمال کے دلدادہ تھے اور خواجہ عثمان ہارونی کی جوش عقیدت نے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے زمرۂ ارادت میں آپ کو داخل کر دیا تھا آپ کی سال رحلت کا پتہ نہیں چلتا مزار آپ کا حضرت پیر مکہ[2] صاحب علیہ الرحمۃ کی حریم کے مشرقی دروازہ کے سامنے گوشہ جنوب میں بتایا جاتا ہے

[1] قطر نواح [illegible] شمال میں ایک شہر کا نام ہے آج کل موجودہ اٹلسوں میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قطر علاوہ شہر کے ایک صوبہ کا بھی نام ہے۔

[2] حضرت پیر مکہ صاحب بدایونی آپ بدایوں کے متقدمین اولیاء کرام میں ہیں کہا جاتا ہے۔ مجذوبانہ صفات کے ساتھ مستی محبت میں مستغرق رہتے تھے اور ایک بوزہ گر کا مکان آپ کی اقامت گاہ تھا مشہور ہے کہ آپ جمعہ مکہ مکرمہ میں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا حاجی جمال ملتانی قدس سرہٗ بھی بذریعہ طی الارض مکہ معظمہ میں جمعہ کی نماز ادا فرماتے تھے ایک دن اتفاق سے امام حرم کی طبیعت ناساز تھی نماز کے لئے حاضرین نے حضرت پیر مکہ بدایونی کو پکارا حاجی صاحب بدایوں کا نام سنکر چونکے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بدایوں رہتے ہیں۔ اپنی لاعلمی پر تعجب ہوا۔ بعد نماز جب دونوں بزرگ اپنے کمال باطنی کے تصرّف سے بدایوں آ گئے تو حاجی صاحب کو پیر مکہ کے ملنے کا شوق پیدا ہوا بہت تلاش کیا بدقت معلوم ہوا کہ ایک مستانہ صفت فقیر اس نام کا ایک بوزہ گر کے مکان پر موجود رہتا ہے۔ وہیں پہنچے رندانہ مدارات کی گئی پیر مکہ نے اپنے ہاتھ سے جام لبریز کر کے حاجی صاحب کو

آپ کے بعد آپ کی نسل میں علم و فضل نسلاً بعد نسلٍ اب تک چلا آتا ہے ہمارے خیال میں یہ خصوصی شرف آپ ہی کے خاندان کو حاصل ہے کہ سات سو برس سے علم گویا میراث ہو گیا ہے۔ ہندوستان میں کوئی خاندان اہل علم کا ایسا نہیں سنا جو اس قدر زمانہ دراز سے وارث علم و کمال ہونے کا مدعی ہو۔

قاضی القضاۃ مولانا قاضی شمس الحق شمس الدین المعروف بہ قاضی رکن الدین علیہ الرحمۃ

آپ قاضی دانیال قطری کے فرزند ہیں بزمانہ سلطنت معز الدین بہرام شاہ ابن سلطان شمس الدین التمش میں آپ رکن رکین سلطنت تھے اور منصب قضا پر مامور تھے۔ ملک بدر الدین سنقر رومی جس زمانہ میں حاکم بدایوں تھا آپ اس کے دربار کے معتمد و مشیروں میں تھے اس سے پیشتر بھی دہلی میں آپ اسے اور ملک ... کے ... زادہ تھا۔ تاریخ فرشتہ میں ایک مجلس شوری کا جو سلطان معز الدین بہرام شاہ کے خلاف قایم ہوئی تھی تذکرہ لکھا ہے اس میں قاضی صاحب کی موجودگی بھی پائی جاتی ہے صاحب تذکرہ علمائے قاضی صاحب کو علامہ ابوالقاسم تنوخی[1] کے قابل فخر تلامذہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱

پیش کیا۔ یہ متشرع بزرگ پاس ادب سے منع نہ کر سکے جام شراب کو گریبان میں لوٹ لیا۔ واپس پر اپنی کنیز کو کرتہ پاک کرنے کو دیا۔ لونڈی نے وہ دھوون پی لیا۔ فقیر ہند اسے سید کا عطیہ رنگ لایا انکشاف باطن ہو گیا حجابات اٹھ گئے۔ حاجی صاحب یہ زبردست تصرف دیکھکر دل میں نادم ہوئے دوبارہ پھر خدمت پیر کامل صاحب میں پہنچکر معذرت کی۔ فرمایا وقت گذر چکا۔ غرض آپ کے کمالات مشہور ہیں۔ مزار آپ کا آستانہ قادریہ سے گوشہ شرق و جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر ہے تاریخ وصال یہ ہے۔ از طبقات الاولیا قطعہ آن حسن مکی مرید خواجہ ہند الولی ٭ داشتہ شہرت بنام پیر مکہ التمام

چون سوے دار البقا رفت از جہان ہاتف بگفت ٭ نور عرفان ہست سال وصل آن ذو الاحتشام

[1] ابوالقاسم تنوخی۔ علامہ حمید الدین ضریری متوفی ۶۶۶ھ کے ارشد تلامذہ میں ہیں (یہ شمس الایمہ کردری شاگرد صاحب ہدایہ کے مشہور تلامذہ میں تھے) اپنے زمانہ میں امام فقیہہ۔ ادیب۔ محدث۔ مفسر مشہور تھے آپکے شاگردوں میں تلامذہ میں قاضی رکن الدین بدایونی۔ شیخ وجیہ الدین ملک العلما سراج الدین ثقفی شمس الدین خطیب ہانسوی وغیرہ ہیں (حدائق حنفیہ)

تحریر کیا ہے۔ قاضی صاحب نے رسمی علوم کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے فرمائی اور جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ کمال تحقیق کے ساتھ علامہ تنوخی سے اخذ کئے آپ تعلقات سلطنت کی وجہ سے کبھی دہلی اور کبھی بدایوں میں اقامت رکھتے تھے سیاسی امور کے علاوہ سلسلہ درس و تدریس بھی برابر جاری تھا۔ بدایوں میں آپ کی بنا کردہ مسجد شیخ التفات حسین صاحب وکیل کے مکان کے قریب ہے جس میں مزار حضرت پیر فتاح صاحب ہے۔ قاضی جلال الدین کاشانی کی طرف اس مسجد کو منسوب کرنا صحیح نہیں جیساکہ تاریخ ثانی تعمیر مسجد سے ظاہر ہے۔

تاریخ درستی مسجد

بنائے شیخ رکن الدین قاضی   کہ شد ترمیم با نزئیس سجد
پئے تاریخ او گفتم خردرا   عبادت خانۂ اہل حق آمد

قاضی صاحب جمادی الآخر ۶۳۸ھ میں بحکم معز الدین بہرام شاہ تاجدار ہند دہلی میں شہید کئے گئے۔ شہید طریق آپکی تاریخ شہادت ہے۔ اس کے سوا لفظ رحلت اور مرشد با کمال سے بھی مادہ سال وصال کا استخراج کیا ہے۔

قاضی القضاۃ مولانا قاضی سعد الدین المعروف بہ قاضی سعد بے گواہ۔ آپ قاضی القضاۃ سابق الذکر کے خلف الصدق اور تلمیذ رشید تھے زمانہ سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن میں صاحب زہد و تقوے اور مہر و فتوے مشہور تھے۔ آپ کا ضمیر روشن تجلیات باطن کا آئینہ انوار تھا مقدمات کا تصفیہ ہمیشہ بلا گواہ کے فرماتے تھے فریقین جس وقت آپکی عدالت میں حاضر ہوتے آپ کشف کامل سے اصل معاملہ کی تہ کو فوراً پہنچ جاتے گواہان کے پیش ہونے کی نوبت نہ آتی۔ آپ کی روشنضمیری مخلوق کے زبان زد ہو گئی اور اسی وجہ سے آپ قاضی سعد بے گواہ مشہور ہو گئے آپکے دربار قضا کا رعب و جلال یہ تھا کہ اہل معاملہ کو دروغ بیانی کی ذرا جرات نہ ہو سکتی تھی خود بخود حق کا اقرار کر دیتے تھے مقدمہ کا تصفیہ ہو جاتا۔ آپ کے زمانہ میں بدایوں میں کئی انقلاب ہوئے۔

ملک تاج الدین ترک ۶۴۰ھ میں سلطان علاء الدین مسعود کی جانب سے عامل علاقہ بدایوں

مقرر ہو کر آیا اور عرصہ تک حاکم رہا ۶۵۰ھ میں ملک اعز الدین بلبن بزرگ حاکم بدایوں
مقرر ہوا۔ حکومت کی جانب سے رضی الملک کا خطاب پایا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد
زمینداران کیتھل اور کنتھیر کے ہاتھ سے حالت مستی میں قتل کر دیا گیا۔

سلطان ناصر الدین بغرض انتقام اشرار کو سزا دیتا ہوا اور حدود پر انتظام کرتا ہوا
دہلی سے بدایوں تشریف فرما ہوا۔ مشیران دولت اور اراکین حکومت سے قاضی صاحب
کے کمالات سن کر آپ کی عظمت اپنے دل میں لے گیا۔

قاضی صاحب جہاں حلم وحیا اور جود وسخا کی زندہ تصویر تھے وہاں آپ کی مہمان نوازی بھی
ضرب المثل تھی۔ خصوصاً طلبہ کے آرام وآسائش کا ہر وقت خیال دامنگیر تھا۔ آپ کا
دیوان خانہ عقب جامع شمسی واقع تھا جہاں علاوہ دربار قضا کے سلسلہ درس وتدریس
بھی جاری رہتا تھا۔ جب آپ کی عمر آخر ہوئی تو آپ نے اپنے صاحبزادہ کو بلا کر نصیحت کی
کہ بیٹا میں ہمیشہ مقدمات قضا حکم الٰہی سے حقیقت کے مطابق فیصل کیا کرتا تھا اگر تم میں اتنا
مادہ ہو تو عہدہ قضا قبول کرنا ورنہ یاد رکھو کہ حقوق العباد کا مواخذہ دربار الٰہی میں ہوگا
بزرگ باپ کی اس وصیت کو سعادتمند بیٹے نے بغور سنا اور اس عہدہ سے کشکش
رہنے کا دل میں عہد کر لیا۔

آپ نے ایک پسر جو زوجہ اوّل سے پیدا ہوئے تھے اور ایک لڑکی جو زوجہ ثانی سے پیدا
ہوئی تھیں۔ اپنی یادگار چھوڑے ان صاحبزادی کی شادی قاضی صدر الدین صاحب صدیقی
گنوری سبزواری کے ساتھ ہوئی جو محض تحصیل علم کے لئے اپنے وطن اصلی سے چلکر بدایوں
آئے تھے تا کہ قاضی صاحب کے حلقۂ درس میں داخل ہوں بدایوں کے تمام صدیقی
حمیدی ان قاضی صدر الدین صاحب کی اولاد سے ہیں۔

قاضی صاحب بے گواہ کا وصال بعہد غیاث الدین بلبن ۶۷۰ھ میں ہوا۔ عارف سر اللہ آپکی
تاریخ وصال ہے۔ مزار شریف مسجد کلاچین میں واقع ہے صاحب طبقات الاولیا نے آپکی
تاریخ وصال جو تحریر کی ہے وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ قطعہ تاریخ

چوں ز دنیا رخت ہستی بست در خلد بریں ۔ شیخ سعد الدین عثمانی فقیہ بے مثال

مزار اقدس بدایوں میں محلہ ... قاضی صاحب ... واقع ہے۔

سال ترحیلش بجستم از خرد گفتہ ہمین — صاحب وقت وگر ستیارون بے مثال

عارف حق آگاہ مسند الذاکرین مولانا شیخ محمد المعروف بہ شیخ راجی قدس سرہ۔ آپ قاضی صاحب مذکور کے باکمال فرزند تھے اوائل عمر سے تصوف کی حق نما تجلیات کو اپنے آئینہ قلب سے لگائے ہوئے تھے علوم و فنون کی تکمیل والد کے حلقہ درس میں کی تھی سلطنت کی طرف سے منصب قضا جو میراث آبائی تھا پیش کیا گیا مگر اپنے بزرگ باپ کی وصیت کو یاد کر کے فوراً انکار کر دیا اس کے بعد آپ کی اولاد ہمشیرزاد کو یہ عہدہ تفویض کیا گیا۔ کچھ دنوں تک سلسلہ درس تدریس جاری رہا اس کے بعد بالکل ترک علایق کر کے گوشہ نشینی اختیار کی لیکن طلبہ کا ہجوم آپ کی گوشہ نشینی میں بھی حارج ہوا۔ یہانتک کہ آپ نے گھر بار کو خدا حافظ کہکر دشت نوردی اور بادیہ پیمائی شروع کی آپ ولی کامل صاحب مکاشفات تھے۔ آپ کے بیٹے مولانا شیخ عبد الشکور قدس سرہ عارف کامل اور شیخ وقت تھے سلسلہ چشتیہ میں صاحب مجاز تھے متوکلانہ زندگی بسر کرتے تھے اور علایق دنیوی سے ہمیشہ آزاد رہتے سلسلہ درس و تدریس کا شغل رکھتے تھے لیکن والد کے انتقال کے بعد یہ بھی گوشہ گیر ہو کر عالم گمنامی میں روپوش ہو گئے۔

مولانا الشیخ محمود و سہروردی قدس سرہ آپ مولانا عبد الشکور کے فرزند تھے۔ علم و فضل میں یگانہ عصر اور ولی روزگار سمجھے جاتے تھے سلسلہ سہروردیہ میں بیعت و اجازت رکھتے تھے۔ شہاب الاولیا حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نسبت قوی حاصل تھی۔ اسی طرح آپ کے فرزند ارجمند مولانا معروف قدس سرہ نہایت صاحب باطن اور صوفی مشرب بزرگ تھے مسجد کے حجرہ میں گوشہ تنہائی کو پسند کر لیا تھا نسبت اویسیہ ہر وقت غالب رہتی تھی شبانہ روز مراقبہ اور مکاشفہ کی حالت میں مستغرق پائے جاتے تھے بلا ضرورت کلام نہ کرتے تھے۔

قاضی القضاۃ مولانا شیخ حمید الدین المعروف بہ قاضی محمد قدس سرہ۔ آپ

شیخ الاجل مولانا معروف کے فرزند رشید تھے علم و فضل میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ آپ نے سلسلۂ درس و تدریس کو فروغ دیا فقہ میں دستگاہ کامل حاصل تھی آپ کی شہرت نے بزمانۂ سلطنت سکندر لودی منصب قضا پھر آپ کو پہنچایا اور قاضی القضاۃ کا خطاب دربار شاہی سے دلوایا آپ کے بیٹے مولانا مفتی کریم الدین بھی فقہ میں زبردست عالم تھے جن کے زمانہ میں بدایوں اہل کمال کا مرجع و منبع تھا۔ آپ کی نگاہیں اکبری دور دیکھے ہوئے تھیں زمانہ جہانگیر میں آپ کو بخوبی شہرت حاصل ہوئی اس وقت آپ جلیل القدر صاحب فتویٰ سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے دو شادیاں کیں ایک بیوی سے دو لڑکے مولانا شیخ عزیز اللہ اور شیخ احمد عرف فتو پیدا ہوئے شیخ احمد مرد مجرد اور آزاد وضع بزرگ تھے اکثر جذبات کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ دوسری بیوی سے شیخ مظاہر پیدا ہوئے جن کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔

مولانا الشیخ عزیز اللہ قدس سرہٗ شاہجہاں کے عہد سلطنت میں بدایوں میں آپ کا نام صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے زمرہ میں مشہور تھا۔ آپ علوم و فنون میں کامل و اکمل تھے۔ عارفانہ رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے ہر وقت نسبت اویسیہ آپ پر غالب رہتی تھی۔ اکتساب علم کامل تحقیق کے ساتھ اپنے والد سے کیا تھا۔ بدایوں اور بریلی کے تمام عثمانیوں کا شجرہ آپ پر ختم ہوتا ہے سنہ ۱۰۹۹ھ میں واصل بحق ہوئے شیخ الکل تاریخ وصال ہے۔ آپ کے دو لڑکے ایک مولانا عبد الغفور دوسرے مولانا عبد الشکور آپ کی یادگار تھے۔ مولانا عبد الشکور بھی عالم تھے جن کے خلف علامہ دہر فرید عصر مولانا مفتی عزیز [illegible] علیہ الرحمۃ در حکومت حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر خلد مکانی میں بزم اسلام کے شمع فروزاں تھے علم و عمل تقویٰ و بزرگی میں شہرت کامل حاصل تھی طلبائے علوم آپ کے دامن فیض سے وابستہ تھے آپ کے زمانہ کا مشہور واقعہ قوم تانگہ کا جہاد تھا۔ بدایوں کے جانب مشرق دو میل کے فاصلہ پر ایک تالاب سورج کنڈ ہے جہاں اہل ہنود کا دسہرہ وغیرہ ہوتا ہے۔

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں مقام سورج کنڈ پر ایک مسجد بتکدہ توڑ کر

بنائی گئی تھی اُس وقت سے یہ مسجد برابر اہل اسلام کے قبضہ میں چلی آتی تھی۔ مگر
قوم ناگہ جو اپنے زمانہ کے نہایت سرکش اور مردم آزار لوگ تھے اُنھوں نے
موقعہ پاکر مسجد کو شہید کر دیا اور از سر نو بتکدہ کی بنیاد ڈالنا چاہی۔ افواج شاہی
جو جوالی بدایوں اور قرب وجوار میں منتشر تھیں اُس کا بھی کچھ خوف نہ کیا۔ یہ خبر جب
مفتی صاحب کو پہونچی آپ گروہ طلبہ اور متوسلین اہل اللہ کو ہمراہ لیکر مدرسہ قدیمہ سے
بقصد جہاد نکلے اور ٹھیک اُس روز کہ تالاب مذکور پر سالانہ میلہ کے باعث پورا
اجتماع تھا حملہ کیا باعانت الٰہی تمام مجمع پر وہ ہیبت حق غالب ہوئی کہ سارا ریلہ
منتشر ہو گیا سیکڑوں ناگہ مارے گئے بقیہ فرار ہوئے۔ مفتی صاحب نے جدید
مندر کو دوبارہ بتوں کے دخل سے پاک وصاف کرکے خدا کا گھر بنا دیا اور پھر
مسجد اپنی حالت پر آگئی۔ وہیں نماز باجماعت ادا کی گئی بہت سے اشخاص توفیق الٰہی
مشرف باسلام ہوئے تمام مال واسباب غنیمت مفتی صاحب نے دربار سلطانی
میں روانہ کیا جس وقت سلطان دین پناہ کو یہ خبر پہونچی۔ مسرت و ابتہاج کے ساتھ
دوگانہ شکر ادا کیا اور بکمال افتخار فرمایا کہ میرے زمانہ میں خدا کا شکر ہے کہ ایسے
باخدا لوگ بھی موجود ہیں۔ اور حسن عقیدت کے اظہار کے لئے ایک فرمان
معہ سند جاگیر چند مواضعات مفتی صاحب کو بھیجا۔ مفتی صاحب نے فرمان شاہی
کو اس درخواست کے ساتھ واپس کیا کہ جو کام میں نے خالصاً للہ کیا ہے اس کا
معاوضہ دنیا میں لینا ہرگز منظور نہیں ہے۔ حضرت ظل سبحانی کے دل پر اس
جواب کا بہت اثر ہوا دوبارہ بکمال اصرار منصب احتساب صوبہ کٹھیر کی سند
مفتی صاحب کو روانہ کی چنانچہ آپ آخر عمر تک تمام علاقہ کٹھیر کے محتسب رہے
آپ کی اولاد قصبہ اعلی پور ضلع بدایوں میں اقامت پذیر رہی ملفوظات معینی میں
مفتی صاحب کی اولاد میں سے قاضی محمد فاضل کا دیکھنا حضرت سیف اللہ المسلول رح
قدس سرہ نے تحریر فرمایا جن کے پوتے قاضی امداد رسول اعلی پوری حضرت
تاج الفحول فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خصوصی خادم تھے عرس شریف میں

ستبانہ روز نہایت جانفشانی کے ساتھ خدمات انجام دیتے تھے افسوس محرم ۱۳۲۳ھ ہجری میں یکایک انتقال ہوگیا مفتی صاحب کا وصال بعمر چوراسی سال آخر ماہ جمادی الاول میں بروز شنبہ ۱۰۹۹ھ کو ہوا قدیم مسجد عثمانیان میں مزار شریف ہے۔

چوں مرید محمد آں مفتی	عالم دین قادر و با تمکیں
کرد رحلت بگفت ہم تحبیب	شد نہاں آفتاب عالم دین

مولانا عبد الغفور قدس سرہٗ۔ زاہد گوشہ نشین۔ فقیہ و محدث عالم باتمکین صاحب درس وافاضہ۔ متوکل و متورع بزرگ تھے تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی والد بزرگ مولانا الشیخ عزیز اللہ قدس سرہٗ سے اکتساب علوم کیا مفتی مرید محمد آپ کے بھتیجہ اور شاگرد رشید تھے۔ ۸۰ سال کی عمر پائی چودہ ذیقعدہ ۱۰۶۴ھ کو راہی خلد بریں ہوئے امام المشائخ تاریخ وفات ہے آپ کی زوجہ محترمہ قاضی عبد الملک قاضی اکبر آباد (آگرہ) کی دختر بلند اختر تھیں جو ۸ جمادی الاولیٰ کو فوت ہوئیں۔

مولانا شیخ مصطفیٰ قدس سرہٗ۔ آپ مولانا عبد الغفور کے نور نظر قاضی عبد الملک کے نواسہ تھے مثل اپنے اجداد کے علم ظاہر میں یگانہ علم باطن میں یکتائے روزگار تھے۔ افادہ وافاضہ آپ کے چشمہ کرم کی دو رواں نہریں تھیں جن سے صدہا بندگان خدا سیراب ہوئے۔ صاحب تذکرہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

قاضی دانیال از عراق بہند قدوم آورده بقضائے بدایوں مباہات یافتہ بہ مدر انجا سکونت پذیرفتہ از اولاد امجاد وش شیخ مصطفیٰ است کہ در علم تصوف یگانہ روزگار خصوصاً در حل تحقیقات کتب شیخ محی الدین عربی مشار الیہ علماء کرام بود۔ آپ اوناسی سال عالم وجود کی منازل طے کرکے ۲۲ شوال بروز جمعہ ۱۰۸۱ھ راہی عالم بقا ہوئے۔ چار پسر مولانا محمد شفیع۔ شیخ مرتضیٰ شیخ محمد عارف ملا شیخ محمد۔ اپنی یادگار چھوڑے مخدوم العصر تاریخ ہے۔

امام عصر شیخ مصطفیٰ را	حبیب حضرت خیر الورےٰ گفت

چو خواہی سال وصلش ہاتف غیب   محب و جان نثار مصطفےٰ گفت
۱۱۸۰ھ

شیخ محمد نفی اور شیخ محمد عارف کی اولاد و اعقاب کی اطلاع نہیں۔ ملا شیخ محمد
فیض برکات اور مجمع حسنات تھے۔ اکیاون سال کی عمر میں روز شنبہ دہم ماہ صفر
۱۱۸۰ھ کو قصبہ اکاسی میں وفات ہوئی آپ کے اعقاب کا جن میں اکثر مشاہیر سے
ہیں مختصر تذکرہ ضرورتاً درج ہے۔

آپ کی ایک دختر مولوی گل محمد صاحب کو منسوب تھی۔

مفتی درویش محمد صاحب خلف ملا شیخ محمد صاحب۔ آپ نہایت
صاحب کمالات صوری و معنوی تھے۔ خوش نصیبی و خوش اقبالی دامن دولت
سے وابستہ تھی دو شادیاں ہوئی تھیں ایک شادی اہل قرابت میں مولانا عبداللطیف
صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن کا نام بی بی زاہدہ تھا یہ نہایت عابدہ
صالحہ تھیں ماہ شعبان بروز پنجشنبہ خاوند کی حیات میں انتقال ہوا پانچ لڑکے
ان کے بطن سے پیدا ہوئے سب سے بڑے مولانا مفتی عبدالغنی صاحب۔
دوسرے قاضی امین الدین صاحب تیسرے مولوی حبیب الدین صاحب
چوتھے مولوی حمیدالدین صاحب پانچویں محمد لطیف صاحب تھے۔ دوسری بیوی
سے مفتی محمد نجیب و مفتی محمد عوض صاحب تھے۔ مفتی درویش محمد صاحب
بعمر ۷۰ سال بروز دوشنبہ محرم ۱۱۸۳ھ عالم فانی سے ملک بقا ہوئے۔

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ بارھویں صدی ہجری کے نہایت
برگزیدہ بزرگوں میں ہیں حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی مرحوم کے حسن تربیت سے
فائز المرام ہوکر فائق الاقران ہوئے جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل فرمائی والد بزرگوار
اور دیگر اکابر خاندان سے بھی فیض علم کو اخذ کیا تھوڑے ہی دنوں میں شہرت عظیمہ
حاصل ہوئی درسگاہ میں شائقین علوم کا ہجوم ہوا شاہان مغلیہ اور نوابان اودھ
اور امرایان روہیلہ کے درباروں سے فتوے طلب کئے جانے لگے استاد
وقت اور یگانہ عصر مشہور ہوئے۔ جوشش باطن کی ذوق آفرینی اور ولولہ انگیزی نے

ابوالبرکات قاضی محمد خلیل صاحب
خان بہادر قاضی عبدالجمیل
فضیل احمد
ظہور احمد
محمد باقر
غلام حمزہ
قاضی عبدالجلیل
غلام رسالت
فضل علی
ابن حسن
غلام حضرت
حافظ غلام احمد
محمد حسین
عبدالغفور
حاجی آل حسن
حاجی غلام نبی
غلام غوث
قاضی بدرالدین
غلام محی الدین
بدیع الدین
سمیع الدین
غلام نظام الدین
مفتی محمد امجد صاحب

بدر الحسن
مبارک حسن
مولوی سلطان الحسن
مولوی محمد حسن
ابرار حسین
مولوی احمد حسن
مشتاق حسین
منشی جمال الدین صاحب
مولوی حامد حسن
نور الحسن
وجیہ الدین
مقصود حسین
فقیہہ الدین
انوار حسین
احمد حسین
ابوالحسن
محمود حسین
سعید الدین
محمد حسین
مولوی غلام حسین
مولوی غلام جیلانی
جمیل الدین
مقبول حسین
مولانا ابوالمعالی
امانت حسین
فصیح الدین
فرخ حسین
مولانا عبدالغنی صاحب
نقی الدین

قطب الدین
امین الدین
سمیع الدین
حافظ افتخار الدین
احمد الدین
مولانا سلطان الدین
ممتاز الدین
مجد الدین
مولانا نسیم الدین
غیاث الدین
نسیم الدین
شجاع الدین
سعید الدین
ظہیر الدین
اعزاز الدین
ارشاد الدین
حبیب الدین
منشی ذکا الدین
سنا الدین
شاکر الدین
رفیع الدین
برہان الدین
قاضی قطب الدین
صدر الدین
احتشام الدین
مولوی
اساس الدین
مبارز الدین
شفاء الدین
مطہر الدین
حافظ الدین
عاقل الدین
وسیع الدین
عامل الدین
سراج الدین
قاضی بدر الدین
۳
مجاہد الدین
مولانا نظام الدین
منہاج الدین
صفی الدین
عماد الدین
ذاکر الدین
کامل الدین
فاصل الدین
حضرت
مولانا اسمٰعیل الدین
قدس سرہ
قاضی امین الدین صاحب
قاضی فرید الدین
قاضی امام الدین
نجم الدین
صبیح الدین

مضطربانہ حضرت سرور اقطاب سیدی مولانا محمد سعید[۵] جعفری قدس سرہٗ کی جناب میں پہنچا یا
بکمال عقیدت مرید ہوئے اور پیر کی نظر برکت اثر کی بدولت منازل قرب الٰہی کی جانب
جلد جلد ترقی شروع کی ہر وقت شیخ کی خدمت کرنا اور حضوری میں رہنا اپنا شعار
اختیار کیا۔ آپ کے کمالات کے لئے ایک مبسوط تحریر کی ضرورت ہے کتاب
روضہ صفا میں شیخ اکرام اللہ محشر بدایونی نے اور تذکرۃ الواصلین میں جو روضہ صفا وغیرہ کا
خلاصہ ہے مولوی رضی الدین صاحب خان بہادر وکیل نے بذیل تذکرہ حضرت مولانا محمد سعید
جعفریؒ آپ کے بعض واقعات کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہاں ہم صرف ایک واقعہ لکھنا
ضروری سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بدایوں میں ایک حادثہ قتل جس کا ذکر

۵؎ حضرت سرور اقطاب مولانا محمد سعید جعفری قدس سرہٗ۔ ولادت باسعادت آپ کی شہر میدنی پور احاطہ
بنگال کی ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں بقصد تحصیل علم وطن کو چھوڑ عظیم آباد پٹنہ تشریف لائے کچھ دنوں وہاں رہکر لکھنؤ جانے کا قصد
کیا۔ گوپامئو پہونچکر حضرت قطب الملۃ والدین مولانا قطب الدین سے (جو ملک العلما قاضی شہاب الدین گوپامئوی
کے فرزند اور مولانا قطب الدین سہالوی کے ارشد تلامذہ میں تھے) تحصیل علم کی۔ قاضی شہاب الدین ملک العلما
سے بھی استفاضہ حاصل کیا۔ بعد فراغ شوق تجرد دل میں پیدا ہوا قصبہ سانڈی میں جو مضافات لکھنؤ سے ہے
آکر حجرہ میں بقصد اربعین اعتکاف کیا۔ ابتدائے ریاضت میں اسرار عجیبہ ظاہر ہونے لگے ایک شب حجرہ کے اندر
ایک شخص ظاہر ہوا اور بعد سلام مسنون فرمایا کہ مجھے حضور غوث الثقلین نے تمہاری تعلیم پر مامور کیا ہے اور چند
نکات تلقین کرکے غایب ہوگیا۔ عشرہ ثالثہ میں خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہ نفس نفیس تشریف
فرما ہوئے اور بے حجابانہ حجابات قدس اٹھاکر حجلہ تقدیس تک پہنچا دیا۔ آپ کو اکثر یہ خیال رہا کرتا تھا کہ میرا
سلسلہ نسب حضرت جعفر طیار رضؓ سے ملتا ہے اس وجہ سے جعفری کہا جاتا ہے حضور غوث اعظم رضؓ نے ارشاد
فرمایا کہ تمہارے جد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں اور تم سادات حسینی ہو عشرہ رابعہ میں
جب آپ کا چلہ ختم ہونے کو تھا آپ کے حجرہ میں دو شخص ظاہر ہوئے آپ نے دریافت کیا تم کون ہو اور
کہاں سے آئے ہو ہر دو اشخاص نے کہا کہ ہم منجانب رب العزت مامور ہوئے ہیں کہ تمہارا نکاح کیا جائے
آپ نے فرمایا کہ میں نکاح کرنا نہیں چاہتا جواب ملا کہ رضائے الٰہی کے سامنے تمہاری رضا و عدم رضا کوئی چیز نہیں

حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی مرحوم کے حالات میں ہے۔ گذر چکا تھا۔ نواب[1] علی محمد خان بہادر کے ہمیشہ مفتی صاحب سے عقیدتمندانہ مراسم رہے اور آپ کی برابر آنولہ میں آمد و رفت رہی ایک مرتبہ آپ آنولہ نواب صاحب کے یہاں فروکش تھے ایک دن اتفاق سے

بغیر نکاح ترقی مدارج ناممکن ہے۔ آخر جب آپ چلہ سے فارغ ہوئے اکثر اسو۔ ایسے پیش آئے کہ مجبور ہو کر گویا مواتا لیا۔ آپ کے استاد مولانا قطب الدین علیہ الرحمۃ نے اپنی صاحبزادی کیساتھ آپ کا عقد کیا۔ بعد مدت در از بطلب شجاعت خان قادری د فی الحقیقت باشارہ حضور

[illegible]

غوث پاک آپ قادر گنج تشریف لائے وہاں بسلسلہ مدرسی اقامت اختیار فرمائی۔ اسی دوران میں حضرت سلطان الواصلین شاہ سلطان قادری بغداد شریف سے تشریف لائے۔ آپ نے حضرت سلطان قادری سے دولت بیعت اور اجازت اجرائے سلسلہ حاصل کی۔ شاہ سلطان قادری خلیفہ شاہ غوث قادری کے اور وہ خلیفہ حضرت مخدوم شاہ اولیا کے اور وہ خلیفہ حضرت شاہ درویش زرقبر پوش کے تھے جن کو حضرت سیدنا شاہ غریب قدس سرہٗ جگر گوشہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے مثال خلافت حاصل تھی۔ یعنی حضرت مولانا محمد سعید کا سلسلہ چھٹے واسطہ میں حضور غوث اعظم تک پہنچتا ہے۔ آپ کے مناقب کے لئے روضہ صفا کا مطالعہ کافی ہے۔ راقم نے تبرکاً آپ کے مختصر حالات لکھدئے قادر گنج سے آپ بدایوں تشریف لائے۔ ایک عالم کو انوار ظاہر و باطن سے منور فرمایا۔ آخر دسویں جمادی الاولی ۱۱۶۳ھ ہجری میں جامع شمسی بدایوں کے اندر عین حالت مشغولی میں وصال فرمایا۔ تکیہ ناصر شاہ میں آپ کا مزار ہے۔ تاریخ وصال روضہ صفا میں یہ تحریر ہے رباعی

ای چشم و چراغ دودۂ پاک علی — شیخ مردے مکملی و ولی
شد از نظر جہاں چو خورشید نہاں — تاریخ وفات اوست خورشید جلی
۱۱۶۳ھ

[1] نواب علی محمد خاں حاکم خود مختار علاقہ کٹھیر۔ عہد سلطنت شاہ عالم بہادر شاہ ابن اورنگ زیب عالمگیر میں روہیلوں کا مقدمۃ الجیش داؤد خاں جو شاہ عالم خاں کا غلام اور پسر متبنےٰ تھا موضع نورے سے جو سرحد کوہستان میں ضلع ہزارہ کے نواح میں واقع ہے ہندوستان میں آیا علاقہ کٹھیر

نواب صاحب کے صاحبزادے نے مفتی صاحب کے سامنے حجامت بنوائی حلق سے اس سے
فارغ ہوکر حجام کو داڑھی کترنے کا حکم دیا اور مفتی صاحب کا مطلق پاس نہ کیا حجام نے

نواب علی محمد خاں روہیلہ

ازاں بعد زمینداران کی ملازمت شروع کی مدارشاہ زمیندار پرگنہ چوپالہ سرکار بدایوں کے یہاں نوکر
ہوکر زمیندار پرگنہ چھ محلہ سے جنگ کی اور فتح پائی۔ موضع بانکولی کی تاخت وتاراج میں ایک
خوبصورت صاحب اقبال بچہ ایک کھیت میں اس کو نظر پڑا۔ خود لاولد تھا اس بچہ کو
پدرانہ شفقت کے ساتھ پرورش کیا علی محمد خاں نام رکھا۔ حبیب داؤد خاں راجہ کمایوں کے ہاتھ سے
بسبب سازش عظمت اللہ خاں فاروقی حاکم مرادآباد ہلاک ہوا۔ روہیلوں کی جماعت کثیر نے
جو رفتہ رفتہ نہایت زبردست اور حکمران اور قابو یافتہ ہوگئے تھے علی محمد خاں کو ان کا وارث
بنایا۔ عظمت اللہ خاں حاکم مرادآباد نے اپنے یہاں علی محمد خاں کو چار روپیہ سو افغانوں کا سردار
بناکر نوکر رکھا۔ رفتہ رفتہ علی محمد خاں نے استقلال و عروج و اقبال اس درجہ حاصل کیا کہ تمام علاقہ روہیلکھنڈ
کا مالک و حاکم ہوگیا۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی سے بمقام بنگڑھ متصل بدایوں عرصہ تک لڑائی جاری
رکھی آخر دربار شاہی سے معافی حاصل ہوگئی۔ نواب علی محمد خاں نہایت وجیہ عقیل سخی
و شجاع شخص تھا سیاست و حکومت باتباع شریعت کی علماء کی قدر مشائخ کی جاہ و منزلت ہمیشہ اپنا
شعار رکھا۔ خدا والوں کی صحبت نے نہایت متقی اور متشرع بنا دیا تھا۔ آنولہ دارالحکومت تھا۔ اپنی
حیات میں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں صاحب کو اپنا جانشین بنا کر ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا
آنولہ میں مقبرہ ہے چھ لڑکے اور چند لڑکیاں بوقت وفات چھوڑیں بڑے لڑکے نواب عبداللہ خاں
صاحب مرحوم کا مقبرہ اُجھیانی میں ہے۔ حافظ رحمت خاں نہایت دلیر و شجاع متقی و پرہیزگار بزرگ تھے
شاہ عالم خاں کے فرزند رشید تھے تمام عمر علاقہ کٹھیر عظیم فتوحات کے ساتھ قابض رہے کبھی
کسی جگہ شکست نہ ہوئی نواب قائم خاں بنگش والی فرخ آباد سے متصل بدایوں موضع دونری
رسولپور میں عظیم الشان جنگ ہوئی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ اپنی زندگی میں بکثرت کارہائے
خیر انجام دیے بہت مسجدیں تعمیر کرائیں حضرت سیدی خواجہ سید احمد صاحبؒ کی حریم مزار
حافظ صاحب کی یادگار ہے آخر نواب شجاع الدولہ کی لڑائی میں جس میں انگریزی فوج سے مقابلہ تھا

نواب زادہ کی داڑھی کترنے کو ہاتھ بڑھا یا ہی تھا کہ مفتی صاحب کو ہتک شریعت پر
کمال غصہ آیا اور آپ نے ایک طمانچہ حجام کے مارا جس کا اثر نواب زادہ کے
چہرہ تک پہنچا۔ نواب زادہ کو اس وقت بہت پیچ و تاب آیا مگر کچھ ہیبت حق کچھ
جبروت پدر کے باعث خاموش ہوگیا جب نواب علی محمد خاں کا انتقال ہوگیا اور
ان نواب زادہ یعنی نواب سعد اللہ خاں صاحب کا دور دورہ ہوا تو از سر نو
واقعہ قتل کی تحقیقات شروع کی اور مفتی صاحب کو طلب کیا اور کہا کہ وہ
قتل میرے نزدیک آپ پر ثابت ہے مفتی صاحب نے فرمایا کہ بلا دعویٰ مدعی و
فریقین و گواہان محض آپ کا کہنا کیا اصل رکھتا ہے البتہ اگر قضاۃ و مفتیان اسلام
حکم شرعی فرماویں تو مجھے بدل و جان منظور ہے۔ نواب کو مفتی صاحب کے اس
بیساختہ جواب پر بہت طیش آیا اور کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ دفعتاً فالج کا اثر تمام جسم پر
پیدا ہوگیا۔ آپ نے وہاں سے مراجعت کا قصد کیا لیکن تمام متعلقین اور اقارب
نواب مذکور کے آپ کے قدموں سے لگ گئے اور عرض کیا کہ نواب کو بے ادبی
کی پوری سزا مل گئی اب آپ للہ دعا فرمائیں تاکہ اس بلا سے نواب کو نجات ملے
بالآخر خلاف قاعدۂ طب آپ کی دعا سے مرض بالکل زائل ہوگیا اُس وقت سے

شہادت ۱۱۸۸ھ

بمقام کٹرہ اس طرح شہید ہوئے۔ ۱۱ صفر بروز جمعہ حسب معمول خدام غسل و تبدیل پوشاک کے
لئے عرض پیرا ہوئے فرمایا کل انشاء اللہ غسل و تبدیل پوشاک ہوگی۔ دوسرے روز
بعد نماز فجر تلاوت قرآن شریف و نماز اشراق میدان میں تشریف لائے توپ کا گولہ سینہ پر لگا
ببرکت حفظ قرآن مجید کوئی زخم نہ آیا۔ روح قالب عنصری سے پرواز کرگئی۔ گولہ تین چار گز کے
فاصلہ پر جا گرا۔ حافظ صاحب اوسی طرح گھوڑے پر بے حس و حرکت سوار رہے جلوداران
نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ اوتار لیا نعش بریلی پہونچائی گئی صبح روز یکشنبہ دفن کئے گئے۔

رحمت سرشت حافظ الملک و تفنگ جنگ   چوں کرد از خلد زار فنا سفر
روز شہادت وے و تاریخ ماہ و سال   اندر و ہست یازدہم بودہ از صفر

حافظ رحمت خاں وغیرہ تمام امرائے روہیلہ آپ کا احترام کرنے لگے۔ ایک مرتبہ آپ
بہت سخت بیمار ہوگئے اور زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی خواب میں حضرت امیرالمومنین
صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نظارۂ جمال سے مشرف ہوئے۔ آنکھیں کھلیں
نصیب جاگا۔ عرض کیا حضور نے کیسے تکلیف فرمائی۔ ارشاد ہوا ہم صرف تیری
عیادت کے لئے آئے ہیں۔ تمام مرض دور ہوگیا صبح کو بالکل تندرست دیکھکر
عزیز و قریب متعجب ہوئے آپ نے فرمایا تعجب کی کوئی بات نہیں یہ سب حضرت
مولانا سعید جعفری کا کرم ہے آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نور نظر
ہیں اور حضرت امام حضور پر نور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نواسے ہیں۔
اس نسبت قویہ کے باعث حضور امیر المومنین نے غلام نوازی فرمائی عیادت کو
تشریف لائے بیماری کھو گئے غرض آپ کی باطنی نسبت نہایت زبردست تھی۔
حضرت اچھے میاں صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیر کے وصال کے بعد
اپنا مقتدا سمجھتے تھے اور اکثر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ سید عین الدین[1] قدس سرہ

---

[1] حضرت سید عین الدین قدس سرہ۔ آپ آنولہ میں نوابان روہیلہ کی بچوں کی تعلیم پر مامور تھے۔
لذت روحانی کے شیدائی اور ذوق آشنا تھے مرشد کامل کی جستجو میں نگاہیں بادیہ پیمائی کیا کرتی
تھیں جب مولانا محمد سعید جعفری قدس سرہ کا آوازہ کمال سنا دل سے معتقد ہوگئے اسی دوران میں
بوجہ جنگ عظیم محمد شاہ بادشاہ و نواب علی محمد خاں ایک انقلاب پیدا ہوگیا آنولہ سے لوگ نواب
قائم خاں بنگش کی حفظ وامان میں جانے لگے سید صاحب بھی قائم جنگ کے بنا گھروں کے ساتھ
آنولہ سے چلکر قادر گنج پہونچے۔ وہاں مولانا کی زیارت کی اعتقاد راسخ ہونا شروع ہوئی سال تک
تمنائے مریدی کو سینہ میں پاس ادب سے دبائے رکھا آخر جب مولانا بدایوں تشریف لائے۔ آپ
خلوت خاص میں خصوصی فیوض و برکات کے ساتھ بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدارج کمال حاصل
کرکے آخر عمر تک آنولہ میں مقیم رہے پھر آپ کو بدایوں کی خاک نے اپنی طرف کھینچا مفتی صاحب
اپنے پیر بھائی کے یہاں اقامت کی مفتی صاحب نے آپ کا علاج کیا مگر وقت آچکا تھا افاقہ نہوا

شیخ محمد افضل[1] مصنف ہدایت المخلوق بدایوں کے مشہور اشخاص ہیں آپ کا
وصال ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۰۹ھ کو ہوا۔ آستانہ حضرت سید احمد[2] صاحب
قدس سرہ کے قریب ناصر شاہ دکھنی کے باڑہ میں اپنے شیخ طریقت کے پہلو
میں مدفون ہوئے۔ مسجد شمانیاں آپ کی بنا کردہ ہے۔ وہ صاحبزادہ مولانا ابوالمعالی
اور مولوی غلام جیلانی چھوڑے۔ حاشیہ مفید بر رسالہ میر زاہد بر رسالہ قطبیہ
آپ کی تصنیف سے موجود ہیں

قطعہ تاریخ وصال

مولوی عبدالغنی چوں از جہاں	عزم کردہ سوئے گلزار جناں
عالمے را تیرہ و تاریک کرد	آفتاب معرفت چوں شد نہاں
ہاتف غیب از سر اعجاز	سالہائے وصل او کردہ بیاں
چوں بواصل ذات حق شد حق شناس	سال وصل از ذات حق گشتہ عیاں
چوں فقیہے بود آں عالیجناب	مفتی بے مثل و کامل سال شاں
از پئے فضل خدا بسال وصال	قطب عالم مقتدائے عارفاں ۱۲۰۱ھ

---

[1] مولوی محمد افضل صاحب ابن شیخ تاج الدین صدیقی بدایونی حضور اچھے صاحب قدس سرہ کے خاص مرید تھے کتاب ہدایت المخلوق میں حضور اچھے صاحب کے حالات میں بطور کرامات اکثر مریدین و خلفائے حضور اقدس کا تذکرہ لکھا ہے۔

[2] حضرت سید الاولیا سند الاتقیا مخدوم انام خواجہ سید احمد بخاری قدس سرہ الباری سے بدایوں کو آپ کے ہی قدوم فیض لزوم سے چار چاند لگے۔ بخارا کے مہروماہ یعنی خواجہ سید علی و خواجہ سید عرب بدایوں میں آکر چمکے اور یہیں غروب ہوئے یہیں سے دنیائے اسلام کا بدر منیر شہر ولایت کا آفتاب یعنی سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت نظام الملۃ والدین رضی اللہ عنہ کا وجود باجود فروزاں ہوا اور خدائی کو اپنے جلووں سے منور کر دیا۔ خواجہ سید علی اور خواجہ سید عرب حضور محبوب الٰہی رض کے دادا نانا ہیں حضرت سید علی اپنے فرزند دلبند سید احمد کو اپنے کنار میں لیے ہوئے محو خواب ہیں

عارف ربانی فقیہ لاثانی مولانا ابو المعانی قدس سرہ النورانی۔ آپ بڑے صاحبزادہ مولانا مفتی عبد الغنی صاحب تھے۔ جنہوں نے تمام عمر درس و تدریس گوشہ نشینی اور توکل پر بسر کی فقہ میں آپ کی وسعت نظر ضرب المثل تھی اپنے والد بزرگوار سے ارادت و عقیدت تھی اویسی مشرب تھے۔ روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی کے ساتھ نسبت قویہ حاصل تھی ملفوظات نعیمی میں ہے۔ مولوی ابو المعانی صاحب خلف الصدق مقتدائے زمان مولوی عبد الغنی صاحب عالم باعمل تارک متوکل مسجد نشین اویسی مشرب بودہ اند و روح حضرت غوث الثقلین قدس سرہ تعلق غریب و اتصالے عجیب داشتند خاکسار ہم زیارت نمودہ اند۔ آپ کی والدہ مولانا عبد الحمید صاحب قدس سرہ کی ہمشیرہ تھیں آپ نے تین صاحبزادہ مفتی ابو الحسن صاحب۔ مولوی امانت حسین صاحب۔ مولوی غلام حسین صاحب اپنی یادگار چھوڑے۔

جناب مولوی غلام جیلانی صاحب۔ یہ بھی مفتی صاحب کے چھوٹے صاحبزادہ تھے

حضرت سید عرب رح ایک جداگانہ حریم کے اندر شان جلال کے جلووں میں مستغرق استراحت فرما ہیں مخلوق الٰہی نیاز مندانہ عقیدت کے ساتھ دونوں آستانوں پر جبہ سائی کے لئے حاضر ہوتی ہے حضرت سید احمد صاحب رح کو مفتاح التاریخ اور اکمل التواریخ میں چھ واسطوں کے ساتھ حضور غوث اعظم تک پہونچا کر قادری مشرب لکھا ہے۔ آپ کی شادی بدایوں میں حضرت خواجہ سید عرب رح کی صاحبزادی رابعہ عصر ولیہ روزگار حضرت بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی تنگی ٹیلہ پر جواب کالیوں محلہ کہلاتا ہے آپ کی محل سرائے اقامت تھی اور اسی محلہ میں بماہ صفر ۱۱۳۲ھ حضور محبوب الٰہی صلعم کی ولادت باسعادت ہوئی تھی حضرت سید احمد صاحب نے اپنے فرزند ارجمند کی تقریب بسم اللہ خوانی بھی نہ کرنے پائی کہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ ہجری کو خلوت وصال کی آراستگی کا مژدہ پہونچا۔ متاع جان خاں آفرین کے سپرد کردی۔ مزار شریف لب ساگر زیارتگاہ خلائق ہے۔ حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے بکمال عقیدت احاطہ مزار اور مسجد تعمیر کرائی جو اس وقت تک موجود ہے

شہر کے روسا میں شمار ہوتے تھے انتظام محلہ داری وغیرہ میں دلچسپی لیتے تھے آپ کے تین پسر مولوی فصیح الدین صاحب۔ مولوی نقی الدین صاحب مولوی فقیہ الدین صاحب تھے۔ اوّل الذکر دونوں نے اولاد نرینہ نہیں چھوڑی مولوی فقیہ الدین صاحب کے دو لڑکے مولوی وجیہ الدین صاحب اور مولوی سعید الدین ہوئے مولوی وجیہ الدین صاحب کے پسر منشی جمال الدین صاحب پنشنر سردست اس وقت بقید حیات ہیں۔ مولوی سعید الدین صاحب کے لڑکے جمیل الدین کی اولاد بھی موجود ہے۔

مولانا مفتی ابوالحسن صاحب۔ آپ مولانا ابوالمعانی قدس سرہٗ کے فرزند اور نہایت باوقار شخص تھے۔ بزرگ باپ اور مقدس دادا سے علم حاصل کر کے مولوی قدرت علی صاحب گوپاموی سے جو حضرت مولانا بحرالعلوم لکھنوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے تکمیل علوم فرمائی بتقاضائے باطنی ہمراہی جد بزرگوار مارہرہ شریفہ میں جا کر حضور اچھے صاحب قدس سرہٗ کے حلقہ مریدین میں داخل ہوئے اور حضور اقدس کی دعا کی برکت سے مناصب جلیلہ حاصل کئے۔ آپ مفتی عدالت محکمہ افتا بریلی پر فائز ہو کر صدر الصدوری کے عہدہ تک پہونچے۔ آپ نے مستقل طور پر بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی اب تک آپ کے اعقاب وہیں سکونت پذیر ہیں ذوق سخن بھی رکھتے تھے حسن تخلص تھا۔ آپ کی ایک مشہور غزل کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں جو مولوی اکرام اللہ محشر کی غزل کے جواب میں لکھے گئے ہیں آپ کے حالات ہدایت المخلوق میں زیادہ درج ہیں بریلی میں آپکا انتقال ہوا مگر جنازہ حسب وصیت بدایوں لایا گیا اور قدیم مقابر عثمانیہ میں دفن کیا گیا۔

حاشیہ صفحہ ۴۰: موضع بری نظام پور مسلم اور دیگر اراضیات معہ ساگر تالاب مصارف آستانہ شریفہ کے لئے زمانہ سابق سے وقف ہیں لیکن باوجود اس قدر آمدنی کے سالانہ عرس ایک مختصر پیمانہ پر ہوتا ہے جس کو سابق کے اعراس سے کوئی نسبت نہیں۔

مولوی احمد حسن خاں۔ مولوی محمد حسن خاں۔ مولوی حامد حسن خاں تین پسر آپ نے چھوڑے جو خود بھی نہایت معزز عہدوں ہمیشہ مامور رہے اور جن کی اولاد بھی بریلی کے معززین عمایدین ہے۔

مژدہ یاران کہ پیمانہ رواں خواہم شد	شیشہ در دست حریفانہ رواں خواہم شد
صبح در محفل آں منعچہ با تمکین	منکہ خود رندم و رندانہ رواں خواہم شد
مطربا دور کن از پیش من این ساز طرب	بدرش بے سروسامانہ رواں خواہم شد
بطفیل شہ جیلی سوئے خاصان خدا	خاص خواہم شد و خاصانہ رواں خواہم شد

حسن آمد بیا پاید تو غریبا نہ درست
دارد امید کہ شاہانہ رواں خواہم شد

جناب مولانا سلطان حسن صاحب۔ آپ مولوی احمد حسن خانصاحب صدر الصدور (جن کا انتقال شعبان ۱۲۷۰ھ میں ہوا) کے بیٹے اور مفتی ابو الحسن صاحب کے پوتے ہیں آپ بریلی کے منتخب عمائد و امرا کے طبقہ میں تھے۔ جملہ علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتے تھے استاد مطلق حضرت مولانا فضل حق رح خیرآبادی کے مشہور تلامذہ میں تھے جلیل القدر عہدوں پر مامور رہے صدر الصدوری سے پنشن پائی مفتی سعد اللہ صاحب مراد آبادی اور آپ سے علمی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی چنانچہ دونوں صاحبوں کا ایک زبردست مکالمہ رسالہ کی صورت میں چھپا ہے۔ مولوی اعتماد الحسن صاحب۔ مولوی قطب الحسن صاحب وغیرہ پانچ صاحبزادہ آپ کے بریلی میں موجود ہیں مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی غیر مقلد بھی آپ کے شاگرد تھے۔

مولانا محمد حسن خانصاحب ابن مفتی ابو الحسن صاحب آپ بریلی کے رؤسا عظام اور صاحب ثروت اشخاص میں تھے تحصیل علوم مفتی شرف الدین[1]

---

[1] مفتی شرف الدین صاحب رامپوری ہندوستان کے مشاہیر علما میں ہیں علوم فلسفہ اور منطق کے ماہر سمجھے جاتے ہیں رامپور میں مفتی تھے سراج المیزان اور شرح سلم کا کچھ حصہ آپ کی تصنیف سے ہے ۱۲

خانصاحب رامپوری سے فرمائی گورنمنٹ میں خاص اعزاز کی نظر سے دیکھے
جاتے تھے۔ سب جج (صدر الصدور) تھے۔ علما میں شمار ہوتے تھے۔ درس تدریس
اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ برابر جاری تھا فارسی میں مذاق سخن بھی تھا اسیر
تخلص کرتے تھے۔ رسالہ اصل الاصول علم نحو میں اور غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق
عند الحکما والامام مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی آپ کی تصنیف کی ہیں آپ کی اولاد
مفتی بدر الحسن صاحب اور مفتی مبارک حسن صاحب بریلی کے عمائد میں
ہیں۔ قاضی حبیب الدین صاحب ابن مفتی درویش محمد صاحب لاولد فوت ہوئے
قاضی امین الدین صاحب۔ ابن مفتی درویش محمد۔ عرصہ تک بدایوں رہے
مولانا محمد لطیف صاحب کی دختر سے جو شادی بدایوں میں ہوئی انسے مولانا
معین الدین صاحب پیدا ہوئے جو اپنے وقت کے عارف کامل بزرگ تھے
اُن کی نسبت ملفوظات معینی میں ہے۔ حضرت مولوی معین الدین مرحوم از
اولیائے وقت و محبوبین بر ولایت کہ از ابتدائے عمر ہوا و ہوس دنیائے دون
تا آخر عمر پیرامون شان نگردیدہ با نقلاب صد ہا سال چنیں اشخاص موجود می آیند
خاکسار زیارت نمودہ است۔ قاضی صاحب بعد کو بدایوں سے ترک سکونت کر کے
قصبہ نارنول میں چلے گئے وہاں شادی کی دو لڑکے قاضی قطب الدین۔ قاضی
فرید الدین پیدا ہوئے دونوں کی اولاد جے پور و نارنول میں موجود ہے۔ قاضی قطب الدین
اپنے والد کی بجائے نارنول میں چلے گئے بعد کو حیدر آباد میں چلے گئے وہاں بھی
شادی کی۔ اور وفات پائی۔ دو لڑکے بدر الدین و صدر الدین چھوڑے۔ قاضی
بدر الدین کی زوجہ اصلی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی غیر کفو کی عورت سے ایک
لڑکا برہان الدین ہوا جس کے چار پسران میں سے بڑے لڑکے وسیع الدین کی اولاد
موجود ہے حکیم صدر الدین ولد قطب الدین کے تین لڑکے شجاع الدین۔ افتخار الدین
ظہر الدین ہوئے یہ حکیم صدر الدین اُس نواح کے نامی گرامی اطبا میں سے تھے حکیم
صادق علی خاں دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ بڑے لڑکے شجاع الدین کی اولاد

موجود ہے دو کی اولاد باقی نہیں - قاضی فرید الدین ابن قاضی امین الدین نہایت ذی مرتبت اور باحوصلہ اور قاضی نارنول تھے - دشمنوں نے سنتیا نام ایک شخص سے بوقت نصف شب آپ کو شہید کرادیا - قاضی فرید تاریخ شہادت ہے ۱۲۰۵ - آپ کے دو لڑکے مولانا نظام الدین اور مولانا امام الدین تھے - مولانا نظام الدین صاحب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے فرایض میں ید طولیٰ رکھتے تھے اکثر شاہ صاحب فرائض کے فتوے آپ کو بھیج دیتے تھے - ۲۶ رجمادی الثانی ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی - دو پسر قاضی حافظ حبیب الدین اور قاضی حافظ منہاج الدین چھوڑے اوّل الذکر ذی علم اور قبیلہ پرور شخص تھے بدایوں میں بھی حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے بریلی سے زمانہ ملازمت میں آئے تھے - ۱۳ شعبان ۱۲۹۴ھ کو ایک دنبل کے صدمہ سے جس کا خون قبر تک گیا رحلت کی - آٹھ پسر اپنی یادگار چھوڑے -

جن میں سے مولانا سلیم الدین صاحب مشاہیر علماء ریاست سے تھے تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے ماموں مولانا رشید الدین صاحب فاروقی اور مولوی سخاب صاحب سے کی تھی علم ہیئت میں خاص ملکہ تھا حضرت تاج الفحول سے بہت مراسم تھے جب حضرت اجمیر شریف جاتے جے پور میں آپ کے یہاں مقیم ہوتے - زبردست واعظ تھے شعر و سخن میں مذاق سلیم حاصل تھا سلیم تخلص فرماتے تھے تفسیر تشریح القرآن آپ کی یادگار ہے - ۲۶ رجمادی الثانی بعمر ۶۴ سال ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی خیا[illegible] تاریخ ہے نارنول میں مزار ہے - ایک لڑکے مولوی مبارز الدین صاحب عالم و فاضل تھے جن کے لڑکے مولوی اساس الدین صاحب مہاراجہ کالج میں پروفیسر ہیں -

ایک لڑکے جناب مولانا ابو البیان مفتی سلطان الدین صاحب مبین ہیں - جو ۲۲ رجب [illegible]ھ میں پیدا ہوئے تحصیل و تکمیل علوم اپنے برادر اکبر مولانا سلیم الدین صاحب اور ماموں مولانا رشید الدین صاحب کی اس وقت ۹۳ برس کی عمر ہے نہایت زبردست واعظ ہیں ریاست جے پور کے مفتی ہیں سلسلہ چشتیہ جمالیہ میں صاحب مجاز ہیں عالمانہ طرز مشائخانہ انداز ہیں راقم الحروف بہمراہی مولانا حکیم عبد الملک[illegible] صاحب

قریب ایک ہفتہ مہمان رہا ہے۔ نہایت خلیق اور با محبت بزرگ ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادہ ناصح الدین علوم عربیہ آپ سے پڑھتے ہیں دوسرے بھائی مولوی احتشام الدین صاحب سجے پوریں کورٹ انسپکٹر ہیں ذی علم اور خلیق ہیں باقی اسما شجرہ میں درج ہیں۔

مفتی مولوی محمد امجد صاحب ابن مفتی درویش محمد۔ آپ مفتی عبد الغنی صاحب اپنے برادر بزرگ کے خاص شاگرد اور مولانا محمد سعید صاحب جعفری قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی ایک مرتبہ بمرض لقوہ مبتلا ہوگئے جس سے اعضائے جانب چپ بالکل بیکار ہوگئے۔ ہرچند علاج کیا نفع نہوا۔ زندگی سے ناامید ہوکر پیر و مرشد کو عریضہ لکھا۔ دعا کے طالب اور امداد کے خواستگار ہوئے آپ کا عریضہ بوساطت مفتی عبد الغنی صاحب مولانا کی خدمت میں پیش ہوا۔ خط پڑھکر مولانا نے دعائے خیر فرمائی۔ اُسی شب کو آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا نے میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف پرواز کی یہانتک کہ حضور رحمت اللعالمین صلعم کے دربار میں حاضری ہوئی۔ مولانا نے مجھے علحدہ کھڑا کیا۔ اور خود حضور سید عالم کی جناب میں سرنیاز جھکا کر میری حالت کو عرض کیا۔ ارشاد ہوا انشاءاللہ مریض کو شفا کلی ہوگی۔ اُسی وقت آپ کی آنکھ کھل گئی۔ پندرہ روز سے زبان میں لکنت تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ طاقت بالکل باقی نرہی تھی۔ لیکن یک بیک صبح سے آرام و افاقہ ہونا شروع ہوگیا اور چند روز میں آپ بالکل تندرست ہوگئے۔

اولاد آپ کی بدایوں اور بریلی میں موجود ہے۔ آپ کے تین لڑکے قاضی بدر الدین (دادا مفتی محمد عوض صاحب) قاضی غلام غوث۔ قاضی غلام نبی تھے قاضی بدر الدین کی اولاد میں حاجی آل حسن بدایوں میں موجود ہیں۔ قاضی غلام غوث کی اولاد باقی نرہی۔ قاضی غلام نبی صاحب بریلی کے قاضی تھے۔ نواب آصف الدولہ کے دربار میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے گورنمنٹ انگلشیہ میں بھی بہت کچھ وقار تھا اور خلعت وغیرہ سے سرفراز ہوتے رہتے تھے ۱۶ ردسمبر ۱۸۱۲ء کو

انتقال ہوا۔ اُن کے بیٹے قاضی غلام احمد صاحب بھی نہایت باوقعت شخص
تھے حافظ بھی تھے انتقال بروز عید الفطر ۳۰ اگست ۱۸۳۸ عیسوی کو ہوا عیدگاہ میں
ان کے بڑے بیٹے قاضی عبد الجلیل صاحب نے اوّل اُن کی نماز جنازہ پڑھائی
اُس کے بعد دوگانہ عید الفطر ادا کیا یہ بھی گورنمنٹ کے خصوصی انعامات سے ہمیشہ
سرفراز ہوتے رہے ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ کو انتقال ہوا ان کے بیٹے خان بہادر
قاضی عبد الجمیل صاحب تھے تحصیل علم مفتی عنایت احمد صاحب سے کی اور
شاعری میں مرزا غالب کے شاگرد ہوئے علاوہ قضاۃ قدیمی خاندانی کے گورنمنٹ
کی طرف سے قاضی شہر بھی مقرر ہوئے ۲۰ مئی ۱۸۸۱ء کو رحلت کی

قاضی محمد خلیل صاحب حیران آپ کے صاحبزادہ بریلی کے مشہور و
معروف روسا میں ہیں نہایت با اخلاق ہیں نیاز مند ضیا کے غائبانہ کرم فرما ہیں

مولوی حبیب الدین ابن مفتی درویش محمد لا ولد فوت ہوئے۔ مولوی حمید الدین
کے صرف ایک لڑکی ہوئی جو مولانا محمد حبیب کو منسوب ہوئی۔ مفتی محمد انجب بھی
لا ولد فوت ہوئے۔

مولانا مفتی محمد عوض صاحب۔ آپ ساتویں لڑکے مفتی درویش محمد کے
تھے ہندوستان کے مشاہیر علما میں ہیں بریلی میں مفتی کے عہدہ پر مامور
تھے اپنے بڑے بھائی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ حضرت بحر العلوم مولانا
محمد علی صاحب قدس سرہ کی نظر فیض اثر سے بھی کسی قدر علمی نشو و نما پائی تھی
محکمہ افتا کی خدمات کے ساتھ ساتھ سلسلۂ درس و تدریس بھی جاری تھا
اُس زمانہ میں روہیلکھنڈ کے مشاہیر اہل علم نے آپ کے خوان فیض سے استفادہ
حاصل کیا۔ مولانا فضل امام صاحب اور مولوی سید آل حسن قنوجی آپ کے
شاگرد اور داماد تھے۔ اہل ہنود میں رائے منولال فلسفی ریاضی دہلوی مشہور
مورخ آخری عہد سلاطین مغلیہ کا لڑکا پرکاشانند عرف رائے کندن لال اشکی
جو عہدۂ جلیلہ پر ہمیشہ مامور رہا آپ کا شاگرد رشید تھا اس یگانۂ عصر کی کتاب

نزہۃ الناظرین جس میں بہت سے علمی فنون سے بحث کی گئی ہے اُس کی قابلیت کا آئنہ ہے مفتی صاحب کے زمانہ میں ۱۲۲۴ھ میں بریلی میں بلوہ عظیم برپا ہوا۔ واقعہ دلیخ جس کی تاریخ ہے آپ اس بلوہ کی کشمکش سے بچکر ریاست ٹونک کی جانب چلے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔ مفتی صاحب کے کئی لڑکیاں تھیں اول الذکر دو لڑکیوں کے سوا ایک سید حیدر علی ساکن بدایوں محلہ میراں سرائے کو اور ایک قاضی بدر الدین کو منسوب تھیں۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب اور مولوی احمد حسن صاحب قنوجی مفتی صاحب کے نواسہ تھے۔

عارف کامل صاحب فیض وسیع مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ آپ نہایت بزرگ ومتقی زمانہ سلطنت حضرت محی الدین اورنگ زیب جنت مکانی کے استاذ وقت تھے اپنے والد بزرگوار مولانا الشیخ مصطفٰے قدس سرہٗ کے شاگرد رشید اور جانشین مسند درس وتدریس تھے ہمیشہ درس وتدریس میں عمر صرف کی صاحب تذکرہ نے آپکے حال میں لکھا ہے کہ مولوی محمد شفیع بدایونی از اجل علماء عہد سلطان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ است سلسلہ نسبش بامیر المومنین سیدنا امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالے عنہ منتہی میشود۔ اس کے بعد پورا سلسلہ نسب لکھکر اور مولانا شیخ مصطفٰے کا تذکرہ لکھکر تحریر کرتے ہیں کہ پسرش مولوی محمد شفیع از ارشد تلامذہ وبیست کہ عمر گرانمایۂ خود بدرس وتدریس بسر بردہ۔ آپ نے دو پسر مولانا محمد شریف اور مولانا عبد اللطیف اپنی یادگار چھوڑے اور بعمر اوناسی ۷۹ سال بروز جمعہ ۱۱۱۰ھ بائیس ۲۲ شوال کو انتقال فرمایا۔ قطعہ تاریخ وصال یہ ہے۔

زباغ دنیا بسوئے جنت چو آں محمد شفیع رفتہ	شفیع یوم النشور کردہ بجانب شحم رحم پرور
ترانہ میکرد مرغ سدرہ باین نوائے امید افزا	اگر بخواہی سن وصالش بگو محمد شفیع محشر

۱۱۱۰ھ

مولانا عبد اللطیف خلف مولانا محمد شفیع قدس سرہ۔ آپ جامع شمسی بدایوں کے خطیب اور باخدا بزرگ تھے آپ کی اولاد میں علم وفضل کے روشن تارے نورانی ستارے ایسی آب وتاب سے جلوہ ریز ہوئے کہ جس کے باعث آپ کا نام

ہمیشہ تک روشن رہے گا۔ آپ نے اپنی اولاد میں مولانا محمد عطیعت اور مولانا محمد لطیعت دو لڑکے چھوڑے اور بعمر بیسٹھ سال بروز جمعہ بتاریخ ۳ جمادی الاولی ۱۱۱۱ھ میں انتقال فرمایا خطیب و امام جامع مولوی عبد اللطیف فقرہ تاریخی ہے۔

عارف اکمل صاحب ذوق لطیف مولانا شاہ محمد عطیعت قدس سرہ الشریف۔

آپ بدایوں کے متاخرین اولیا اللہ سے ہیں سلاطین مغلیہ کے آخری عہد میں آپکا آوازۂ علم و فضل ہندوستان سے لیکر بخارا اور تاتار تک پھیلا ہوا تھا تمام علما و فضلا عصر موجودہ ہند میں اُس وقت کوئی ایسا نہ تھا جس کو آپ سے شرف استفاضہ اور فیض تلمذ حاصل نہو کہا جاتا ہے آپ کے خوان فیض سے جنات تک مستفیض ہوتی تھے آپ سلطان فرخ سیر کے عہد میں دہلی کے شاہی مدرسہ میں درس و تدریس پر مامور تھے ملفوظات معینی میں ہے۔ مولانا محمد عطیعت کہ در علم ظاہر و باطن یگانہ وقت خود بود اقامت شاہجہاں آباد داشت تمام علماء مشائخ ہند و خراسان تلمذ ذات مبارکش را فخر خود میداشتند و سلاطین و امراکہ کفش برداری اور اسرمایۂ سعادت خود میدانستند داں حضرت اصلا بکسے التفات نمی فرمودند آپ چھٹی جمادی الاخری ۱۰۹۸ھ کو پیدا ہوئے علوم و فنون کی تکمیل اپنے پدر بزرگوار اور عمو ی عالیقدر مولانا محمد شریف رح سے فرما کر ولولہ باطن کو پہلو میں دبائے رہبر صادق اور مرشد برحق کی جستجو میں سیاحت کناں دہلی پہونچے حضرت مولانا شاہ کلیم اللہ[1] جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی معرفت آفرین نگاہ ہوئے

---

[1] حضرت مولانا شاہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ ہندوستان کے مشاہیر متاخرین اولیا اللہ میں ہیں آپ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کا اجرا نہایت دھوم دھام سے کیساتھ ہوا تیرھویں صدی کے مشہور مشائخ چشتیہ مثلاً خواجہ سلیمان تونسوی شاہ نیاز احمد بریلوی حافظ محمد علی خیرآبادی بواسطہ حضرت مولانا فخر الملۃ والدین قدس سرہ آپ کے ہی شجر برکت اثر سے فیض بخش ثمرات تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ بمقام شاہجہان آباد ہوئی۔ علما وقت مثل اخ عمر سے تکمیل علوم فرمائی حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے وہیں حضرت خواجہ کبیر یحییٰ مدنی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور مثال خلافت حاصل کی۔ خواجہ کبیر یحییٰ مدنی

بسمل ہو کر شرف بیعت حاصل کیا مجاہدات و ریاضات کی کثرت سے پیر کو اپنا فریفتہ کیا یہانتک کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مریدان را فخر بر پیر خود باشد و من برایں مرید می نازم۔ آپ کی مجلس میں علماء و مشائخ کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا حضرت شاہ بھیک قدس سرہٗ سے مراسم اتحاد بہت زیادہ تھے روشن الدولہ ظفر خاں جو سلطنت کا رکن اعظم اور شاہ بھیک صاحب کا مرید و معتقد خاص تھا شاہ صاحب کی وساطت و سعی سے آپ کے حلقہ درس میں داخل ہوا اور حدیث شریف کا سبق شروع کیا ایک دن اتفاق سے دہلی کے کوئی معمر شخص ظفر خاں کی ملاقات کو شیخ کے حلقہ درس میں آگئے ظفر خاں نے سبق کی حالت میں اس شخص کو اٹھکر تعظیم دی آپ کو یہ فعل سخت ناگوار و ناپسند ہوا اسی وقت مجلس برخاست فرمائی اور ظفر خاں سے ارشاد کیا کہ آیندہ سے ہرگز میرے سامنے سبق کو نہ آنا۔ اس لئے کہ تو نے حدیث نبوی پر اہل دنیا کی تعظیم کو مقدم سمجھا ہر چند

[illegible]

جن کا سلسلہ بواسطہ شیخ محمد اعظم چشتی گجراتی حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہٗ تک پہونچتا ہے مدینہ منورہ میں ۲۷ صفر ۱۱۲۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں نہایت صاحب ورع و تقویٰ اور صاحب تصانیف بزرگ ہیں آپ کی مجلس سماع کا دروازہ مقفل ہوتا تھا اور کسی شخص کو حاضری کی اجازت نہ ہوتی تھی حالت سماع میں جس پر نظر پڑ جاتی مست و بیخود ہو جاتا۔ ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ اہل قبور جن کے مزارات پر میں حاضر ہوتا ہوں میرے حال سے واقف ہوتے ہیں یا نہیں آپ نے اس کو ایک گلدستہ دیا اور فرمایا کہ حضرت محبوب الٰہی رضؓ کے آستانہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرنا اور یہ گلدستہ پیش کرنا وہ شخص جب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا مزار مبارک سے ایک نورانی ہاتھ برآمد ہوا اور گلدستہ لیکر پھر قبر شریف میں غائب ہو گیا۔ وصال آپکا ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۱۴۲ھ میں ہوا دہلی میں مزار زیارتگاہ خلائق ہے۔ سواء السبیل۔ کشکول۔ مرقع۔ مکتوبات آپ کی تصانیف سے ہیں۔

۵ حضرت شاہ بھیک قدس سرہٗ۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جلیل القدر مشائخ کرام سے ہیں شاہ ابو المعالی۔

ظفرخاں نے منت وسماجت کی لیکن کچھ پذیرائی نہوئی۔ اتباع شریعت اور پیروی سنت ہر وقت ملحوظ خاطر تھی اور ہر خلاف شرع فعل آپ کے قلب روشن پر آئینہ ہوجاتا تھا آپ کا ایک خادم بازار سے آپ کے نام سے کسی قدر رعایت کے ساتھ گنا خرید کر لیا آپ نے اس گنے کی صرف ایک پوری کھائی تھی کہ فوراً شک پیدا ہوا خادم سے حالت دریافت کی اُس نے عرض کیا صرف اتنی خطا خریداری میں ضرور ہوئی ہے کہ آپ کا نام لیکر قیمت میں کفایت کرالی ہے۔ اسی وقت آپنے وام زیادہ دیکر گنا واپس کرا دیا اور حلق میں اونگلی ڈالکر قے کر دی غرض اسی طرح کے صدہا واقعات روزانہ پیش آتے رہتے تھے جن کی تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ روضۂ صفا اور تذکرۃ الواصلین میں کسی قدر تفصیلی حالات لکھے ہیں آپ کی نسبت اویسیہ حضرت محبوب الٰہی کے ساتھ نہایت قوی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک پڑوسی بدایونی مولوی صاحب دہلی آپ سے ملاقات کے لئے پہونچے اور حضرت محبوب الٰہی صاحبؒ کے آستانہ پر آپ کی ہمراہی میں حاضر ہوئے راستہ میں دعوے کیا کہ مجھکو حضرت سے نسبت تو یہ حاصل ہے جب مزار شریف حاضر ہوئے۔ دوسرے بدایونی عالم فاتحہ میں مشغول تھے کہ دیکھا مرقد منور سے ایک مقدس ہاتھ جس میں چند پھول اور پان تھے نکلا اور مولانا عطیف قدس سرہ

شاہ بھیکہ

چشتی رحمۃ کے خلیفہ نسباً سادات کرام ترمزی سے ہیں آپ متاخرین مشائخ میں نہایت مقدس و ممتاز بزرگ تھے آپ کے صدہا مرید و خلیفہ ہوئے۔ ہندی میں آپ کے دوہرے اور اشعار مشہور ہیں۔ نوسال کی عمر میں آپ کے والد سید محمد یوسف کا انتقال ہو گیا آپ کی تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے کی۔ ظاہری تحصیل وتکمیل اخوند فرید سے کی کتاب ثمرۃ الفواد میں آپ کے مفصل حالات موجود ہیں تاریخ ولادت ۹ ماہ رجب دوشنبہ ۱۰۴۰ھ اور تاریخ وصال ۵ رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ۔ مزار شریف قصبہ گہرام میں ہے۔ نواب ظفرخاں روشن الدولہ نے مقبرہ بنوایا ہے تاریخ وصال فقرہ شاہ بھیکہ مقبول خدا سے نکلتی ہے۔

کے ہاتھ میں وہ پان اور پھول دیکر اندر ہو گیا بعد فراغ فاتحہ مولانا نے اُن عالم صاحب کو دیکھکر تبسّم فرمایا اور کہا کہ آپ کا گمان رفع کرنے کے لیئے اس وقت یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ ورنہ میں تو اُس بارگاہ سلطانی کا ادنےٰ خادم ہوں۔ اس زبردست نسبت کا مولانا کے وصال کے بعد یہ اثر ظاہر ہوا کہ جس شام کو آپ نے رحلت فرمائی آپ کے متوسلین وتلامذہ میں باہم گفتگو ہوئی کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے صبح کو خدّام کرام حضرت محبوب الٰہی صاحب قدس سرّہٗ میں سے ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ شب کو چند خدّام نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد عطیف محبوب من است در جوار من دفن کنید چنانچہ پایئں مزار مبارک حضرت محبوب الٰہی رضؓ آپ کو دفن کیا گیا کوئی فرزند آپ نے عقب میں نہ چھوڑا۔ ۲۱ ربیع الاوّل شریف بروز پنجشنبہ ۱۱۰۱ھ آپ کا وصال ہوا۔

زدنیا چوں بملک جاوداں را	عطیف شیخ وقت وباخدا رفت
تہی شد درنگاہ علم وعرفاں	ولیؒ و عالم و بامرتبہ رفت
بصد اندوہ وغم سال وصالش	خرد گفتہ قیام مدرسہ رفت ۱۱۰۱ھ

مولانا محمد لطیف قدس سرّہٗ آپ اپنے والد مولوی عبد الطیف صاحب کے بعد مسجد شاہی جامع شمسی بدایوں کے خطیب وامام مقرر ہوئے اور بمدت العمر اس خدمت کو انجام دیا۔ ذی علم عابد وزاہد تھے۔ آپ نے تین لڑکے اور ایک لڑکی جو مولانا قاضی امین الدین ابن مفتی درویش محمد کو منسوب تھیں اپنے اعقاب میں چھوڑے۔ اور ۷ رجمادی الاولیٰ ۔۔۔ کو انتقال کیا شجرۂ اولاد ذیل میں درج ہے۔

مولانا منیر الحق صاحب
مولوی عبدالستار
مولوی تفضل حسین صاحب
مولوی عبدالسبحان صاحب
مولوی عبدالمعبود صاحب
مولانا حکیم سراج الحق
مولوی عبدالرحمن صاحب
مولانا فیض احمد صاحب
مولوی عبدالغفار صاحب
مولوی زین العابدین صاحب
مولوی عبدالرزاق صاحب
مولوی ممتاز الدین صاحب
مولانا حافظ حکیم غلام احمد صاحب
مولوی عبدالوہاب صاحب
مولوی فخرالدین صاحب
مولوی شہاب الدین
خورشید کمال
مولانا شمس الدین صاحب
مولوی غلام حمزہ
مولوی قطب الدین صاحب
مولوی حافظ خیرالدین صاحب
بحر العلوم مولانا محمد علی قدس سرہٗ
مولوی خطیب محمد اکرام صاحب
مولوی گل محمد صاحب
مولوی کاظم حسین
مولوی گل محمد صاحب
مولوی خطیب محمد عمران صاحب
مولوی نصیر الدین صاحب
مولوی خطیب غلام سرور صاحب
مولوی سعدالدین
مولانا محمد لطیف صاحب

حضرت قطب زمان بحر العلوم مولانا محمد علی صاحب قدس سرہٗ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۱۲۳۲ الہجری میں ہوئی ہوش سنبھالتے ہی طلب علم کے بیخودانہ شوق میں سیاحت شروع کی ہندوستان کے مشاہیر و ممتاز علمائے کرام سے جو جس فن میں کامل تھا وہی فن حاصل کیا۔ اُس زمانہ میں علامہ قاضی مبارک[1] گوپاموی علیہ الرحمۃ آسمان علم کے آفتاب تاباں تھے آپ ان کی درسگاہ میں پہونچے اور بکمال تحقیق معقول کو حاصل کیا قاضی صاحب نے مولانا کی خاطر کتاب نایاب قاضی مبارک شرح سلم العلوم تالیف فرمائی اور آپ کو نہایت دلسوزی اور شفقت کے ساتھ پڑھا کر یکتائے عصر کر دیا قاضی صاحب اور مولوی حمد اللہ[2] صاحب سندیلی کے درمیان اکثر علمی مکالمہ اور مناظرہ رہتا تھا

[1] علامہ قاضی مبارک گوپاموی علیہ الرحمۃ آپ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے ہیں آپ کے والد شیخ محمد دائم ادہمی فاروقی تھے منطق و فلسفہ میں آپ اپنا عدیل نہ رکھتے تھے میر زاہد ہروی کے قابل فخر تلامذہ میں تھے شرح سلم العلوم آپ کی خداداد قابلیت کا روشن آئینہ ہے۔ مولوی حمد اللہ اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی سے ہمیشہ مسائل علمی پر مناظرہ اور چھیڑ چھاڑ رہتی تھی گوپامؤ کے علم خیز خطہ میں دو قاضی مبارک گزرے ہیں ایک قاضی مبارک اول ہیں جو مرید و شاگرد مولانا شیخ نظام الدین امیٹھوی قدس سرہٗ کے تھے جن کا ذکر منتخب التواریخ میں ہے یہ قاضی ثانی ہیں سنہ ۱۱۶۲ھ ان کا انتقال ہوا۔

[2] مولوی حمد اللہ سندیلوی۔ آپ حکیم شکر اللہ ولد شیخ دانیال ولد پیر محمد کے لڑکے صدیقی نسب ہیں حضرت مولانا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ سے ہیں آپ عالم عامل اور طبیب کامل تھے سندیلہ میں آپ نے ایک بڑا مدرسہ جس میں اکابر علما تعلیم پاتے تھے تعمیر کرایا اور اس کے مصارف کے لئے بادشاہ وقت سے چند دیہات معاف کرائے دربار شاہی دہلی سے فضل اللہ خاں کے نام سے مخاطب کئے جاتے تھے نواب ابو المنصور خاں والئی اودھ نے آپ سے دستار بدل کر بھائی چارہ قایم کیا تھا۔ قاضی احمد علی سندیلی آپ کے داماد مولوی

جس میں علامہ قاضی صاحب کی جانب سے مولانا پیش پیش ہوتے تھے۔ دینیات کی تکمیل مولانا قاضی مستعد خاں دہلوی سے جو مولانا محمد عطیف صاحب کے ارشد تلامذہ میں تھے آپ نے فرمائی تھی علامہ قاضی مبارک علیہ الرحمۃ آپ کے تبحر پر ہمیشہ ناز فرماتے اور بحر العلوم کے خطاب سے مخاطب بناتے۔ دہلی پہونچکر آپ خانقاہ عالم پناہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اپنے عم مکرم کی بجائے مسند افادہ پر رونق افروز ہوئے اور ایک عالم کو اپنے فیض سے مستفیض فرمایا۔ اسی عالم میں ذوق عرفان سے طبیعت کو لگاؤ ہوا تائید غیبی شامل حال تھی حقائق آگاہ حضرت میر عبد اللہ قادری دہلوی کی جو بظاہر لباس ریاست سے آراستہ اور بباطن خلوت فقر و فنا میں ہمہ تن پوش تھے۔ نظر آپ پر پڑی دیکھتے ہی فرمایا کہ ای مولوی محمد علی من از بہتے در تحمل امانت تو حیرانم بگیر و ہر ا رستگار کن آپ اس کلام برکت انجام کو سنتے ہی بے ہوش ہو گئے حضرت میر صاحب اسی عالم میں مولانا کو اٹھا کر اپنے مکان پر لیگئے اور خود سامان سفر درست کیا مولانا کو اس غشی سے جو دراصل ترقی مدارج کا معراج کیف وصال تھا افاقہ ہوا میر صاحب نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں داخل فرماکر نظر توجہ کی ایک جھلک میں منزل مقصود پہ پہونچا دیا اور خود نمعلوم کہاں کا قصد فرمایا کہ بعد کو کسی شخص نے آپ کا سراغ نہ پایا۔ مولانا اس دولت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کو دامن میں لئے عازم وطن ہوئے اور مدرسۂ قدیمہ کو رونق تازہ بخشی اور اپنے ظاہری و باطنی فیض سے صدہا بندگان خدا کو فیضیاب کیا۔ نواب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳

احمد حسین لکھنوی۔ ملا بابہ اللہ جونپوری۔ مولوی محمد اعظم۔ مولوی عبد اللہ مستعد دہلوی وغیرہ آپ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں حمد اللہ شرح تصدیقات سلم العلوم۔ حاشیہ شمس بازغہ شرح زبدۃ الاصول عالی مشہور کتابیں ہیں وفات آپ کی ۱۲۶۰ھ میں بمقام دہلی ہوئی آستانہ قطب صاحب میں دفن ہوئے۔

آصف الدولہ والی اودھ کو آپ سے حسن عقیدت اور شرف تلمذ تھا آپ کی ملاقات کیلئے
بدایوں آیا اس وقت آپ کے حلقہ درس میں طلبہ کی اس قدر کثیر تعداد تھی کہ اُن کے
وضو کا پانی پرانی کچہری تک جہاں اب شفا خانہ ہے بہکر جاتا تھا اور ایک گڑھے
میں جمع ہوتا تھا لوگوں نے نواب سے کہا کہ حضرت مولانا کے طلبہ کے وضو کا پانی
اس گڑھے میں جمع ہوتا ہے جس کا گہرا اثر نواب کے دل پر پڑا بروقت ملاقات
چند قطعات اراضی وموضع شادی پور وغیرہ کی سند پیش کی جس پر مولانا سراج الحق
صاحب کے زمانہ تک تصرف رہا۔ اسی طرح روساء شیخو پور نے جو فریدی فاروقی
خاندانی رئیس تھے اور آپ سے ارادت و تلمذ رکھتے تھے باصرار تمام ایک وسیع
قطعہ زمین مسجد و مدرسہ و مکان کی تعمیر کے لئے نذر گزرانا مسجد قدیم دوبارہ سہ بارہ
تعمیر ہو کر مسجد خرما مشہور ہوئی مسجد کی محراب وسطی میں ایک پتھر پر یہ قطعہ تعمیر
کندہ ہے۔

بنا ئی مسجد زیبا ی حاجی الحرمین	ز شیخ افضل روشن چو آفتاب شدہ
بجستجوئے شدم سال از مرمت او	خرد بگفت چو مسجد مثال کعبہ شدہ

حضرت مولانا کے زمانہ کی مرمت کا پتھر جو اندرون مسجد نصب ہے اس میں
۱۱۸۱ھ کندہ ہے۔

مدرسہ کا نام مدرسہ محمدیہ قرار پایا جو اب مدرسہ عالیہ قادریہ کے نام سے موسوم
ہے۔ آپ کے فضل و کمال پر ہر قوم اور ہر طبقہ کے لوگ گرویدہ تھے اودھ اور
روہیلکھنڈ کے نواب سب کو آپ پر اعتقاد و خلوص تھا روزانہ خوارق عادات
اور تصرفات کا اظہار آپ سے ہوتا رہتا تھا۔ ایک واقعہ آپ کے زمانہ کا یہ ہے
کہ آپ کے قریب کے ہمسایہ دنیا دار رئیس جو رسومات اہل ہنود سے دلچسپی رکھتے
اور ان کی خوشی کے تیوہاروں سے خوش ہوتے شریعت اسلامیہ کی عظمت اور
حاملان شریعت کی مرتبہ شناسی سے بیگانہ تھے اور آپ کے مواعظ حسنہ سے
کچھ متاثر نہوتے تھے ایک مرتبہ ایام ہولی میں ان اہل محلہ امرا کی رعایائے اہل ہنود

رنگ پاشی کرتے گاتے بجاتے تمسخرانہ ہیئت سے مولانا کے دروازہ سے گزرے
آپ نے پاس ہمسائیگی کے خیال سے بعض دیگر اہل محلہ کے سامنے ان چند منتخب
روسا کو بلاکر ایک امیر صاحب کو سمجھایا کہ فقیر کے دروازہ پر رنگ کر ایسی حرکت اگر
آپ کی کوشش سے یہ لوگ نہ کریں تو مناسب ہے مگر آپ کا سمجھانا کچھ نتیجہ خیز
نہوا۔ اور چوپہیاں برابر رنگ ریلیاں مناتی اودھم مچاتی اُسی طرح آپ کے دروازہ
پر شور و غل کرتی ہوئی گزرتی رہیں جس سے آپ کے مشاغل کے سوا درس و تدریس
میں بھی ہرج واقع ہوا۔ بالآخر آپ نے نظر مردم سے علیحدہ گوشہ نشینی اختیار فرمائی
اس کے بعد اہل ہنود کا مجمع اسی طرح جب خواہ مخواہ مولانا کے دروازہ پر سے گزرا
ولایتی طلبہ جمعیت اسلامی کے جوش میں مجمع پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کردیا
جب ان امیر صاحب کو اطلاع ہوئی خود معہ رفقا و ملازمین کے اہل ہنود کی
امداد کے لئے آئے طالبعلموں نے اور بھی غضبناک ہوکر زدوکوب میں ترقی کی
امیر مذکور معہ مجمع کے پراگندہ ہوکر اپنے مکانکو بھاگ کر پہونچے طالبعلم ولایتی بھی
تعاقب کناں پیچھے ہوئے اسی اثنا میں بہت اہل محلہ جمع ہوئے اور مولانا کی تلاش
شروع کی جب مولانا کو تلاش کرلیا تو یہ واقعہ بیان کیا آپ فوراً حفظ ناموس کے
خیال سے کہ ایسا نہو کہیں طلبہ زنانہ مکانوں میں گھس جائیں دیگر اشخاص کو لیکر
رئیس مذکور کے دروازہ پر پہونچے طالبعلم آپ کو دیکھکر پاس ادب سے واپس ہوئے
مگر ایک طالبعلم آپ کے تشریف لانیسے پیشتر رئیس کے مکان میں گھس گیا اور اُن کے
بڑے لڑکے کو قتل کردیا۔ آپ نے طالبعلم کو سخت تعزیر دی اور بہت تاسف فرمایا
تمام عمر مولانا کی درس و تدریس میں بسر ہوئی آخر عمر میں نواب اودھ نے نیازمندانہ
اصرار کے ساتھ آپ کو بعض مسائل کے حل کے لئے لکھنؤ بلایا۔ آپ لکھنؤ ہی
تھے کہ بعمر ترسیٹھ سال ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۹۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے
متوسلین موجودہ شہر لکھنؤ آپ کا جنازہ بدایوں لائے اور آپ کو عیدگاہ شمسی کے
چبوترے کے قریب جانب شمال دفن فرمایا آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے مولانا

محمد سعید صاحب ابن مولانا محمد شریعت صاحب قدس اسرارہم کی دو صاحبزادیاں آئیں پہلی صاحبزادی بی بی نسیمہ سے مولانا شمس الدین پیدا ہوئے دوسری دختر بی بی صالحہ سے جن کی وفات ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۰۸ھ میں ہوئی مولانا فخر الدین اور مولانا قطب الدین پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا کا قطعہ تاریخ وصال یہ ہے:-

از وفات مولوی معنوی	گشت تیرہ ہمچو شب روز جہاں
از خرد جستم چو تاریخش بگفت	کرد رحلت زین جہاں قطب زمان

مولانا فخر الدین قدس سرہٗ۔ آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب[۵۱] کے فرزند و شاگرد اور حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق عبد المجید قدس سرہٗ الوحید کے پھوپی زاد بھائی تھے ابتدائے عمر سے ذکر و اشغال کی طرف مائل تھے بعض اشغال کی اجازت جلہ نشین مارہرہ مطہرہ حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ سے حاصل کر کے کشود خاطر کے متمنی تھے مگر وقت نہ آیا تھا عجلت پسند طبیعت نے بدگمانی کا مادہ پیدا کیا آپ حضرت مولانا فخر الملتہ[ا] والدین دہلوی اورنگ آبادی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کے قصد سے روانہ ہوئے لیکن تاجدار مارہرہ مطہرہ کی کشش نے اپنی طرف کھینچا بریلی سے واپس ہوئے۔ بوساطت حضرت سیدی شاہ عین الحق مولانا عبد المجید قدس سرہٗ مارہرہ حاضر ہو کر حضور معلّی کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے۔ وجدانہ کیفیت میں رنگ گئے

۵۱ حضرت فخر الملت والدین مولانا فخر الدین چشتی اورنگ آبادی قدس سرہٗ۔ والد ماجد آپ کے حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی اکابر اولیا و متاخرین ہند سے تھے اور حضرت فانی فی اللہ مولانا کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ کے محبوب و مقبول خلفا میں تھے۔ والد کی طرف سے آپکا سلسلۂ نسب حضرت شہاب الاولیا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی تک اور والدہ کی طرف سے حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمۃ تک پہونچتا ہے بعد حصول خلافت دہلی سے اورنگ آباد کی خدمت سپرد کی گئی ہزار مخلوق الٰہی کو فیض ظاہر و باطن سے متفیض فرما کر

صوفیانہ اشعار ہر وقت ورد زبان خوش الحانی پر طبیعت مائل۔ غرض ایک ہستی کا عالم تھا جو آخر عمر تک رہا۔

سال رحلت آثار احمدی میں ۱۲۵۸ھ لکھی ہے لیکن ہدایت المخلوق میں ۱۲۶۱ھ میں مرید ہونا تحریر ہے تین پسر مولوی ممتاز الدین مولوی زین العابدین۔ مولوی خورشید کمال چھوڑے۔ پسر اوّل کی اولاد نرینہ میں کوئی نہیں ہے۔ پسر دوم مولوی زین العابدین صاحب۔ حضرت مولانا عبد المجید صاحب قدس سرہٗ کے داماد تھے۔ مولوی تفضل حسین صاحب اور مولوی خلیل تجمل حسین صاحب ان کے لڑکے تھے دونوں کی اولاد نرینہ موجود نہیں۔ اور مولوی خورشید کمال لاولد رہے۔

مولانا قطب الدین قدس سرہٗ ابن حضرت مولانا محمد علی صاحب یہ بھی سلسلہ عالیہ قادریہ تبرکاتیہ میں حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کے مرید تھے علم و فضل میں یگانہ تھے لاولد فوت ہوئے۔

مولانا شمس الدین محشی شرح وقایہ قدس سرہٗ۔ آپ بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے تھے۔ امیرانہ شان و شوکت کے ساتھ دل کے تونگر تھے درویشانہ سیرت کے ساتھ عالمانہ انداز پر گزر اوقات فرماتے تھے فقہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی درس و تدریس کا اشتغال تھا آپ کو بھی معافیات اور آراضیات کی سندیں نوابان اودھ اور شاہان دہلی کی جانب سے حاصل تھیں جن کا تذکرہ کوئی قابل افتخار نہیں ہے۔ مدرسہ عالیہ قادریہ کے کتب خانہ میں سیکڑوں ایسی سندیں موجود ہیں جس کو راقم الحروف نے دیکھکر خیال قایم کیا تھا کہ ہر بزرگ کے

---

۵ [illegible]

۱۲۴۲ھ میں وصال فرمایا آپ کی وفات کے بعد مولانا فخر صاحب سجادۂ چشت پر جلوہ افروز ہوئے اور ۱۱۷۵ھ بالقائے ربانی دہلی تشریف لائے ہندوستان بھر میں فیض روحانی اور کمال ظاہری کی نہریں جاری فرماکر خدائی کو فیضیاب کیا۔ آپ کے خلفا کی تعداد بیرون از شمار ہے اکابر دہر اور سلاطین عصر آپ کی عظمت و کفش برداری کو سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے بدایوں میں بھی آپ کے خلفا اور

تذکرہ میں ان عطیات سلاطین کا حوالہ دیکر دنیوی اعزاز بھی ظاہر کروں لیکن ممانعت نے مجبور کر دیا۔ بہر حال صرف مختصر حالات ہی پر اکتفا کرتا ہوں مولانا کا انتقال اپنے والد کے سامنے غرّہ محرّم الحرام ۱۱۹۶ہجری میں ہوا شرح وقایہ پر بسیط حواشی آپنے تحریر فرمائے۔ ۲۳ سال کی عمر پائی ایک دختر اور ایک پسر اپنی یادگار چھوڑے۔

فخر الاطبّا مولانا حافظ حکیم غلام احمد قدس سرّہٗ آپ مولانا شمس الدینؒ کے لڑکے اور حضرت سیدی مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق قدس سرہٗ کے داماد تھے۔ آپ قطع نظر جامع علوم معقول و منقول ہونے کے فن طب میں ید طولےٰ رکھتے تھے دست شفا کی برکت سے ہزاروں مریض آپ سے اپنی مراد کو پہونچے۔ اس کے سوا آپ خوشنویس اور تیر انداز بھی اعلےٰ درجہ کے تھے ملفوظات معینی میں ہے کہ مولوی غلام احمد فاضل و حکیم و حافظ و خوشنویس و تیر انداز بود۔ فن طب کی شہرت نے نواب ڈھاکہ کے اصرار سے آپ کو مرشد آباد پہونچایا وہیں ۱۲۲۶ھ پنجم شہر ذوالحجہ آپ نے انتقال فرمایا۔

فاضل دہر استاذ العصر علّامہ اوحد مولانا فیض احمد قدس اللہ سرہ الصمد آپ علمی دنیا میں علما کے سرتاج اور مجلس عرفا میں معرفت کے روشن چراغ تسلیم کئے گئے ہیں ۱۲۲۳ھ میں عالم وجود میں بزم آرا ہوئے کمسنی میں فخر الاطبا کا سایہ سر سے اٹھگیا آپ کی والدہ ماجدہ نے جو ولیۂ عصر اور عفیفۂ دہر اور

ضمیمہ حاشیہ صفحہ ۵

مریدین کی تعداد کم نہ تھی۔ مولوی گل محمد اور مولوی قل محمد عثمانی آپ کے خلفا میں تھے بعمر ۷۰ سال ۲۷ رجادی الاخری ۱۱۹۹ھ میں آپ نے وصال فرمایا لفظ خورشید و جہانی اور آیہ شریفہ اولیا اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون سے سن وصال برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف میں رسالۂ نظام العقائد ہے جس میں افضلیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بکمال وضاحت ثابت کیا ہے۔ ایک رسالہ فخر الحسن ہے جس کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بعض اقوال کے رد میں تالیف فرماکر اپنے کمال تبحر اور شان استدلال کا جلوہ دکھایا ہے۔

حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق عبد المجید قدس سرہ الوحید کی دختر بلند اختر تھیں اپنے بھائی حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قدس سرہ کی سپرد آپ کو کر دیا۔ ماموں کے آغوش محبت میں بڑے ناز و نعم سے پرورش پائی۔

محبت بھرے وہ پیارے الفاظ جس کے حرف حرف سے بوئے الفت آتی ہے خود حضرت سیف اللہ المسلول کے ارشاد فرمائے ہوئے ملفوظات معینی سے ہم نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ بفضلہ تعالےٰ فیض احمد مذکور کہ ہمشیر زادہ و نور دیدہ و لخت دل و قوۃ بازوئے خاکسار است جامع کمالات انسانی است در علوم مروجہ بر معاصرین بالا دست و عقیدت و محبت صحیحہ با محبان و محبوبان خدا دارد اللہم زد اثر عین الکمالی کہ دارد ہمینکہ بخدمات جلیلہ حکام دنیا تضیع وقت میکند اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرماید چونکہ علاقہ حبل المتین محبت دوستان خدا بدست دارد امید ما است۔ خزانہ قدرت سے آپ کو وہ ذہن و دماغ عطا ہوا تھا جس کی مثال آجکل ناپید ہے۔ ذرا سی عمر میں تمام علوم معقول و منقول نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ حاصل فرمائے۔ آپ کی ذہانت و ذکاوت خداداد پر ہم سبق طلبہ رشک کرتے تھے۔ پندرھویں سالگرہ نہ ہونے پائی تھی کہ اجازت درس حاصل ہو گئی تقریر و تحریر میں وہ زور تھا کہ مخاطب شان استدلال او ہیبت کلام سے ساکت ہو جاتا جب تکمیل سے فراغ کامل حاصل ہوا دولت بیعت اپنے مقدس نانا حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے پائی۔ اس کے بعد سلسلۂ ملازمت میں داخل ہو کر اس عہدۂ جلیلہ پر مامور ہوئے کہ تمام سیاہ و سپید آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اسوقت آگرہ صوبہ کا صدر مقام تھا۔ آپ لفٹنٹی کے سررشتہ دار تھے۔ ثروت و امارت خاندانی کے سوا عہدہ کی وجاہت اس پہ طرہ یہ کہ سرولیم میور لفٹنٹ گورنر بہادر صوبۂ آگرہ و اودھ آپ کے شاگرد خاص اور احترام کنندہ۔ ہزاروں اہل حاجت

دستگیری فرمائی وطن کے اہل غرض مطلب براری کے لئے روزانہ آپ کی خدمت
میں حاضر ہوتے - ہر وقت مطبخ گرم رہتا فقرا و مساکین ہمیشہ دامن دولت سے
وابستہ رہتے - کبھی پیسہ آپ کے ہاتھ میں نہ رہتا اور مقروض رہتے اہل بریلی پر جو کچھ
احسانات آپ کے ہیں وہ کبھی فراموش نہیں ہو سکتے - آپ کے خوان کرم
کے نمک کا اثر جبتک ملاحتِ عیش و نشاط باقی ہے بعض طبقوں سے دور
نہیں ہو سکتا - جن جن لوگوں پر جس جس طرح آپ نے احسان فرمائے ہیں واقفکار کی
نظروں میں ہیں - اور سمجھنے والے جانتے ہیں - باوجود ثروت و وقار کے
دل فقیرانہ مزاج شاہانہ تھا - فقراسے محبت - غربا سے الفت - طلبہ کے شیدائی
شایقین علم کے فدائی تھے شاگردوں کے تمام ضروریات کے خود متکفل ہوتے
تھے سلسلۂ درس و تدریس اقامت آگرہ میں بھی برابر جاری رہا - شاعری کا مذاق
سلیم خاص طور پر جزو طبیعت تھا کلام میں حسن فصاحت اور رنگ بلاغت دونوں
موجود ہیں مضامین آفرینی کے ساتھ زبان کی صفائی سونے پر سہاگہ ہے رسوا
تخلص فرماتے تھے - عربی - فارسی - اردو ہر سہ زبانوں میں آپ کے اشعار انمول
جواہر ہیں - ابتدا میں عاشقانہ کلام پر زور طبیعت صرف کیا لیکن مرید ہونے کے
بعد دوسرا رنگ چڑھا مناقب سرکار غوثیت میں جدّت کے ساتھ طبع آزمائی ہونے
لگی ایک مرتبہ لاٹ صاحب نے ایک قصیدہ کی فرمائش کی رات کو فکر میں بیٹھے
بہت دماغ سوزی سے کام لیا بجز چند اشعار کے (وہ بھی اپنی طبیعت کے لحاظ
سے بے لطف) کچھ نہو سکا یہانتک کہ تہجد کا وقت ہو گیا یکایک دل میں خیال
پیدا ہوا کہ افسوس ایک دنیوی حاکم کے حکم سے اس قدر وقت عبث صرف ہوا
کاش یہ وقت اپنے دین و دنیا کے حاکم سرکار غوثیت مآب کی مدح و ثنا میں صرف
ہوتا - فوراً وضو کیا نوافل تہجد ادا فرمائے معمولات شبانہ سے فارغ ہو کر نماز
فجر سے پیشتر ایک جلسہ میں اور ایک آن میں ایک سو گیارہ شعر کا قصیدہ جو
صنائع لفظی و معنوی سے آراستہ ہے قلم برداشتہ ثنائے حضور غوث اعظم میں

تحریر فرمایا۔ یہ قصیدہ ہدیۂ قادریہ میں موجود ہے آپ کا ذخیرہ کلام جو تینوں زبانوں میں جداجدا قلمبند کیا جاچکا تھا ہنگامۂ غدر میں خدا معلوم کس کے ہاتھ لگا۔

صرف تھوڑا سا کلام حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے ارشاد سے ہدیۂ قادریہ میں مطبوع ہوا۔ عربی میں آپ کا علم ادب اہل عرب کیلئے باعث رشک ہے ہدیۂ قادریہ حضرت تاج الفحول نے جب بغداد شریف کے حضرات کو نذر گزرانا تو وہاں کے بڑے بڑے ادیب تعجب کرتے تھے اور کسی ہندی کے کلام ہونے کا یقین نہ آتا تھا۔ آپ کی تصانیف سے کلام میں رسالہ تعلیم الجاہل بجواب تفہیم المسائل اور شرح ہدایت الحکمۃ صدر یا شیرازی نیز تعلیقات علی فصوص الفارابی دستیاب ہوسکیں۔ آپ نے زمانۂ غدر میں آگرہ ہی سے جبکہ ہر طرف ہنگامۂ جدال و قتال گرم تھا ترک علایق کرکے راہ حق میں قدم رکھا اور جادہ فنا تک پہونچکر بقائے جاودانی کا لطف اٹھایا۔ کسی کو آپ کا پتہ نہ چلا کہ کہاں تشریف لے گئے۔

تحفۂ فیض مطبوعہ مرتبہ حضرت تاج الفحول مولانا شاہ فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حالات کا روشن آئنہ ہے آپ کے تلامذہ کا حصر و شمار دشوار ہے۔ بعض کے نام یہاں مذکور ہیں۔

حکیم سید اولاد علی اکبرآبادی۔ قاضی باسط علی اکبرآبادی۔ مولوی سید احمد حسن[۵۱] قنوجی۔ مولوی عبدالصمد لکھنوی۔ مولوی فضل احمد فرخ آبادی۔ مولوی[۵۲]

---

۵۱ مولوی احمد حسن صاحب نقوی سید آل حسن قنوجی کے بڑے لڑکے تھے ۱۹ رمضان ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے بدایوں آکر تحصیل علم کی درسیات مروجہ سے فارغ ہوکر کچھ دنوں مولوی عبدالجلیل علی گڈھی سے پڑھا سند حدیث شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی سے حاصل کی ۱۲۷۷ھ میں بارادۂ حج گھر سے روانہ ہوکر بڑودہ میں پہنچکر مولوی غلام حسین قنوجی کے مکان پر ۹ ربیع الثانی ۱۲۷۷ھ ۱۱ ولے کو فوت ہوئے۔

۵۲ مولوی سراج احمد صاحب سہسوانی معہ مولوی اولاد علی صاحب کے بدایوں آکر مولانا کے زمرۂ تلامذہ میں

سراج احمد مولوی اولاد احمد سہسوانی وغیرہ بیرونجات کے اشخاص ہیں اور اہل شہر میں مولوی صبیح الدین عباسی - مولوی قاضی شمس الاسلام عباسی - مولوی سید دولت علی نقوی قبائی مولوی حکیم غلام صفدر - مولوی محمد اسحاق صدیقی -

تصنیف شمس مطبوعہ ۱۲۹۸ھ

داخل ہوئے جب تک مدرسہ عالیہ قادریہ میں رہے حنفیت کے رنگ رہے - کسی قدر مولوی تراب علی مرادآبادی سے پڑھے اُس کے بعد تقلید کا پٹکہ کمر سے نکالا وہابیت کا اظہار کیا سراج الایمان رسالہ لکھا جس کا جواب حضرت مولانا محی الدین صاحب قدس سرہٗ نے شمس الایمان تحریر فرمایا - مولوی اولاد احمد بھی غیر مقلد ہوگئے - مولوی امیر حسن سہسوانی مولوی سراج احمد صاحب ان کے شاگرد تھے -

۵۳ مولوی صبیح الدین صاحب عباسی - آپ اپنے استاد کے خالہ زاد بھائی تھے - تحصیل علوم نہایت ذوق کامل کے ساتھ کی تھی حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ الوحید اپنے نانا سے شرف بیعت حاصل تھا بعہدۂ صدر امینی ملازم تھے لیکن ملازمت میں بھی معمولات و اشغال کو ترک نہ کیا سلسلۂ درس بھی برابر جاری رکھا ۱۳۰۶ھ میں انتقال ہوا مولوی جمیل الدین خطیب جامع مولوی سدید الدین شایق - مولوی محمود احمد وکیل مولوی فصیح الدین صاحبان - ۴ فرزند چھوڑے -

۵۴ مولوی قاضی شمس الاسلام صاحب - آپ مولانا عبدالسلام صاحب عباسی کے صاحبزادہ اور مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ کے مرید با اختصاص تھے - آپ ریاست و امارت جود و سخاوت کے لئے ہمیشہ مشہور رہیں گے - رامپور میں آپ قاضی تھے - حضور سید المرسلین صلعم کے نام مبارک پر فدا تھے آپ کے دیوانخانہ میں ہر سال شب دوازدہم ربیع الاول شریف کو نہایت شان و شوکت سے محفل میلاد ہوتی تھی جس کی مثل ابتک کوئی محفل نہیں ہوسکی - ایک مرتبہ آثار شریفہ کے خدّام کو کل اثاث البیت نذر کر دیا - حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو آئے تھے ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ میں انتقال کیا -

۵۵ مولوی سید دولت علی صاحب قبائی آپ محلہ سید باڑہ بدایوں کے سادات کرام سے ہیں آپ اور آپ کے بڑے بھائی مولوی فرزند علی صاحب اور مولوی سید ارجمند علی صاحب معہ اپنی

مولوی محمد اسحاق صدیقی - مولوی محمد بخش صدر الصدور - مولوی علی بخش خان صدر الصدور - مولوی محمود بخش صدر الصدور - مولوی کرامت اللہ منصف مولوی محمد حسین مولوی نجابت اللہ خلیفہ غلام حسین صاحبان وغیرہ شرفا وعمائد اور مولوی نذیر احمد مولوی محمد سعید - مولوی نور احمد صاحبان علمائے کرام اہل خاندان سے آپ کے ارشد تلامذہ میں ہیں شعرا میں آپ کے مستفیضین میں مولوی افضل الدین فقیں - مولوی غلام شاہد فدا - مولوی احمد حسین وحشت -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳

ہمشیرگان کے حضرت مولانا شاہ عبد المجید صاحب قدس سرہٗ سے بیعت تھے - مدت العمر ریاست گوالیار میں عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہے - آپ کے بعد آپ کے لڑکے مولوی سید اکبر حسین صاحب بھی بہ نیچہ متعلق ریاست گوالیار میں جج رہے ۔

۵۶ حکیم مولوی غلام صفدر صاحب صدیقی - آپ حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے ماموں تھے فن طب میں کمال حاصل تھا ہمیشہ درس وتدریس اور علاج ومعالجہ میں عمر بسر فرمائی غربا وفقرا کی ہمیشہ امداد کی ۴ شعبان سنہ ۱۳۱۲ھ بمقام بھنڈولی ضلع بلند شہر انتقال ہوا -

۵۷ مولوی محمد اسحاق صاحب آپ شرفا ورؤسا بدایوں میں سے ہیں نسباً شیوخ صدیقی رحمانی سے تھے - رسائل دینیہ کی تصنیف میں عمر گزاری رسالہ منازل البرکات عربی - ہدیۃ البرکات فی فضائل عاشورا آپ کی تصنیف سے ہیں ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا -

۵۸ مولوی محمد بخش صاحب - آپ بدایوں کے نامور رؤسا میں تھے - عالم وفاضل تھے مدت تک بعہدہ صدر الصدوری - (سب جج) مامور رہے بعد پنشن اسپیشل آنریری مجسٹریٹ حلقہ دویم بدایوں کے رہے حضرت مولانا شاہ عبد المجید قدس سرہٗ کے مخصوص مریدین میں تھے باوجود اعزاز دنیوی اپنے پیر ومرشد کی اولاد امجاد کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ فی زمانا بہت سے لوگ اپنے پیر کا ایسا ادب نہیں کرتے ۲۶ رمضان سنہ ۱۳۰۰ھ میں انتقال ہوا اور اپنے مکان کے قریب مسجد میں دفن ہوئے آپ کے صاحبزادہ خان بہادر مولوی حامد بخش صاحب وائس چیرمین میونسپل بورڈ بدایوں کے سربرآوردہ لوگوں میں تھے -

مولوی نیاز احمد نیاز۔ مولوی اشرف علی نفیس وغیرہ مشہور لوگ ہیں۔ تاج العلما
سراج الاطبا جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب قدس سرہٗ ابن حضرت مولانا
فیض احمد صاحب آپ کی ولادت ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۶۷ھ کو ہوئی اظہار الحق
تاریخی نام مقرر ہوا تحصیل علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ کی اوّل اپنے والد ماجد سے کی
اس کے بعد استاذ العلما حضرت مولانا نور احمد صاحب سے استفاضہ علمیہ حاصل
کیا طب کو علماً اور عملاً حضرت سیف اللہ المسلول علیہ الرحمۃ سے سیکھا۔
نہایت زبردست دماغ آپ کو قدرت نے عطا فرمایا تھا۔ معقول۔ فلسفہ۔
ریاضی کے مشکل سے مشکل اور ادق سے ادق مسائل آپ کے ادنیٰ سے
ادنیٰ توجہ میں حل ہوتے تھے۔ عالم پیری میں آپ کے ذہن سلیم اور
حافظہ مستقیم کی یہ حالت تھی کہ شب کو علیگڈھ میں طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا
آپ چارپائی پر استراحت فرما ہوتے سبق شروع ہوتا ہر فن کی کتاب بلامطالعہ
اس بے تکلفی سے پڑھاتے کہ طلبہ دنگ ہو جاتے خصوصاً صفحہ کے صفحہ فقط
عبارت پڑھکر اس کے مطالب سمجھاتے۔ آپ کے طبی کمال کے اطبا دہلی
اور لکھنؤ قائل تھے۔ باصرار رئیس دان پور و دھرم پور آپ زیادہ تر علیگڈھ
میں قیام پذیر رہتے۔ جب بدایوں تشریف لاتے تو مریضان مایوس العلاج
کو عید ہو جاتی۔ اس فن شریف میں علاوہ ماہرانہ کمال کے خدا نے دست شفا
بھی وہ دیا تھا کہ جس بیمار پر ہاتھ رکھدیا خدا نے اس کو صحت عطا فرمادی۔
عمر گرانمایہ کو ہمیشہ افادہ و افاضہ میں ہمہ تن مصروف رکھا۔ مشاغل باطنی
کے اعتبار سے آپ کی زندگی بالکل مشائخانہ زندگی تھی زہد و اتقا کی شان
مقدس چہرہ سے صاف آشکار ہوتی تھی ایام عرس شریف میں قریب
چوکی آپ در سے پشت لگاکر بیٹھتے تھے۔ اور برکت و انوار عرس اور تجلیات
آستانہ قادریہ کے نظارہ میں مستغرق ہو جاتے تھے۔

۵۹ مولوی علی بخش خاں صاحب۔ آپ مولوی محمد بخش صاحب کے چھوٹے بھائی محلہ سوتھہ کے رکن اعظم اور رئیس اکبر تھے۔

خدا کی شان ہے کہ اسلاف سے لیکر اخلاف تک سب کا انتقال بدایوں سے باہر ہوا۔ آپ کے والد کے انتقال کی خبر بھی نہیں کہ کہاں ہوا دادا نے مرشدآباد میں مولانا بحر العلوم محمد علی صاحب قدس سرہٗ نے لکھنؤ میں انتقال کیا

۱۵ [illegible]

آپ بھی صدر الصدور تھے مشاغل علمیہ میں توغل خاص تھا ۱۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم تینوں بھائیوں نے مولانا سے ذوق کامل کے ساتھ کی اور مولانا کی مساعی جمیلہ نے ہر سہ برادران کو معراج اعزاز پر پہونچایا۔ آپ فن مناظرہ کے مختص اور مخصوص لوگوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں آپ کی تصانیف مشہور ہیں سرسید احمد خاں بہادر کے معاصر اور نیچریوں میں ہمیشہ سرسید سے تحریری اور تقریری مکالمے ہوتے رہے۔ غیر مقلدین میں ڈپٹی امداد علی صاحب آریوں میں دیانندجی سرستی کے اقوال باطلہ اور عقائد الحادیہ کا ہمیشہ آپنے بطلان ثابت کیا۔ مرزا غالب سے ہمیشہ شاعری میں چھیڑ چھاڑ رہی علم جفر میں بھی کمال حاصل تھا نعت شریف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور سننے کا از حد شوق تھا روزمرہ جو تازہ غزل تصنیف فرماتے اس کو اپنے مقررہ نعت خوانوں کی زبان سے سنا کرتے شہید تخلص تھا حضرت اقدس قدس سرہ المجید اپنے پیر و مرشد کے فدائی تھے اور زبردست نسبت رکھتے تھے یہ شعر آپ کا جس کو آپ نے اپنے بھتیجے جناب مولوی حامد بخش صاحب مرحوم کی زبان سے ادا کیا ہے آپ کے حسن عقیدت کا شاہد ہے فرماتے ہیں ؎ مرتے ہیں اس پہ مجیدی دفن ہوں در کے قریب بعد مرنے کے بھی نہ چھوٹے الصاعین حق چنانچہ بعد انتقال جو ۱۷ رجب ۱۲۸۳ہجری میں ہوا اپنے پیر و مرشد کے مزار کے متصل آستانۂ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ ع سید الحاج در بہشت رسید ۱۲۸۳ھ مصرعہ تاریخ وفات ہے۔ آپ کی تصنیفات میں تنقیح المسائل برق خاطف رد شیعہ ہیں۔ تائید الاسلام۔ مؤید القرآن۔ شہاب ثاقب وغیرہ رد طائفہ وہابیہ و نیچریہ میں مشہور کتابیں ہیں۔

۱۵ مولوی محمود بخش صاحب یہ بھی مولانا سے سلسلۂ تلمذ رکھتے تھے اور صدر الصدوری تک پہنچے مثل اپنے دونوں برادران سابق الذکر کے بدایوں کے روسا میں تھے مولوی خواجہ بخش صاحب مرحوم ان کے لڑکے تھے جن کے پسران رؤف بخش و عطوف بخش کا شباب میں انتقال ہوا۔

آپ نے دان پور میں رحلت فرمائی آپ کے صاحبزادہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے۔ حلقۂ درس آپ کا بہت وسیع تھا۔ علیگڈھ میں شب کا وقت آپنے درس کے لئے مخصوص فرما دیا تھا دن کو طلبہ جناب مولانا مفتی لطف اللہ صاحب سے پڑھا کرتے تھے شب کو فرصت کے وقت آپ سے تحصیل علم کرتے تھے تصنیف و تالیف کا بھی بہت شوق تھا۔ ہر فن میں آپ کی تالیفات بکثرت ہیں شرح رسائل جبّات بہاء الدین عاملی مطبوعہ ہے آپ کی کمال قابلیت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ صرف دو ایک جلسوں میں تھوڑی تھوڑی دیر مدرسۂ قادریہ میں بیٹھکر آپ نے اس شرح کو تحریر فرمایا ہے۔ طبعیات میں رسالۂ سراج الحکمت ہے۔ علم کلام میں شرح رسالہ معتقد المنتقد ہے جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔ عربی علم ادب میں آپ کے بلیغ عربی قصائد آپ کی شانِ ادب کے شاہد ہیں اس کے سوا فن طب میں بہت سے رسائل آپ نے تحریر فرمائے۔ چونکہ ذخیرہ کتب اور تمام مسودات تالیف و تصنیف آپ کے پاس رہتے تھے اس وجہ سے یہ تمام ذخیرہ کا سرمایہ قریب قریب دوسروں کے تصرف میں آگیا۔ آخر عمر میں مولوی حکیم افتخار الحق صاحب کو

ؔؔ؁ مولوی کرامت اللہ صاحب منصف آپ قاضی محلہ کے روساء میں تھے مولانا کے مخصوص شاگردوں میں تھے عرصہ تک بعہدۂ صدر امینی اور منصفی ملازم رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد گوشہ نشینی اختیار کی نہایت باخدا اور بابرکت تھے۔ کتب بینی اور تحریر کا بہت شوق تھا ہزاروں روپیہ صرف کر کے عظیم الشان کتب خانہ ترتیب دیا جو بعد آپ کی وفات کے بے قدری زمانہ کی دستبرد سے بیچ سکا میزان سے لیکر شمس بازغہ تک درسی کتب معہ حواشی اپنے ہاتھ سے خوشخط نقل کر کے زیب کتب خانہ کیں۔ فن طب میں بھی دخل تھا غربا کو مفت دوا تقسیم کرتے تھے آپ کی اولاد میں مولوی لقاء اللہ صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب بقید حیات ہیں۔

؁ مولوی محمد حسین صاحب۔ آپ شیخ ریاست اللہ صاحب رئیس محلہ شیخ پیلی کے خلف رشید تھے نسباً

آپ نے اپنے آغوش تربیت میں مثل اولاد کے پرورش کیا جس کا نتیجہ پیش نظر ہے کہ یہ حکیم صاحب بڑے بڑے اطبا کے ہجوم میں عزت اور خصوصیت کے ساتھ مطب کرتے ہیں آجکل لکھنؤ جیسے مسکن اطبا میں مطب کر رہے ہیں اور شہرت کامل حاصل ہے۔ زیادہ تر ذخیرہ تصنیفات ان کو ہی ملا کیونکہ بروقت انتقال بھی وہاں موجود تھے۔

سنہ ۱۲۹۹ھ قدسی میں آپ دوبارہ معہ قافلہ کے حرمین طیبین کی زیارت کو تشریف لیگئے بیاسی برس کی عمر پائی۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ بوقت سحر بمقام ڈبائیور ضلع علیگڈھ انتقال فرمایا۔ ایک پسر ایک دختر اولادیں ہوئے آپ کے شاگرد بیشمار منجملہ اہل وطن کے۔ مولوی سید مطیع احمد صاحب نقوی قبائی۔ مولوی عاشق حسین صاحب رئیس چاؤمیر مولوی باقر علی صاحب۔ مولوی میر نذر علی صاحب مولوی تفضل حسین صاحب رئیس گڈھ مکٹیسر۔ مولوی محمد حسین صاحب سوہاروی۔ حکیم محمد حسین صاحب سہسوانی سید اولاد حسن صاحب۔ حکیم

[illegible]

صدیقی ہیں مولانا سے تحصیل علوم فرمائی بعد فراغ بعہدہ مدرسی سلسلہ درس وتدریس وطن اور دیگر بلاد میں جاری رکھا آخر عمر میں رؤسار کھیڑہ بزرگ کے یہاں مدرس مقرر ہوئے بہت سے اہل شہر آپ کے شاگردوں میں ہیں۔

[illegible] مولوی نجابت اللہ صاحب آپ رؤسار قاضی محلہ کے شیوخ صدیقی سے ہیں۔ عربی و فارسی کی تحصیل سے فارغ ہو کر فارسی میں شہرت کامل حاصل کی اور آخر عمر تک [illegible] درس فارسی جاری رکھا۔

[illegible] خلیفہ غلام حسین صاحب آپ بھی فارسی میں یکتائے زمانہ تھے اور ہمیشہ فارسی پڑھایا کئے۔ بریلی اور بدایوں میں بہت سے آپ کے شاگرد ہیں چودھری تفضل حسین صاحب مرحوم و چودھری محمد [illegible] رؤسار کھیڑہ آپ کے شاگرد تھے۔

[illegible] مولوی فضل الدین صاحب قیس عباسی۔ آپ رؤسار عباسی محلہ کے شعرا نازک خیال میں ہیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب عباسی آپ کے والد تھے شرف بیعت حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے

تصور علی صاحب اکبرآبادی مولوی مقبول حسین صاحب شیعی مشہور واعظ فرقۂ شیعہ۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مشہور غیر مقلد سرگروہ وہابیہ مولوی جمال الدین صاحب پنجابی سید عبداللہ صاحب کابلی وغیرہ بیشمار اشخاص دیار و امصار کے ہیں۔ مولانا محمد منیر الحق صاحب۔ آپ حکیم صاحب کے اکلوتے فرزند تھے ۲۹ر رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ آپ کی سال ولادت ہے نہایت طباع اور ذہین تھے۔ علمی نشوونما مدرسۂ قادریہ میں نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پائی تھی درس نظامی کی تکمیل تھوڑی سی عمر میں کرلی تھی حضرت اقدس قبلہ پیر و مرشد جناب مولانا صاحب مدظلہم العالی کے ہم عمر وہم سبق تھے ۱۲۹۹ھ میں جب آپ کے والد ماجد صاحب قبلہ کا قافلہ بھراہی حضرت تاج الفحول قدس سرہ حج کو روانہ ہوا۔ اور اس میں اکثر اکابر و اصاغر خاندان حریمن طیبین کی حاضری کیلئے شامل ہوئے آپ بھی تشریف لیگئے

حاصل تھا ۱۳۲۲ھ میں انتقال ہوا۔ قطعہ وفات

چو آن افضل شاعران خوش سیر زدنیا نمودہ بعقبےٰ سفر

اگر خواہی از سال فوتش خبر بگو افضل جملہ اہل ہنر

۱۳ھ مولوی احمد حسین صاحب وحشت۔ بدایوں کے مشاہیر شعرا میں تھے نسباً شیوخ صدیقی رحمانی سے ہیں شرف تلمذ مولانا سے اور افتخار بیعت حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے تھا پیر کے عاشق اور بانسبت بزرگ تھے آپ کا کلام نعت و مناقب میں اکثر محافل میلاد شریف میں پڑھا جاتا ہے۔

۱۴ھ مولوی حکیم نیاز احمد صاحب نیاز آپ شرفا ہتولیاں صدیقی محلہ سوتھہ سے تھے بیعت حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے تھی ہمیشہ ہر موسم میں آستانہ پیر و مرشد کی حاضری کا التزام تھا۔ اکثر وقت عبادت یا تحریر کلام الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔

۱۵ھ مولوی غلام شاہد صاحب فدا۔ آپ روسار محلہ سوتھہ سے تھے علم عربی کی تحصیل حضرت مولانا سے کی تھی لیکن بوجہ اشغال و تعلقات دنیوی اس طرف توغل نہ تھا شعر و سخن سے زیادہ رغبت تھی شاعری میں بھی

مولانا کے ذہن و حافظہ کی خداداد زکاوت کا یہ اثر تھا کہ ماہ رمضان المبارک میں دن کو قرآن مجید کا ایک ایک پارہ حفظ کرتے اور شب کو محراب میں سُنا دیا کرتے آخر ایام حج میں مکہ معظمہ میں ۱۸ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنے بزرگ خاندان کے سلسلہ کو ختم کردیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا محمد لطیف قدس سرہٗ کے بقیہ دو پسران مولوی قل محمد صاحب اور مولوی گل محمد صاحب میں سے خطابت و امامت جامع شمسی بدایوں مولوی قل محمد صاحب کو جو حضرت مولانا فخر صاحب قدس سرہٗ کے صاحب مجاز مریدین میں تھے ملی ہشتم صفر ۱۲۶۰ھ کو انتقال ہوا دو لڑکے مولوی محمد اکرام صاحب اور خطیب محمد عمران صاحب اور ایک لڑکی اپنے اعقاب چھوڑے۔ دختر کی شادی مولانا عبدالحمید صاحب ابن مولانا محمد سعید صاحب کے ساتھ ہوئی خطیب محمد اکرام صاحب اوّل خطیب جامع ہوئے لیکن یہ لاولد فوت ہوئے بعد انتقال ان کے امامت و خطابت ان کے چھوٹے بھائی کو منتقل ہوئی

مولانا خطیب محمد عمران صاحب قدس سرہٗ۔ آپ اپنے وقت کے نہایت باخدا بزرگوں میں سے تھے آپ کی نسبت باطنی ہمیشہ آپ کو وجدانہ عالم میں

مولانا سے شرف تلمذ تھا۔ آپ کے والد مولوی مبارز الدین صاحب بھی فارسی کے شاعر تھے۔	[illegible]

[1] مولوی اشرف علی صاحب نفیس۔ آپ روسارشیعہ قاضی محلہ بدایوں سے تھے نسبًا بدایوں کے صدیقی شیوخ سے ہیں عربی کی تحصیل مولانا سے پورے شوق کے ساتھ کی اور اپنے فرقہ میں یکتا وفرد مانے گئے شاعری میں بھی آپ بے مثل اور بدایوں کے مشہور شاعروں میں تھے اور اس فن میں بھی آپ کا کلام حضرت مولانا کے فیض توجہ سے بے نیاز نہ تھا ۱۲۷۴ھ میں انتقال ہوا قطعہ تاریخ وفات

چوں مولوی اشرف علی بود	شاہ سخن نفیس و زیبا
تاریخ وفات گفت ہاتف	شد اشرف شاعران دنیا
	۱۲۷۴ھ

رکھتی تھی علاوہ علوم دینیہ کے مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہٗ کا درس خاص طور پر مشہور ہے آپ تمام مثنوی شریف کے مع مالہ وماعلیہ حافظ تھے اور درس کے وقت عجیب و غریب نکات و رموز اسرار وحقایق کا انکشاف فرماتے تھے ۱۲۴۷ھ میں انتقال ہوا۔ امروز علم مثنوی مرد آپ کی تاریخ رحلت ہے مزار جامع مسجد حومن کے شرقی کنارہ پر ہے۔

مولانا عبدالسلام صاحب عباسی۔ مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی۔ میاں ذکراللہ شاہ صاحب قادری۔ چودھری محمد اعظم صاحب رئیس

۵۱ مولانا عبدالسلام صاحب عباسی علیہ الرحمۃ آپ ہندوستان کے مشاہیر علماء کرام کے طبقہ میں ہیں ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم اپنے عم محترم مولانا بہار الحق صاحب عباسی و دیگر علماء رامپور سے فرمائی مولانا بہار الحق صاحب حضرت بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں تھے۔ قاضی صاحب نے مثنوی شریف کو مولانا خطیب محمد عمران صاحب سے سبقاً سبقاً بکمال تحقیق پڑھا۔ عرصہ دراز تک منصب قضا ریاست رامپور پر مامور رہے آخر عمر میں مسجد نشین اور گوشہ گزین ہو گئے۔ بیعت آپ کو حضور اقدس اچھے میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ سے تھی آخر میں حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ نے شرف خلافت بھی عطا فرمایا تھا آپ کا تخلص سلام تھا فارسی میں آپ کا کلام نہایت بلند پایہ کا ہے۔ آپ کی تصنیفات سے تفسیر زاد الآخرت اردو منظوم مشہور ومعروف ہے۔ اس کے سوا اخیار الابرار تصوف میں شرح دلایل الخیرات۔ رسالہ علم فرایض مثنوی طوفان عشق فارسی میں ہیں۔ انتقال آپ کا ۱۳ رجب بروز چہارشنبہ ۱۲۸۹ھ کو بوقت عصر ہوا۔ اور بروز پنجشنبہ علی الصباح مسجد عباسیان بناکردہ مولانا حبیب اللہ صاحب میں مدفون ہوئے۔ خزینۃ الاصفیا میں نظم اور حدایق حنفیہ میں فخر کا شانہ سال رحلت غلط تحریر ہے قطعہ تاریخ وصال ملا نعیمہ و تخرجہ اس طرح ہے

قاضی عبدالسلام حق آگاہ	عالم و باکمال و عارف حق	چہارشنبہ سیزدہ ز رجب	یافتہ وصل قادر مطلق
مسجد مولوی حبیب اللہ	یافتہ از مزار شان رونق	سال وصلش ز دل چو پرسیدم	گفت آن بودہ قاضی برحق ۱۲۸۹ھ

۵۲ میاں ذکراللہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ۔ آپ شیوخ قرشوریان بدایوں سے تھے بیعت و خلافت کا افتخار حضرت اچھے میاں میاں صاحب قدس سرہٗ سے حاصل تھا ہدایت المخلوق میں حضور اچھے صاحب کی

چودھری محمد عظیم صاحب رئیس تنتوہی شریف میں آپ کے شاگرد تھے آپ کے انتقال کے بعد خطابت آپ کے لڑکے خطیب غلام سرور صاحب کو جن کا انتقال ۱۲۷۵ھ میں ہوا اور جو اپنے والد کے برابر مدفون ہوئے منتقل ہوئی یہ خطیب صاحب بھی لاولد رہے ان کے انتقال کے بعد خطیب تجمل حسین صاحب ابن مولوی زین العابدین ابن مولوی قطب الدین ابن مولانا بحر العلوم محمد علی صاحب قدس سرہٗ خطیب جامع ہوئے۔ چونکہ خطیب صاحب کوئی فرزند نہ رکھتے تھے اس خیال سے حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ نے مولوی جمیل الدین صاحب عباسی کو جو خطیب صاحب مرحوم کے بھانجے ہیں حین حیات کے لئے خطیب مقرر کر دیا مولوی گل محمد صاحب پسر سیوم مولانا محمد لطیف صاحب کے تھے حضرت مولانا فخر صاحب کے خلفاء میں آپکا نام بھی پایا جاتا ہے ان کے بھی دو لڑکے حافظ خیر الدین صاحب اور مولوی نصیر الدین صاحب ہوئے حافظ خیر الدین صاحب کی اولاد میں مولوی عبد الرحمن صاحب عثمانی وغیرہ موجود ہیں۔ مولوی نصیر الدین صاحب کے صرف ایک لڑکے مولوی سعد الدین صاحب تھے جن کا ذکر تلامذہ حضرت مولانا شاہ عبد المجید صاحب قدس سرہٗ میں ہوگا لاولد فوت ہوئے۔

شیخ حسین محمد

کرامات میں آپ کے متعلق یہ کرامت درج ہے کہ شروع عملداری سرکار انگریزی میں تحقیقات جائیداد اور معافی وغیرہ کا انتظام ہوا تو آپ کو فکر اور خوف اپنی حقیت کا ہوا۔ پیر و مرشد سے رجوع کی اور امداد باطنی کے طالب ہوئے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس ان کے مکان سکونت میں جلوہ افروز ہوئے اور کا غذات ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ یہ کاغذات تمھاری معافی کی سند ہیں۔ چنانچہ بعد چندے سند معافی سرکار سے آپ کو عطا ہوئی۔ ہدایت المخلوق میں آپ کی تاریخ وفات ۱۸ صفر ۱۲۶۸ھ اور تذکرۃ الواصلین میں ۱۳ صفر ۱۲۶۹ھ درج ہے مزار آپکا مقابر شیوخ فرشوریان واقع آستانہ حضرت شاہ ولایت میں ہے آپ کے صاحبزادہ شکر اللہ صاحب مولانا فیض احمد صاحب کے تلامذہ میں تھے۔ دوسرے صاحبزادے شیخ احسان اللہ

اشرف الاتقیا صاحب جذب لطیف عارف کامل مولانا محمد شریف قدس سرہٗ
ابن مولانا محمد شفیع رح استفادہ ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا والد کی جناب میں حالت سلوک قائم رہی اور طالبان حق و ہدایت کو علمی و روحانی فیضان سے مستفیض کرتے رہے مجاہدات اور ریاضات شاقہ میں عمر بسر کی اور و اشغال میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا والد کے وصال کے بعد حالت میں انقلاب پیدا ہوا علاقہ دنیوی سے وحشت ۔ بادیہ پیمائی سے رغبت پیدا ہوئی صحرانشینی اختیار کی اگر کوئی طالب حق جنگل میں آپ کو تلاش کر لیتا تو وہیں اُس کو تعلیم و تلقین فرما کر رخصت کرتے اور اس مقام کو چھوڑ دیتے ۔ کبھی اہل قرابت تلاش کر کے مکان پر لے آتے تو نماز فجر اوّل وقت پڑھتے اور پھر جنگل کو چلے جاتے ۔ غرض یہ کہ کبھی جذب و استغراق میں رہتے کبھی سالک با خبر معلوم ہوتے طلبہ ہمیشہ آپ کی تلاش میں رہتے جہاں ملتے سبق لیتے دن بھر روزہ رکھتے شب کو نوافل میں صرف کرتے ۔
جب اس حالت سے کسی قدر طبیعت کو سکون ہوا ۔ اُس کے بعد ہمیشہ یہ معمول رہا کہ نماز فجر مکان پر با جماعت ادا کی اور جنگل کو چلے گئے شام کو پھر واپس آکر نماز عشا جماعت سے ادا فرمائی ۔ ایک روز اسی طرح سوت ندی پر پہونچکر حسب معمول غسل کیا اور نماز عصر میں مشغول ہو گئے عین حالت سجدہ میں طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی طلبہ و متوسلین ۔ جو ہر وقت دامن فیض سے وابستہ رہتے تھے دیر تک آپ کو سربسجود پا کر متحیر ہوئے ۔ آخر انتظار شدید کے بعد جا کر جنبش دی معلوم ہوا کہ آپ واصل بحق ہو چکے ہیں آخر شہر میں خبر ہوتے ہی تمام اہل خاندان اور مریدین وغیرہ آپ کا جنازہ مکان پر لائے بروز پنجشنبہ ۶ ر رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ آپ کو آغوش مزار میں محو خواب کر دیا ۔ ۶۳ برس کی عمر پائی والدہ آپ کی عبد النبی حجازی کی دختر تھیں ۔

مولانا سید نور محمدؒ صاحب اور مولانا محمد معین الدینؒ صاحب فائق آپکے تلامذہ میں تھے۔ عارف کامل محمد شریف فقرہ سال وصال ہے۔

آں محمد شریف قطب زماں	عارفِ باخدا ولی وسعید
چوں شدہ در نماز سر بسجود	از درِ حق نوید وصل شنید
جان شوق وصالِ جانِ جہاں	پیش رب العباد نذر کشید
ہاتف غیب سال وصلش گفت	اشرف الاتقیا بخلد رسید
	۱۱۴۲ ہجری

۵۱ حضرت مولانا سید نور محمد قدس سرہٗ بدایونی آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے نامی گرامی اشخاص میں ہیں سلسلۂ نسب حضرت سید الشہدا رضی اللہ تعالےٰ عنہ تک پہونچتا ہے آپ جناب شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی کے پوتے شیخ سیف الدین بن شیخ محمد معصوم صاحب کے مرید و خلیفہ تھے اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت اشرف الاتقیا سے تحصیل و تکمیل علوم کی اُس کے بعد بدایوں سے دہلی چلے گئے وہاں جاکر فقر و فنا کی مستی میں مدہوشانہ گزراوقات کرنے لگے۔ سولہ برس تک جذب کی کیفیت طاری رہی اتباع سنت کے بہت پابند تھے خلاف شرع امور سے محترز رہتے تھے۔ آپ کے حالات سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے اکثر شجروں میں درج ہیں۔ مرزا مظہر جان جاناںؒ آپ کے جانشین اور خلیفہ تھے ۱۱ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا قبر شریف غیاث پور میں جو دہلی سے پانچ کوس ہے ایک کھیت میں متصل ناگ کچی بنی ہوئی ہے خزینۃ الاصفیا میں تاریخ وفات یہ تحریر ہے۔ چو شد خورشید دیں نور محمد ؛ بزیر ابر مثل ماہ مستور ؛ شدہ تاریخ سالش پر تو افگن ؛ محمد نور گنج نور پر نور۔ ۱۱۳۵ھ

۵۲ مولانا محمد معین الدین فائق قدس سرہٗ۔ آپ بدایوں کے مشہور شعرا میں ہیں۔ قاضی محلہ کے شرفا اور شیوخ صدیقی سے تھے عمر بہت پائی تھی ہر فن میں صاحب کمال اور صاحب وجد حال تھے بزمانۂ سلطنت محمد شاہ بادشاہ دہلی آپ معزز و ممتاز شعرا میں سمجھے جاتے تھے تکمیل علوم حضرت اشرف الاتقیا سے کی تھی شاعری میں حضرت عارف باللہ خواجہ اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے معاصر تھے اور ہمیشہ اپنے آپ کو پردۂ خفا میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کی مذہبی شان و حمیت اور جرأت اخلاق کا افسانہ مشہور ہے کہ جب نادر شاہ نے دہلی میں دربار کیا اور تمام مشاہیر شعرا کو

واقف حقائق توحید مولانا شاہ محمد سعید چشتی قدس سرہ۔ آپ مولانا محمد شریف کے خلف الصدق اور تلمیذ رشید تھے۔ تکمیل علوم ظاہری و استفاضہ اشغال باطنی بزرگ باپ سے کر کے دیگر مشائخ زمانہ سے اکتساب فیض کیا اُس زمانہ میں حضرت عارف باللہ مولانا کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ کا آوازۂ کمال اطراف و جوانب میں شہرت پذیر تھا اور آپ کے ایک بھائی مولانا محمد عظیم قدس سرہ شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو چکے تھے آپ بھی بدایوں سے شاہجہان آباد پہونچے۔ شرف بیعت و خلافت حضرت شاہ صاحب سے معزز و ممتاز ہوئے ریاضت و اشغال میں ہمہ تن مصروف رہکر مراتب جلیلہ اور مناصب عظیمہ طے فرمائے مثال خلافت حاصل کر کے وطن واپس آئے باب فیوض ظاہری و باطنی وا کر کے بندگان خدا کو مستفیض فرمایا۔ اور بدایوں کو مرکز رشد و ہدایت بنا دیا۔ طلبا و علما دور دراز سے آکر فائز المرام ہونے لگے ایک طرف حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی صاحب کی مسند آراستہ ہوتی تھی ایک جانب حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب کا حلقۂ درس گرم رہتا تھا صدر میں حضرت مولانا کا مصلے لگتا تھا

بقیہ نوٹ صفحہ ۷۴

طلب کیا شعرا نے حسب حال قصائد سنانا شروع کئے جب آپ کی نوبت آئی قصیدہ لیکر پڑھنے کو کھڑے ہوئے طبیعت نعت و مناقب لکھنے کی عادی تھی۔ وہی رنگ قصیدہ میں موجود تھا۔ اول نعت شریف کے اشعار تھے اُس کے بعد مناقب خلفاء اربعہ کے پڑھنا شروع کئے۔ ایک ایرانی شیعہ تاجدار کے سامنے بھرے مجمع میں خلفاء راشدین کی مدحت سرائی کرنا یہ فقط آپ کا ہی کام تھا۔ بادشاہ اور اہل دربار کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوتا جاتا تھا مگر آپ اسی ہمت و استقلال کے ساتھ پڑھے جاتے تھے یہانتک کہ پورا قصیدہ ختم کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے نعت شریف میں بصنعت طالب و مطلوب قصیدہ لکھا الف سے حرف طا تک قوافی لکھتے چلے گئے جب ظا معجمہ کی نوبت آئی فکر رسا نے کوئی لفظ بہم نہ پہونچایا اسی عالم فکر میں آنکھ لگی

قال اللہ اور قال رسول اللہ کی آوازیں در و دیوار سے نمایاں ہوتی تھیں غرض یہ کہ ایک ہنگامہ خدادانی و خداشناسی برپا تھا۔ اور متلاشیان جادۂ مقصود و مشتاقان علم و عرفان رب وُدود کی بن آئی تھی۔ آپ کی والدہ عباسی النسل شیخ خلیل اللہ عباسی کی دختر تھیں اور آپ کی دو شادیاں ہوئی تھیں ایک حافظ عبدالجلیل صاحب عباسی کی دختر کے ساتھ دوسری محمد ماہ سہسوانی کی لڑکی کے ساتھ تین لڑکیاں اور دو لڑکے آپ نے اپنی اولاد میں چھوڑے ایک لڑکی اوّل مولانا محمد علی صاحب کے عقد میں آئیں جب ان کا انتقال ہوگیا تو دوسری صاحبزادی منسوب کی گئی جن کا انتقال ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۰۰ھ میں ہوا تیسری صاحبزادی مفتی عبدالغنی صاحب کے عقد میں آئیں جن کا انتقال ۴ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ کو ہوا تاریخ وصال حضرت مولانا کی ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۷ھ ہے

مقتدائے اہل دین سر دفتر اہل کمال گوہر درج طریقت ہست تاریخ وصال ۱۱۵۷ھ	صبح چوں از دار دنیا رفت مولانا سعید از خرد فرمود ہاتف با ہجوم اضطراب

	تعلیم مرشد منظوم ۱۲۵۷
بخت بیدار ہوا خواب میں شرف حضوری حضور سید عالم روحی لہ الفداہ سے مشرف ہوئے لفظ قایم و یقظانی کی طرف اشارہ ہوا۔ چنانچہ بیدار ہوکر آپنے پورا شعر موزوں فرمایا اُس قصیدہ متبرک کا مطلع اور وہ خاص شعر تبرکاً درج ہے (مطلع ای مہبط روح منزل قرآنی ۔ از مطلع قدس نیّر تابانی ۔ (شعر خاص) طغرائی کتاب مخلصی بد و نیک ۔ طومار نجات قایم و یقظانی (مقطع) یاری دہ قایم کثیر العصیاں ۔ اور ہمہ وقت ہم معین ہر آنی ۔ یا احمد مجتبےٰ بحر لیے ما را ۔ یکبار بگو کہ ہاں چرا گریانی ۔	

فائدہ ۔ خواجہ اسداللہ خاں غالب قدس سرہٗ ۔ یہ غالب اول ہیں زمانہ سلطنت مغلیہ میں آپ ہند و ایران کے مسلّم شعراء میں تھے علاوہ شاعری کے فقر و زہد میں بھی صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے ۱۰۹۶ھ میں انتقال ہوا۔

مولانا مفتی محمد حبیب صاحب۔ آپ بڑے صاحبزادہ مولانا محمد سعید صاحب
کے تھے تحصیل علم بکمالِ تحقیق اپنے والد بزرگوار سے فرمائی تھی فقہ و فرائض
میں یگانۂ عصر اور انتخاب روزگار تھے آپ کی شادی مولوی وحید الدین
صاحب ابن مفتی درویش محمد صاحب کی دختر کے ساتھ ہوئی لیکن آپ لاولد
رہے ۱۱۹۵ھ میں انتقال ہوا داخل جنات عالیہ مادہ تاریخ ہے۔
سرمست بادہ توحید حضرت مولانا عبدالحمید قادری قدس سرہ الوحید آپ
چھوٹے صاحبزادہ مولانا محمد سعید صاحب کے تھے ۱۷ جمادالاول ۱۱۵۳ھ تاریخ
ولادت ہے پانچویں برس والد کا انتقال ہوگیا۔ تعلیم و تحصیل علم اپنے برادر
گرامی سے فرمائی بعد فراغ سلسلۂ درس و تدریس اجرا فرمایا۔ خداوند کریم
نے آپ کی زبان میں تاثیر کامل عطا فرمائی تھی جس کے حق میں دعا فرماتے
لطف الٰہی سے باب اجابت تک پہونچتی۔ طلبہ ہر کتاب حصول برکت کیلئے
آپ سے ہی شروع کیا کرتے تھے اگرچہ آپ تواضع و انکسار کے باعث اپنے
آپ کو زمرۂ مشائخ سے بالکل علحدہ رکھتے تھے اور اپنی شان باطنی کو ظاہری
لباس کے پردوں میں پوشیدہ رکھتے تھے لیکن ادا شناس اور رموز آشنا
نگاہیں صاف کہدیتی تھیں ؎

جلوہ مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں
مجھسے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

ہروقت کے حاضر خدمت رہنے والے اور واقف حال لوگ متفق ہیں کہ
آپ اولیاء کاملین سے تھے مشائخ وقت اور اکابر عصر سے آپ کے مراسم
اتحاد ہمیشہ وابستہ رہتے تھے۔ اور اکثر اہل دل بزرگ آپ کی صحبت میں
موجود رہتے تھے بیعت و خلافت حضور اقدس حضرت اچھے میاں صاحب
سے حاصل تھی۔ لیکن شان تواضع کے باعث تمام عمر کسی کو مرید نہ فرمایا۔
اس پر بھی آپ کی کشش روحانی کا یہ عالم تھا کہ بکثرت اشخاص مرید ہونے

زیادہ آپ سے حُسن عقیدت رکھتے تھے اکثر معتقدین تو آخر وقت تک آپکے پاس عقیدت سے کسی کے مرید ہی نہوئے۔ آپ کے واقعۂ ارتحال کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دن آپ بالکل صحیح و سالم حسب معمول نماز فجر کیلئے مسجد میں تشریف لائے نماز باجماعت ادا کرکے اور اد و اشغال روزانہ ادا فرمائے نوافل اشراق کے بعد اعزا و اقارب کے تمام مکانات میں تشریف لیگئے اور فرداً فرداً ہر مکان میں اعزا کو اپنے قریب بلاکر ان سے کلمات وداعیہ فرماتے اور کہتے کہ آج رخصت ہونے کے لئے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر ہر مکان میں بیٹھتے اور رخصت ہوتے وقت سب کے حق میں دعائے خیر کرتے مصافحہ کرکے دوسرے مکان میں جاتے اسی طرح قبل زوال دولت خانہ میں تشریف لائے کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر حسب معمول تھوڑی دیر مکان میں رہکر مسجد میں آئے نماز ظہر باجماعت پڑھی نماز کے بعد مولانا عبدالملک صاحب انصاری رح کو اپنے پاس بلاکر فرمایا کہ آج نماز عصر اول وقت ادا کر لیجیے تاکہ آخر اقتدا مجھے بھی حاصل ہوجائے۔ بعدہٗ مسجد سے محلسرائے اقامت میں تشریف لیگئے اوّل ایک لکڑی سے دروازہ کا عرض ناپا اُس کے بعد چار پائیوں کی پیمائش کی حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ نے جن پر آپ بہت شفقت فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور آج خلاف عادت یہ کیا کر رہے ہیں ہنسکر جواب دیا کہ دروازہ کی پیمائش برائے محافۂ عروسی یا برائے جنازہ کیجاتی ہے۔ یہ کہکر ایک چار پائی کو منتخب فرمایا اور کہا ہمارا بستر اس چارپائی پر لگا دیا جائے۔ والدہ ماجدہ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ تعمیل حکم میں مشغول ہوئیں آپ مکان سے مسجد میں تشریف لے آئے اور نہایت اطمینان سے مسجد میں نماز عصر کیلئے مولانا عبدالملک[۱] صاحب کا انتظار کیا

---

[۱] مولانا عبدالملک انصاری قدس سرہ۔ آپ میاں جی عبدالملک کے نام سے مشہور ہیں شیوخ انصاری

مولویصاحب موصوف حسب ایما اوّل وقت تشریف لائے اور باہم کچھ راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اتنے میں موذن نے اذان کہی آپ نے خدّام موجودہ سے وضو کے لئے پانی طلب کیا اور فرمایا کہ آج وضو پر آخری وضو بھی کر لوں تو بہتر ہے۔ بعد وضو باقتدائے مولویصاحب مذکور نماز عصر باطمانیت قلب ادا کی۔ جس وقت دوسرا سلام پھیرا۔ حالت متغیر ہوگئی غشی طاری ہونا شروع ہوئی۔ فوراً امام اور مقتدی آپ کو ہاتھوں پر رکھکر مکان میں لائے۔ چارپائی پر بستر پیشتر سے لگا ہوا تھا اُس پر آپ کو لٹا دیا گیا۔ عالم محویت میں خالقِ حقیقی سے راز و نیاز شروع ہو گئے کسی سے کوئی کلام نہ فرمایا یہانتک کہ صبح دوشنبہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ ذکر جہر کے شغل کے ساتھ طائر روح نے خلد بریں کو پرواز کی تاریخ اور مہینہ وقت اور دن ولادت و وصال کا ایک ہی تھا۔ تین پسر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مولانا محمد شفیع صاحب۔ مولانا حکیم عبدالصمد صاحب اپنی یادگار چھوڑے۔

شیخ نیاز محمد ۱۷

کہے جاتے ہیں نہایت بابرکت صاحب زہد و اتقا بزرگ تھے مدرسہ قادریہ میں بزمانہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب درس اطفال پر مامور تھے چنانچہ جو وثیقہ آپ کا اُس زمانہ میں مقرر تھا وہ آپ کی اولاد و احلاف کو حضرت تاج الفحول کے زمانہ تک ملتا رہا۔ ہدایت المخلوق میں آپ کی بیعت کے متعلق یہ واقعہ درج ہے کہ آپ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قدس سرہٗ سے نہایت اخلاص و اختصاص رکھتے تھے جب حضرت مولانا حضور اقدس اچھے میاں صاحب کے مرید ہوئے انکو بھی نہایت اشتیاق ہوا مگر بچندوجوہ حاضری مارہرہ مقدسہ سے معذور رہے ایک شب کو خواب میں حضور اقدس کو دیکھا کہ مسجد محلہ میں رونق افروز ہیں اور فرما رہے ہیں کہ وضو کے لئے پانی لاؤ میانجی صاحب فوراً پانی لائے حضور اقدس نے وضو فرماکر انصاری صاحب کو داخل سلسلہ فرمایا صبح کو نہایت مشتاقانہ عزم سفر کیا اور مارہرہ شریف جاکر مرید ہوئے شرف خلافت پایا۔ اسی طرح جب ایک مرتبہ بہت سخت بیمار ہوئے تو دو بزرگوں کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں اٹھکر

مقتدائے شرع و یکتائے زماں چوں بایزید	عارف کامل امام اتقیا فرد وحید
گفت ہم چوں ہوسہ دار البقا رحلت نمود	ہاے رفت از دار دنیا مولوی عبدالحمید
	۱۲ ۳۳
چوں عبد حمید قبلۂ دین	قصد ملک بقا نمود [illegible]
سال وصل بہ نہ بہشت	ہشتاد و [illegible] بہشت بود
	۱۲ ۳۳

مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہ۔ آپ منجھلے صاحبزادہ مولانا عبدالحمید صاحب کے تھے ۶ رمضان شریف ۱۲۸۰ھ کو پیدا ہوئے تحصیل و تکمیل علم والد بزرگوار اور مولانا بحر العلوم محمد علی صاحب سے فرمائی کمال زہد اتقا سے موصوف تھے تواضع اور علم میں اپنا نظیر خود آپ تھے ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ میں بعد مغرب انتقال ہوا غلام پیر کے نام سے معروف تھے۔ عالم ذیوقار و باکمال فقرۂ تاریخ وفات ہے تین صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین احمد صاحب۔ مولانا ثناء الدین احمد صاحب مولانا نور احمد صاحب اپنی یادگار چھوڑے۔ ایک دختر مولانا فیض احمد صاحب کے عقد میں آئیں۔ مولانا ضیاء الدین احمد صاحب قدس سرہ۔ بلحاظ عمر آپ مولانا محمد شفیع صاحب کے بڑے صاحبزادہ ہیں بتاریخ ۳ صفر ۱۳۰۲ھ آپ پیدا ہوئے اکتساب علم نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ اپنے عم محترم حضرت مولانا شاہ معین الحق عبدالمجید قدس سرہ سے کیا شرف تلمذ کے سوا ارادت و عقیدت کامل حضرت اقدس قدس سرہ المجید کے ساتھ رکھتے تھے بعد فراغ کامل اضافہ استاد

نماز فجر ادا کرو۔ عرض کیا طاقت نشست و برخاست نہیں کیونکہ انھوں آخر ان میں سے ایک بزرگ نے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا آپ نے عالم خواب ہی میں دوسرے بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں فرمایا سید نا شاہ ابو البرکات ہیں فوراً بیدار ہوئے بعد نماز اسی وقت اپنے پیروں سے چلکر مسجد میں تشریف لائے . . . . . جو شخص آپ کو دیکھکر متعجب تھا کہ شام تک سخت بیمار تھے۔ تنخ فرمایا گیا یہ کرامات اولیا حق۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ میں انتقال ہوا۔

سند حدیث مولانا شاہ عبد العزیز[1] صاحب دہلوی سے بھی حاصل کی فن طب
میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے کچھ عرصہ تک بمقام اکبرآباد حکیم نورالدین صاحب
کے مدرسہ میں مدرس اعلیٰ رہے اور اکثر اشخاص کو اپنے فیض علوم سے فیضیاب
کیا خصوصاً حکیم صاحب کا کل خاندان آپ کے فیض تلمذ سے ممتاز تھا۔ ۲۰
ربیع الاول شریف ۱۲۶۲ھ راہی ملک بقا ہوئے۔ نجم رخشاں مادۂ تاریخ وفات ہے
۱۲۶۲ھ
مولانا نذیر احمد صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب آپ کے فرزند تھے۔

مولوی محمد احسن صاحب کے دو صاحبزادہ مولوی محمد حسن صاحب
مرحوم اور مولوی محمد محسن صاحب پنشنر سرویر جو بفضلہ بقید حیات ہیں ہوئے
مولوی محمد محسن صاحب کا انتقال محرم ۱۳۰۵ھ ہوا۔ اُن کے فرزند مولوی حکیم
عبد الناصر صاحب خاکسار ضیاء بے نوا کے برادر محترم اور کمال عنایت
فرماتے ہیں فن طب کو اولاً علماً عملاً جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب رح سے

[1] مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی ابن مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ابن
شیخ عبد الرحیم صاحب۔ آپ ہندوستان کے مشاہیر و مخصوص علماء میں ہیں ۱۱۵۹ھ میں
پیدا ہوئے تحصیل علوم عقلیہ و تکمیل علوم نقلیہ بکمال تحقیق و تدقیق اپنے پدر بزرگوار سے کی آپکی
شہرت علمی کو آپ کے پُرتاثیر وعظ نے خوب چمکایا جس کی وجہ سے آپ کا اسم گرامی طبقہ علم میں
ایک امتیازی شان رکھتا ہے علماء اطراف و اکناف نے آپ سے اسناد حدیث حاصل
کیں آپ کی شہرت القائمی ستائش سے بے نیاز ہے۔ آپ کی تصنیفات سے تفسیر عزیزی
ہے جس کو آپ نے مولانا فخر صاحب دہلوی کے کسی صاحب مجاز بزرگ کی فرمائش سے تحریر
کیا تھا تفسیر مذکور میں بعض بعض جگہ جو سہو یا لغزش ہوگئی ہے اُس پر مولوی محمد علی صاحب
مرادآبادی نے رسالہ سوط اللہ الجبار میں اور مولانا عبد الحکیم صاحب پنجابی وغیرہ علماء کرام نے
تشنیع بلیغ کی ہے منجملہ آپ کی تصنیف کے رسالہ تحفۂ اثنا عشریہ ہے جس کی ہیبت سے فرقہ
شیعہ کے پتے پانی ہوتے ہیں عرب و عجم میں اس رسالہ کی شہرت ہے۔ مولانا اسلمی مدراسی

تحصیل کیا اُس کے بعد دہلی جاکر جناب حکیم قاسم علیخاں صاحب سے سند طب حاصل کی عرصہ تک قائم گنج میں مطب کیا اب مکان پر موجود ہیں ہمرکابی حضرت پیرومرشد قبلہ مدظلہم الاقدس شرف حضوری دربار مقدس حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مشرف ہوآئے ہیں وظائف واوراد میں زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔

مولانا نذیر احمد صاحب قدس سرہٗ۔ آپ ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے جناب مولانا فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جملہ علوم وفنون کی تکمیل فرمائی آپ کی شہرت علمی ابھی تک زبان زد خواص ہے ہمیشہ سلسلہ درس وتدریس میں مشغول رہے۔ مدت تک مدرسہ عربیہ شاہجہان پور میں مدرس اعلیٰ رہے کچھ دنوں گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں ہیڈ مولوی رہے۔ شرف بیعت حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہٗ سے حاصل تھا عربی وفارسی کے ممتاز شاعر تھے خستہ تخلص فرماتے تھے لیکن زیادہ توغل نہ تھا۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیہ برحاشیہ غلامیہ وشرح تہذیب النحو وقصائد عربیہ ہیں

تقریظ فضیلت مآب

تلمیذ رشید حضرت بحرالعلوم مرحوم نے رسالہ مذکور کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کرکے عرب شریف کو روانہ فرمایا اور بعض واقعات پر جو تاریخی نقطۂ خیال سے کمزور تھے اعتراض بھی کئے اسی طرح مولوی سلام اللہ صاحب محدث رام پوری نے بعض بعض اعتراض اٹھائے ہیں۔ منجملہ آپ کے تصنیفات کے رسالہ سر الشہادتین ہے جس کا ترجمہ مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی نے تحریر الشہادتین میں معہ شرح کے کیا ہے۔ اسی طرح عجالہ نافعہ اور بستان المحدثین آپکی باقیات الصالحات سے ہیں، رشوال ۱۲۳۹ھ آپ کی تاریخ رحلت ہے نوے سال کی عمر پائی ترکمان دروازہ کے باہر اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہوئے مومن نے آپ کی جو تاریخ وفات تحریر کی ہے۔ اس کا شعر آخر یہ ہے ؎ دست بیداد اجل سے بے سروپا ہوگئے۔ عقل ودیں لطف وکرم فضل وہنر علم وعمل۔ فائدہ واضح رہے کہ دہلی میں اس نام کے تین بزرگ گزرے ہیں کہ

آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کی تعداد بکثرت ہے منجملہ اہل شہر کے مولوی محمد رضا ابن مولوی محسن علی صاحب ساکن مولوی محلہ۔ قاضی محمد فخرالدین صاحب مصنف فضائل چاریار و مولوی خطیب تحمل حسین صاحب مرحوم۔ و قاضی غلام محمد خلف حافظ فیض احمد مرحوم رئیس قاضی محلہ وغیرہ ہیں سید السادات مولانا سید آل نبی صاحب قدس سرہٗ و مولوی عبدالرحمٰن صاحب شاہجہانپوری بھی آپ کے تلامذ میں تھے ۲۲ محرم الحرام ۱۲۸۰ہجری آپ کا انتقال ہوا۔ کوی اولاد نہ چھوڑی۔

مولانا سناالدین احمد صاحب قدس سرہٗ آپ منجھلے صاحبزادہ مولانا غلام پیر محمد شفیع صاحب کے تھے بکمال تبحر علمیہ ممتاز تھے ۵ ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۱۶ھ کو پیدا ہوئے ظہور حق تاریخی نام تھا علم ادب میں اپنا نظیر نہ رکھتے محاورات عرب پر عبور کامل حاصل فن لغت اور علم نحو میں استاد وقت تھے اولاً تحصیل اپنے عم محترم حضرت اقدس قدس سرہٗ المجید سے کی بعدہٗ تکمیل جملہ علوم عقلیہ جناب

تقابل سمینیہ: تینوں اپنے اپنے وقت میں یکتائے عصر تھے ایک شیخ عبدالعزیز ابن شیخ حسن بن طاہر ہیں جو عہد اکبری کے مشائخ کبار سے تھے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے صاحب درس و تدریس تھے ملا عبدالقادر مورخ بدایونی نے بھی آپسے استفادہ علمیہ حاصل کیا ہے۔ رسائل علمیہ بمقابل رسالہ عینیہ مصنفہ شیخ امان پانی پتی آپ نے تصنیف کیا ۲ رجمادی الاولی ۹۸۵ھ میں وفات پائی قطب طریقت بماند مادہ تاریخ ہے۔

مولانا عبدالعزیز المتخلص بہ عزت عہد عالمگیری میں ممتاز زمانہ تھے آپ کے والد شیخ عبدالرشید عالم جید اور منجانب حضرت شاہ عالمگیر مدرس مدرسہ اکبر آباد تھے مولانا عبدالعزیز صاحب علاوہ دیگر علوم کے رد روافض میں ید طولے رکھتے تھے رسالہ فتح العزیز و رسالہ اثبات خلافت و دیگر رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں لاہور میں ۱۱۰۰ھ میں انتقال ہوا آپ کے حالات عالمگیر نامہ میں ہیں

مولانا فضل امام[1] صاحب خیرآبادی سے فرمائی سند حدیث جناب مولانا شاہ
عبد العزیز صاحب دہلوی سے حاصل کی نعمت بیعت وعزت دامادی
حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے حاصل تھی۔ عمر کا زیادہ حصہ شغل تصنیف
و تالیف اور سیر و سیاحت میں بسر فرمایا لکھنؤ میں شیخ احمد عرب[2] شروانی
سے ملاقات ہوئی شیخ موصوف نے آپ کے تبحر ادب کی بہت تعریف
کی اور اس درجہ آپ کا گرویدہ کمال ہوا کہ اس کے بعد جیسے کلکتہ اقامت
اختیار کی تو برابر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حاشیہ ناموس
فن لغت میں اور فوائد معتمدہ علم نحو میں آپ کی تصنیف سے ہیں اس کے
علاوہ درتین مجلدات بطور مسودات کے ہیں جس میں مختلف علوم و
فنون میں فوائد و حواشی تحریر ہیں وفات شریف آپ کی پنجم ماہ محرم ۱۲۴۴ھ
کو ہوئی آستانہ قادریہ میں بیرون احاطہ درگاہ مجیدیہ جانب شمال
آپ کا مزار پختہ بنا ہوا ہے۔ صرف ایک صاحبزادہ اپنی یادگار چھوڑے۔

---

[1] مولانا فضل امام صاحب خیرآبادی۔ آپ علمی دنیا میں آفتاب فضل و کمال بنکر چمکے آپ کے
اجداد و اسلاف سب بدایوں کے رہنے والے اور اسی خطہ کی یادگار تھے آپ کے والد بدایوں سے
جا کر خیرآباد میں اقامت گزیں ہوئے تھے آپ وہیں پیدا ہوئے۔ تحصیل و تکمیل مولانا عبدالواجد
صاحب خیرآبادی سے کی علوم عقلیہ میں اُستاد زمانہ اور فرد و یگانہ ہوئے۔ عرصہ دراز تک
دہلی میں صدر الصدور رہے باوجود اشتغال و علائق دنیوی درس و تدریس کا شغل کبھی
کم نہ ہوا۔ طلبہ و تلامذہ کو زبردستی شب و روز اسباق پڑھنے پر مجبور فرماتے تھے۔ میر زاہد رسالہ
و میر زاہد ملا جلال پر آپ کے حواشی شامل درس ہیں آمدنامہ فارسی بھی آپکی یادگار ہے مقبول انام ہے ۵ ذیقعدہ [illegible]

[2] شیخ احمد عرب یمنی شروانی۔ بارھویں صدی ہجری کے آخر میں یمن سے بغرض سیاحت ہندوستان میں آئے
ہندوستان میں فن ادب میں بے مثل ادیب تسلیم کئے گئے ہیں اکثر کلکتہ میں اقامت رہتی تھی نفحۃ الیمن [illegible]
آجکل شامل درس ہے آپ کی تصنیف ہے لکھنؤ بھوپال وغیرہ میں والیان ملک کی مدحت سرائی نہایت [illegible]

جناب مولانا حافظ محمد سعید صاحب۔ آپ مولانا ستار الدین احمد صاحب
کے فرزند حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے تحصیل علم
حضرت مولانا فیض احمد صاحب وجناب مولانا نور احمد صاحب سے کی
تھی اس کے سوا جناب مولانا مفتی سعد اللہ صاحب[۱] مراد آبادی سے بھی
کسی قدر اکتساب علم کیا تھا علوم منقول ومعقول میں تبحر کامل حاصل تھا فقہ
میں خصوصی شان کے ساتھ برگزیدہ آفاق تھے مارہرہ مطہرہ میں کچھ دنوں
حسب الطلب حضرت سیدی سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ۔
حاضر مدرسہ خانقاہ عالم پناہ رہکر صاحبزادگان گرامی قدر کو تعلیم دی شرف
بیعت اپنے نانا قدس سرہٗ المجید سے حاصل تھا۔ شرح ملحۃ الاعراب بزبان
عربی فن نحو میں بکمال تحقیق وتدقیق تالیف فرمائی۔ عمر نے زیادہ وفا نہ کی
۲۴ رمضان المبارک ۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے اور ربیع الثانی شریف ۱۲۷۶ھ میں
انتقال فرمایا کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت سیدی مولانا شاہ
ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب قبلہ وحضرت سیدی شاہ

---

[۱] مولانا مفتی سعد اللہ صاحب مراد آبادی آپ ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام میں ہیں ۱۲۱۹ ہجری میں پیدا ہوئے تحصیل علم اکابر وقت سے کی چنانچہ اخوند شیر محمد ولایتی مولوی محمد حیات پنجابی مفتی صدر الدین صاحب دہلوی مولوی محمد اشرف صاحب لکھنوی مولوی محمد اسمٰعیل مرادآبادی میر ذاہد حسین علی محدث مفتی ظہور اللہ صاحب لکھنوی آپ کے تلامذہ میں ہیں ابتدائے مدرسی وتالیف ومفتی گری میں مصروف رہے جب نواب واجد علی شاہ لکھنؤ سے کلکتہ بھیجے گئے آپ کو نواب یوسف علی خانصاحب والی رامپور نے لکھنؤ سے رام پور بلاکر مفتی ریاست کردیا بزمانہ حج حضرت مولانا شیخ جمال مکی رح سے سند حدیث حاصل کی بکثرت کتب ورسائل آپ کی تصنیفات سے ہیں حضرت سیف اللہ المسلول رح اور حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ سے نہایت عقیدت تھی ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ میں انتقال ہوا مفتی

ابوالحسن عرف میر صاحب قبلہ قدس اسرارہم حضرات مارہرہ ہیں۔ وجناب
عباس حسن خاں صاحب رئیس دھولپور و سید اعظم علی صاحب ہوانہ ہیں۔
اہل شہر میں قاضی عابد علی صاحب و قاضی محسن علی صاحب روساء قاضی محلہ
و قاسم علی خاں صاحب ساکن سرائے جالندھری و چودھری محمد حسین صاحب
رئیس نواده و شیخ احسان کریم صاحب سفید باف ساکن جالندھری سرائے
جنھوں نے غیر مقلد ہوکر اکثر اہل محلہ کو وہابیت کی طرف مائل کر دیا ہے

[illegible]

لطف اللہ صاحب رامپوری مرحوم آپ کے مرید تھے۔ مولوی محمد یحییٰ نے آپ کی تاریخ وفات
یہ نکالی ہے۔ تاریخ وفات گفت یحییٰ گنجینۂ علم و فضل صد آہ۔

سلالۂ خاندان نبوت خلاصۂ دودمان رسالت حضرت سیدی مولانا شاہ
ابوالحسین احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ۔ آپ مسند برکاتیہ مارہرہ
مطہرہ کے تاجدار قادریوں کے ملجا و ماوائے ہندوستان کے مشہور مشائخ عصر کے سرتاج
تھے آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۵ھ میں ہوئی تحصیل علوم مولوی شاہ تراب علی صاحب
لکھنوی مولوی فضل اللہ صاحب جلیسری مولانا نور احمد صاحب مولانا حافظ محمد سعید صاحب
حضرت تاج الفحول صاحب قدس اسرارہم بدایونی اور مولوی احمد حسین صاحب صوفی مرادآبادی
مولوی حسین شاہ صاحب بخاری سے کی علوم باطنی کی تعلیم اور بیعت و خلافت اپنے جد امجد
حضرت سیدی سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ سے حاصل فرمائی اُس کے سوا
حضرت سید شاہ غلام محی الدین صاحب قدس سرہٗ مارہروی جد اصغر اور حضرت سیف اللہ المسلول
قدس سرہٗ۔ اور جناب شاہ تنکا شاہ شمس الحق بخاری قدس سرہٗ سے بھی استفاضۂ باطنی
حاصل کیا۔ باوجود مشاغل باطنی آپ کو تحفظ عقائد کا از حد خیال تھا جس زمانہ میں بدایوں میں
مسئلہ تفضیل کا زور ہوا آپ نے تصنیف رسائل کی طرف متوجہ ہوکر شان حقانیت کا جلوہ دکھایا
اسی طرح عقائد وہابیہ نجدیہ سے محفوظ رہنے کی ہدایت تحریری و زبانی متواتر فرمائی۔ آپ تقدس
و تورع زہد و اتقا میں فائق الاقران تھے ہزارہا مریدین آپ کے دیار و امصار میں ہیں۔ حضرت

شاگردوں میں تھے۔

استاذ انام حضرت مولانا نوراحمد صاحب قدس سرہٗ۔آپ چھوٹی صاحبزادہ مولانا محمد شفیع صاحب کے ہیں آپ کے فضائل و مناقب آپ کے کمالات ظاہری و باطنی احاطہ تحریر میں آنا محال ہیں ہزاروں صورتیں صدہا نفوس آپ کے وجود کی عکسی شبیہ کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ابھی بلہرہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں آپ کی عظمت کا سراغ اُن کے دلوں سے لگائے ایک زمانہ کو آپ نے اپنے فیض سے سیراب کیا خدائی آپ سے مستفیض ہوئی خدا نے آپ کی ذات سراپا برکات کو قلزم علم و فضل بنایا تھا۔۱۳ رجمادی الآخر ۱۲۸۳ھ ولادت باسعادت کی تاریخ ہے تکمیل علوم نقلیہ اور فنون عقلیہ حضرت مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہٗ سے فرمائی بعض کتب معقول مثل افق المبین اور شفا وغیرہ حضرت استاذ مطلق مولانا فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ سے اخذ فرمائیں۔ تخمیس حضرت تاج الفحول

تاج الفحول قدس سرہٗ کے ساتھ نہایت خصوصی مراسم تھے ہمیشہ فرماتے تھے جو میرا مرید ہے وہ حضرت کا مرید ہے جو حضرت تاج الفحول کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے الی آخرہ مخالف میرا مخالف میرا مخالف اُن کا مخالف ہے۔ آپ کی تصانیفات رسالہ دلیل الیقین	خصوصیت ۱۸۹۳

سراج العوارف۔ وغیرہ ہیں وصال ۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ میں ہوا۔خاتم اکابر بعد فقدہ ۱۳۲۵ھ سال وصال ہے نماز جنازہ جناب مولانا محب احمد صاحب قبلہ نے پڑھائی خانقاہ معلیٰ میں محو استراحت ہیں عرس شریف صاحب سجادہ عالیہ برکاتیہ حضرت سیدی مہدی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم جس دھوم دھام سے عظیم الشان پیمانہ پر کرتے ہیں وہ عالم آشکار ہے

۵۔ السیادات سید شاہ ابوالحسن المعروف بہ میر صاحب قدس سرہٗ۔ آپ حضرت سید شاہ ظہور حسین چھوٹو میاں صاحب قدس سرہٗ کے فرزند تھے بیعت و خلافت اپنے جد امجد سے حاصل تھی نہایت بابرکت بزرگ تھے ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے ۹ رجب ۱۱۳۳ کو رحلت فرمائی

قدس سرہ آپ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ ویں بلاد نظیر حضرت عمی و استاذی علیہ الرحمۃ بمشاہدہ نیامدہ لاریب وحید عصر و فرید دہر بودند غیر از تعلیم و تدریس طلبا و اعانت فقرا و غربا شب و روز شغلے دیگر مرغوب طبع مبارک نبود عدد تلامذۂ جناب بالوف رسیدہ اما ز ہے برکت و فیض کہ ہر کسے ہر قدرے کہ خواندہ در یک سبق برکت سالہا یافتہ و بفضل الٰہی و فیض و برکت حضرت عالی استاذی علیہ الرحمۃ کہ از تلامذہ محروم از دولت علوم نماندہ امروز در تمام بدایوں احدے از تلمذ جناب شان خالی نیست الخ آپ کے تلامذہ کی تعداد پنجاب۔ کابل۔ فارس و عراق تک وسعت پذیر ہے۔ تلامذہ کیساتھ ازحد شفقت فرماتے تھے۔ شادی کے تھوڑے دنوں بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے وفات پائی ہرچند اعزا نے دوسری شادی کا اصرار کیا مگر آپ نے اس خیال سے کہ سلسلہ درس و تدریس میں ہرج واقع ہوگا شادی دوبارہ نفرمائی آپ کے اخلاق کریمہ غربا اور اہل محلہ کے ساتھ نہایت محبت آمیز تھے

بقیہ صفحہ ۹۳

درگاہ معلی میں بائیں دالان روضہ حضرت سیدشاہ آل محمد قدس سرہ میں مدفون ہوئے۔

لہ استاذ مطلق حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ۔ آپ مولانا فضل امام صاحب کے صاحبزادہ علمار کرام کی محلس کے سراج منیر ہیں علم معقول کے مسلم الثبوت امام ہیں ۱۲۱۱ھ میں پیدا ہوئے ایام طفلی میں صرف چار ماہ کے اندر قرآن شریف کو حفظ کرلیا۔ تیرہ سال کی عمر میں والد بزرگوار کے فیض توجہ سے درسیات کو ختم کیا علوم منطق و حکمت و فلسفہ و ادب وکلام و اصول وغیرہ میں جس طرف توجہ ہوگئی تلامذہ کو یکتائے زمانہ کردیا علوم باطن کے جذبات بھی خانۂ قلب کی نورانیت کیلئے باعث فروغ تھے حضرت شاہ دھومن صاحب چشتی دہلوی سے بیعت حاصل تھی۔ مناصب جلیلہ پر ریاست لکھنؤ و رامپور و الور میں ہمیشہ مامور رہے مگر کبھی یک منزل قرآن شریف روزانہ و نماز تہجد ناغہ نہوئی۔ آپ کے مناقب علمیہ ظاہری ہرستائش سے مستغنی ہیں۔ صرف آپ کے تلامذہ کے علو مراتب سے آپ کی شان ارفع و اعلیٰ کا

شرف بیعت حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے حاصل تھا
شعر خود نہ فرماتے تھے لیکن پاکیزہ کلام کی نہایت قدردانی کیا کرتے تھے۔ تالیف
وتصنیف کی طرف عدیم الفرصتی کے باعث زیادہ التفات نہ تھا سنہ ۱۳۰۱ھ
قدسی میں راہی خلد بریں ہوئے آستانہ قادریہ میں حضرت سیف اللہ
المسلول قدس سرہ کے آغوش راست میں جگہ پائی۔ شیخ العصر مادہ تاریخ
وصال ہے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ آپ کے افضل التلامذہ میں ہیں
آپ کے سوا مولوی فرخ حسین عثمانی۔ مولوی سراج احمد مولوی مصاحب علی

پتہ چلتا ہے۔ باعتبار جامعیت حضرت تاج الفحول قدس سرہ کو ملاحظہ کیا جائے آپ کو
صاحبزادہ مولانا عبدالحق صاحب کو دیکھا جائے اس کے بعد فرداً فرداً مولوی احمد حسن صاحب
مرادآبادی مولوی سلطان حسن صاحب بریلوی مولوی نورالحسن صاحب کاندہلوی مولوی
فیض الحسن صاحب سہارنپوری مولوی شاہ عبدالحق صاحب کانپوری مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب
رامپوری مولوی سید عبداللہ صاحب بلگرامی۔ ملا فتح الدین صاحب لاہوری ملا نواب صاحب
قندھاری وغیرہ کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں ان حضرات میں کا ہر شخص
چوٹی کے لوگوں میں سمجھا جاتا ہے۔ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ سے آپ کو نہایت خلوص
وعقیدت تھی یکبار مارہرہ میں بدایوں بھی شریف لائے تھے اکثر اوراد و اشغال کی اجازتیں حاصل کیں تھیں
مدرسہ عالیہ قادریہ میں مقیم رہے تھے۔ ہنگامہ غدر فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے آپ کو حبس دوام
بعبور دریائے شور کی سزا دی وہیں تاریخ ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی
تصانیف میں شرح سلم قاضی مبارک۔ حاشیہ افق المبین۔ حاشیہ تلخیص الشفا ہدیہ سعیدیہ
وغیرہ معقول میں بکثرت رسائل ہیں ان رسائل کے سوا کتاب تحقیق الفتوی رد خرافات مولوی
اسمعیل صاحب دہلوی میں ہے جس کو خاص دہلی میں مولوی اسمعیل صاحب کی موجودگی میں
تحریر فرمایا تھا جس پر اکابر علماء دہلی مثل مولوی رشید الدین خانصاحب۔ و مولوی مخصوص اللہ
صاحب وغیرہ نے مواہیر ثبت فرمائیں۔ جس کا جواب مولوی صاحب کو بجز فرار کچھ بن نہ آیا او رحیلہ جنا

روسار، مولوی محلہ۔ مولوی حکیم سعید الدین مولوی طاہر الدین۔ مولوی عزیز الدین روسار فرشولی محلہ۔ مولوی ابو محمد تحصیلدار۔ شیخ اقتدار الدین روسار سوختہ محلہ قاضی شیخ الاسلام قاضی قمر الاسلام قاضی محی الاسلام روسار عباسی محلہ۔ میر قاسم علی رئیس سرائے جلندری مولوی محمد حسین[۵۱] و مولوی احمد حسن[۵۲] روسار سید باڑہ۔ حافظ عبد اللہ نابینا سفید باف بدایوں کے مشہور لوگ آپ کے شاگرد تھے۔ بیرونجات میں مولوی نجم الدین سنبھلی۔ مولوی امین الدین خیرآبادی ملا اکبر شاہ ولایتی مولوی محمد عارف مولوی محمد نعمان مولوی فقیر اللہ وغیرہم تلامذہ مشہورین میں ہیں۔

ضمیمہ ۵۹

دہلی اور اہل دہلی سے منہ چھپایا۔ ایک اور رسالہ رد وہابیہ میں امتناع نظیر ہے جس کو حال میں مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری نے مطبوع کرایا ہے اس رسالہ کی ہیبت استدلال سے بڑے بڑے دیوبندی لرزتے ہیں۔ اگرچہ عہد المقل میں علماء بدایوں اور خیر آباد کو پانی پی پی کر کوسا ہے مگر سینوں میں دل لرزتا ہے۔

[۵۱] مولوی محمد حسین صاحب خلف مولوی اسد اللہ صاحب آپ بدایوں کے سر برآوردہ علمار کرام میں تھے مولانا نور احمد صاحب کے ممتاز و مخصوص تلامذہ میں تھے منطق و ادب میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے شرف بیعت حضرت مولانا شاہ عبد المجید صاحب قدس سرہ سے حاصل تھا حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ اور مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی قدس سرہ سے جو مکالمہ بعض مسائل منطق پر ہوا ہے تو آپ ہی اُس کے کاتب تھے کہا جاتا ہے کہ عربی علم ادب کے زمانہ جاہلیت کے دس ہزار اشعار آپ کو یاد تھے۔ اخونجی کے نام سے ملقب تھے درس و تدریس کا شغل آخر عمر تک جاری رہا آستانہ مجیدیہ کی حاضری گویا معمول تھا

[۵۲] مولوی احمد حسن صاحب وکیل شرعی رئیس شیخ پٹی کے تھے صاحب درس تھے آپ کے تلامذہ میں جناب مولوی حاجی وزیر احمد صاحب بی اے رئیس (ٹونک والا) جو نہایت عابد و متورع گوشہ نشین بزرگ ہیں حی و قائم ہیں

مولانا عبد الصمد صاحب قدس سرہ - آپ تیسرے صاحبزادہ مولانا عبد الحمید صاحب کے ہیں ۲۲ شعبان ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے تحصیل و تکمیل علوم اپنے برادر بزرگ حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے فرمائی چھیتر سال ایک ماہ کی عمر پائی اور اپنے اخ اکبر کے وصال سے آٹھ ماہ آٹھ دن بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۵۶ھ کو انتقال کیا آپ کی شادی سادات قبائی محلہ سید باڑہ میں ہوئی تھی ایک صاحبزادہ مولانا ظہور احمد اپنی یادگار چھوڑے -

مولانا ظہور احمد صاحب آپ ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے ظہور علی تاریخی نام تھا آپ شاگرد و مرید و داماد حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے تھے تکمیل علوم درسیہ اور تحصیل فنون طبیہ حضرت سیف اللہ المسلول سے کی تھی فن طب میں دستگاہ کامل حاصل تھی بھرت پور اسی نہج سے تشریف لے گئے تھے وہیں بمقام بادر ۱۲۷۵ھ میں انتقال ہوا ایک پسر ایک دختر جو بعقد حضرت سیدی تاج الفحول قدس سرہ منسوب تھیں اپنی اولاد میں چھوڑی -

مولانا انوار الحق صاحب آپ مولانا ظہور احمد صاحب کے فرزند تھے ۱۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے مظہر محمدی تاریخی نام تھا درسیات کی تکمیل اپنے پھوپی زاد بھائی مولانا نذیر احمد صاحب سے کی شرف بیعت حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ سے حاصل تھا فارسی میں نہایت رغبت کے ساتھ درس کا سلسلہ جاری رکھا ذوق سخن گویا خاصۂ طبیعت تھا انوار تخلص تھا نعت و مناقب لکھا کرتے تھے آپ کا کلام ماہ تاباں اوج معرفت وغیرہ میں بکثرت شایع ہو چکا ہے اپنے پیرو مرشد کی سوانح عمری طوالع الانوار مرتب کی جس کا اقتباس جابجا اس سوانح میں موجود ہے ۵ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہوا تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں ایک مولانا الحاج الشہید مولوی حکیم

عبدالقیوم صاحب قدس سرہٗ کو منسوب تھیں ایک مولوی حاجی غفور بخش
صاحب قادری وکیل بلند شہر رئیس بدایوں کے عقد میں ہیں۔ ایک
حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ غلام پیر محبوب حق مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر صاحب
مدظلہم الاقدس کی اہلیہ محترمہ ہیں ایک لڑکے کا صغر سنی میں انتقال ہو گیا بڑے لڑکے مولوی
ابرار الحق صاحب کیف قادری محب الرسولی مرحوم تھے جن کا تاریخی نام نذر الرسول
تھا ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ سے درسیات اور مولانا
حکیم سراج الحق صاحب قدس سرہٗ سے طب کی تحصیل کی شاعری میں فصیح الملک
نواب مرزا داغ کے ارشد تلامذہ میں تھے چار دیوان عاشقانہ نہایت فصاحت
و بلاغت کے ساتھ تحریر کئے لیکن شائع نہ ہو سکے آخر میں نعت و مناقب
کی طرف متوجہ ہوئے حدود شرع کے اندر نعت شریف میں وہ گلکاریاں
اور گلفشانیاں کیں کہ عروس سخن کو صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی
رنگین جوڑا پہنا دیا۔ کلام میں جدت طرازی رنگینی۔ شوخی۔ مضمون آفرینی کیا
زبان کی صفائی نور اُفوق نور کی مصداق تھی مطلع سے مقطع تک تخلص
کی رعایت سے اشعار بھی کیف مضامین سے سرشار نظر آتے تھے عرس
قادری کے مناقب خوانوں میں آپ کے دم سے ایک عجیب ذوق سخن
رہتا تھا عرس شریف میں مہمانوں کے قیام کا انتظام آپ ہی سے سرانجام
پاتا تھا اور آپ شبانہ روز جس محنت و جانفشانی سے خدمات عرس شریف
انجام دیتے تھے وہ در اصل آپ کا ہی حصہ تھا آپ نے تذکیر و تانیث میں
ایک مبسوط رسالہ جسمیں تمام اساتذہ کے کلام سے سند لی گئی ہے تالیف کیا
ایک رسالہ محاورات میں اسی طرح مرتب کیا فن طب میں چند مفید رسائل
تحریر کئے جو افسوس کہ شائع نہ ہو سکے۔ دو سال ہوئے ۱۴ شعبان ۱۳۳۱ھ کو انتقال
فرمایا۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ مولوی عبدالصمد صاحب سرور راقم کے برادر
طریقت اور شفیق فی الحقیقت ہیں آجکل رسالہ شمس العلوم کی ادارت کرتے ہیں

امام الاولیا سید المشائخ تاج العلما غوث العلمین عروس حجلۂ تقدیس نوشاہ خلوتِ توحید

حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق عبد المجید قدس سرہٗ الوحید

آپ بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا عبد الحمید صاحب قدس سرہٗ کے ہیں
ولادت باسعادت ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۷۷ھ کو واقع ہوئی تاجدار عارفان
محبوب حق تعمہ سال ولادت ہے وقت پیدائش تجلیات ذاتی حضرت باری
عزاسمہٗ کی جلوہ ریزی نے یہ اثر دکھایا کہ آپ کا نام تاریخی بھی ظہور اللہ تجویز کیا گیا
ایام رضاعت ہی سے آثار بزرگی چہرہ سے عیاں تھے اکابر وقت کے ہاتھوں میں
پرورش و تربیت پائی طفلی کا زمانہ بزرگوں کی صحبت میں گزرا۔ زہد و اتقا کا
رنگ رگ و پے میں ساری ہوگیا۔ ہوش سنبھالا تسمیہ خوانی کی رسم ادا
ہوتے ہی حضرت بحر العلوم قطب زمان مولانا محمد علی صاحب قدس سرہٗ نے
اپنے آغوش تربیت میں لیکر سلسلۂ تعلیم شروع فرمایا۔ والدہ ماجدہ آپ کی خود
زہد و اتقا میں یگانۂ آفاق تھیں۔ مولانا خطیب محمد عمران رح آپ کے ماموں جیسے
خدا رسیدہ بزرگ۔ مولانا مفتی عبد الغنی صاحب رح آپ کے پھوپھا جیسے شیخ المشائخ
یہ لوگ ہر وقت آپ کو نگاہوں میں رکھتے تھے۔ غرض حضرت بحر العلوم شفیق
چچا نے علم و عمل میں شروع ہی سے کامل و مکمل کرنا شروع کیا ہنوز گیارھویں
سال میں قدم رکھا تھا۔ کہ قطب زمان بحر العلوم رح نے شب بیداری الی اللہ کا خوگر
کرایا نماز تہجد شروع کرادی تصور و تصدیق کی مشق کرائی عبادت شب میں
آپ کو وہ لذت و چاشنی حاصل ہوئی کہ آخر دم تک سفر و حضر میں کہیں
کبھی نماز تہجد ترک و قضا نہوئی اس طرح تعلیم ظاہر و باطن آٹھ سال تک حضرت
بحر العلوم قطب زمان سے پائی بعد وصال استاد بزرگ کے آپ نے عزم
سفر فرمایا لکھنؤ جاکر مولانا ذو الفقار علی صاحب ساکن دیوہ سے جو اس زمانہ میں
علم و فضل میں استاد وقت تھے اور حضرت ملک العلما مولانا نظام الدین سہالوی رح

مایۂ ناز تلامذہ میں تھے تکمیل علوم فرمائی اور بکمال اختصاص سند فراغ حاصل فرمائی جو مواہیر شاہی سے مسجل ہو کر باقاعدہ آپ کو پیش کی گئی۔ بعد تکمیل و فراغ جذبات باطنی نے ابھرنا ابھارنا شروع کیا۔ رہبر صادق و مرشد برحق کی جستجو میں دیار و امصار کی بادیہ پیمائی کرتے ہوئے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کیں۔ اکابر خاندان کی صحبت نے ہمت بلند اور نگاہ رفعت پسند کر دی تھی عرفان الٰہی کی نورانی روحانی راہیں روشن ضمیر قلب پر پیشتر ہی آئینہ ہو چکی تھیں۔ مشائخ وقت اور اصفیائے عصر کی مجلسیں دیکھیں بھالیں بہت سے مسند نشین اور صاحب ارشاد اکابر نگاہوں سے گزرے مگر ظرف عالی اور فکر بلند نے بمصداق (نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز) کہیں تسلی و تشفی نہونے دی اگرچہ بعض اوقات خاطر عاطر میں اس طائفہ سے سوء ظن بھی پیدا ہو جاتا لیکن طلب شیخ سے کبھی سینہ خالی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم بتقریب عرس شریف حضرت سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مارہرہ شریفہ جانے والے ہیں وہاں حضرت سلطان المحبوبین سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں جو آجکل قبلۃ الاولیا ہیں ہمارے ساتھ وہاں چلکر حضرت کی زیارت کرنا۔ کیا تعجب ہے کہ وہاں تمھاری مقصد براری ہو جائے بزرگ پھوپا کے ارشاد کی تعمیل آپ نے ایک مشتاقانہ آرزو کے ساتھ فرمائی حاضر مارہرہ شریفہ ہوئے چونکہ ابھی وقت نہیں آیا تھا کچھ کشود خاطر اور اطمینان قلب نہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے حضور اچھے میاں صاحبؒ سے بہت اصرار کے ساتھ آپ کی طرف توجہ مبذول فرمانے کو کہا مگر کچھ جواب نملا اور آپ اسی طرح واپس تشریف لائے مکان آکر پھر آپنے تلاش شیخ میں عزم سیاحت فرمایا جب مفتی صاحب کو خبر ہوئی تو پھر آپ کو سمجھایا اور کہا کہ اس زمانہ میں حضرت اچھے صاحبؒ سے بہتر میری نظر میں کوئی بزرگ کہیں نہیں معلوم ہوتا۔ مارہرہ شریف ہی جاکر تمھیں بیعت کرنا چاہیئے

اور جو کچھ وہاں سے ملے اُس پر قناعت کرنا بہتر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ
بیعت کی دو قسمیں ہیں ایک جو بے اختیار واقع ہو۔ یہ سب سے عمدہ اور
احسن ہے مگر مجھکو نصیب نہیں۔ دوسری با اختیار خود اس کے لئے وجہ وجیہ
قایم کرنے کی ضرورت ہے۔ اُس کا اظہار جناب نے نہیں فرمایا۔ اگرچہ آپ کا
پاس ادب لب کشائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ میں تو یہی کہتا
کہ وہاں بھی اونچی دوکان پھیکا پکوان والی ہندی ضرب المثل صادق آتی
ہے۔ مفتی صاحب کو آپ کی اس صاف گوئی سے کسی قدر آزردگی اور
ملال ہوا۔ ادھر آپ بھی ساکت وخاموش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد اجازت
سفر چاہی مفتی صاحب نے بادل نخواستہ اجازت عطا فرمادی آپ
مفتی صاحب سے رخصت ہوکر مکان پر تشریف لائے دوسرے روز صبح
کو مصمم ارادہ سفر فرمایا۔ شب کو طالع خوابیدہ بیدار ہوا عالم خواب میں حضور
سید عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس کی حضوری
ہوئی۔ دیکھا کہ مجلس آراستہ ہے حضرات صحابہ کرام واولیاء عظام کی
صفیں حلقہ کئے ہوئے ہیں حضور دستگیر عالم غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ
وحضرت شیخ الاولیا فرید الملت والدین باباشکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور حضور
اچھے میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ قریب تخت معلی حاضر ہیں کہ اتنے میں
حضور آقائے دو عالم روحی الہ الفداہ نے حضور غوث پاک کی طرف کچھ اشارہ
فرمایا حضور دستگیر عالم نے اپنے دست حق پرست سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور
اچھے میاں صاحب کے دست مبارک میں دیدیا جب اس طرح یہ دولت خداداد
ہاتھ آئی۔ صبح کو ہزاروں فرحت وانبساط کے ساتھ بیدار ہوئے فوراً مارہرہ
شریفہ کا قصد فرمایا۔ بکمال عقیدت واخلاص حاضر بارگاہ حضور معلےٰ
ہوکر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد شبانہ روز شیخ کی حضوری
میں حاضر رہنا اختیار فرمایا اور کبھی کسی وقت حضور اقدس اچھے میاں صاحب

قدس سرہ کے زمانہ وصال تک مارہرہ شریفہ سے قصداً جدائی گوارا نفرمائی یہانتک
کہ اگر عزیز و اقارب کسی تقریب سے آپ کو بدایوں بلاتے اور حضور معلےٰ کو
خبر ہو جاتی کہ مکان سے بلاوا آیا ہے فوراً آپ کو مکان جانے کی تاکید فرماتی
حضرت مولانا یہ کہکر کہ بہت اچھا جاؤنگا سامنے سے چلے آتے تعمیل حکم کے لئے
گھر جانیکا قصد فرماتے لیکن دلکو مفارقت شیخ سے مضطربانہ کاوش ہوتی۔
کچھ دیر ادھر اُدھر رہکر پھر حاضر دربار ہوتے سرکار والا جاہ سے پھر تاکید ہوتی
آپ پھر قصد روانگی کرتے لیکن دل بے اختیار ہو جاتا صدمہ مفارقت
گوارا نہوتا مجبوراً پھر سامنا ہوتا جب پیر و مرشد کا اصرار یہانتک پہونچتا کہ آپکے
لئے سواری وغیرہ کا انتظام بھی کر دیا جاتا مجبوراً مکان تشریف لاتے بمشکل
تمام دو چار دن رکتے اور فوراً واپس ہو جاتے۔ اس حاضری و حضوری کے
صلہ میں پیر و مرشد کی نگاہ کرم اور لطف خصوصی بھی آپ کو ہر وقت اپنے
آغوش میں رکھتا۔ مدارج فقر و عرفان میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی
رہی۔ جیسا کہ آثار احمدی کی تحریر سے بھی واضح ہوتا ہے۔

آنجناب دست بحبل المتین عروۃ الوثقیٰ زدہ رہگرا رمقصد اعلیٰ گردید۔
وابواب فیوض و برکات بر روے خود کشود۔ وجادہ سلوک بقدم الٰہی۔ نور دیدہ
چراغ امتیاز در امثال و اقران برافروخت واز نتیجہ عشق محبوبی کمال بجمال
ہمایوں بہرسانده بسرمایہ حضوری آنجناب کا میابی حاصل ساخت وپس از
طے مراحل سلوک وفقر ولباس صوفیہ وسند خلافت سلاسل عالیہ سرفرازی
یافت و ملازم استان قدسی گشت۔ جنابعالی باولی نظرے وعنایتے خاص
وایشانرا باآنجناب نسبت مخصوص بل اقوی بود چنانچہ اکثر جنابعالی میفرمود کہ
کہ مولوی عبد المجید بمقام طلب من مرید است وہیچو اوطالبے صادق زیاد موافق
نیست وبمقاوضات شریفہ سرنامہ نامیش افضل العبید مولوی عبد المجید قلمی
میفرمود۔ الخ

جب تکمیل مراتب ہو چکی مثال خلافت عطا فرمائی گئی اور شاہ عین الحق
کے خطاب سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپ کے باطنی جذبات اور روحانی ولولے
اگرچہ بہت کچھ آپ کو ذوق آشنائے بیخودی کرنا چاہتے تھے لیکن علوم
شرعیہ کی زبردست زنجیر ایک بیش بہا سلسلہ دیتی تھی آپ کا ظاہری و
باطنی کیفیت و سرور دیکھ دیکھ کر خود حضور اقدس ارشاد فرماتے۔ کہ درویش باید
کہ ظاہرش چوں ابی حنیفہ باشد و باطنش چوں منصور این حنفی بحر
مولوی عبد المجید و دیگرے ندیدہ ام۔ اتباع شریعت اس درجہ ملحوظ خاطر تھا کہ
کبھی کسی وقت میں ترک سنت کا ظہور ہوا ہی نہیں۔ نوافل و مستحبات جو
روز اول سے اختیار فرمائے آخر دم تک ترک نہ ہوئے۔ ایک طرف پیر و مرشد
کو آپ سے اس درجہ خصوصیت اور انس تھا کہ اکثر مریدان با اختصاص اور
خلفائے خاص کے حلقہ میں ارشاد فرماتے کہ اگر روز قیام خداوند کریم کی جناب
سے سوال کیا گیا کہ ہماری بارگاہ کے لئے کیا تحفہ لائے ہو تو مولوی عبد المجید
کو پیش کر دونگا۔ دوسری جانب پیرزادگان میں آپ کا اس درجہ وقار
و احترام تھا کہ جو آپ فرماتے اُس پر جملہ صاحبزادگان متفق ہو جاتے۔ چنانچہ
بعد وصال حضرت سید شاہ آل برکات المعروف ستھرے میاں صاحب رحمۃ اللہ
علیہ (جو بعد وصال حضور اقدس اچھے میاں صاحب رضی اللہ عنہ مسند برکاتیہ پر
کسی قدر اختلاف آراء کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور قریب سولہ سال تک
اپنے فیض و برکت سے بندگان خدا کو مستفیض فرما کر ۱۲۵۱ھ قدسی میں واصل
بحق ہوئے) معاملہ سجادہ نشینی میں اختلافات کا اندیشہ قلوب میں پیدا
ہوا۔ درگاہ معلےٰ کے تبرکات عالیہ اور خرقہ شریفہ وغیرہ جو بغیر جملہ صاحبزادگان
کی موجودگی و اتفاق کے نہیں کھلتے ہیں بالکل مقفل کر دئے گئے اس وقت
آپ نے باصرار بعض حضرات حاضر مارہرہ مقدسہ ہو کر نہایت خوبی و خوش اسلوبی
سے اس نزاع باہمی کا تصفیہ فرمایا اور خاص فاتحہ چہلم حضرت ستھرے میاں صاحب

قدس سرہٗ کے روز مسجد آستانہ مقدسہ میں خرقہ و دستار و دیگر تبرکات جو حضور اقدس اچھے میاں صاحب رحمۃ نے آپ کو مرحمت فرمائے تھے آپ نے حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ کو جن کو اجازت عامہ اور خلافت تامہ اپنے عم محترم حضور اچھے صاحب قدس سرہٗ سے حاصل تھی) پہنا کر خود نذر سجادہ پیشکش فرمائی آپ کا نذر دینا تھا کہ سب نے اس رسم سجّادہ نشینی کو تسلیم کر لیا اور آپ کے بعد جو پہلی نذر گزری ہے وہ انھیں حضرات کی تھی جو اس سے قبل مانع تھے۔ ایسے نازک وقت میں صرف آپ کی عظمت و وجاہت نے بات رکھ لی اور تمام خدشات نیست و نابود ہو گئے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد سے آپ کی طبیعت مارہرہ مقدسہ میں لمحہ بھر کو نہ لگتی تھی اور فراق شیخ کا قلب مبارک کو سخت صدمہ تھا اس لئے آپ نے مستقل طور پر بدایوں کی اقامت اختیار فرمائی اور بجز شرکت عرس شریف و دیگر ضروریات آستانہ برکاتیہ کبھی گھر سے باہر قدم نہ نکالا۔ درگاہ معلیٰ کا نذرانہ یعنی زر یومیہ جو سرکار فرخ آباد سے مقرر ہے حضور معلےٰ نے اپنی حیات میں آپ کے نام منتقل کرا کر بجائے اپنے نام مبارک کے آپ کا نام درج کرا دیا تھا۔ اس خدمت کو عرصہ تک آپ انجام دیتے رہے اور خزانہ سرکاری سے یہ یومیہ وصول کرنے کے لئے آپ کو سفر کرنا پڑتا تھا۔ ایک مرتبہ بعض اشخاص نے زمانہ دراز کے بعد ایک شکایتی درخواست اس مضمون کی حاکم وقت کے یہاں دیدی کہ زر یومیہ درگاہ مارہرہ یا فتنی شاہ عین الحق بدایوں کے ایک مولوی صاحب مولوی عبد المجید نامی وصول کر لیتے ہیں۔ لیکن بعد تحقیقات یہ بات ثابت ہو گئی کہ شاہ عین الحق آپ ہی کا خطاب ہے اور کوئی کارروائی خلاف نہیں ہے۔

ایسے ہی دوسری بار پھر کسی نے درخواست دی حاکم ضلع خود استفسار حال کے لئے مدرسہ قادریہ میں پہونچا۔ اس وقت آپ اپنے حجرہ مبارک میں

سامنے چٹائی پر بیٹھے ہوئے اشغال و اذکار میں مستغرق و محو تھے۔ مگر حاکم وقت کو نظر نہ آتے تھے۔ صاحب موصوف بار بار حضار مدرسہ سے پوچھتے تھے کہ شاہ عین الحق کون ہیں اور کہاں ہیں سکھنے والے فوراً جواب دیتے تھے کہ آپ کے پیش نظر چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہیں صاحب بہادر سخت متعجب تھے کہ یہ کیا واقعہ ہے ہر شخص کو آپ نظر آتے ہیں اور ہماری نظر سے پوشیدہ ہیں آخر غرق تحیر ہو کر اور درخواست کو خلاف واقعہ تحقیق کر کے صاحب حاکم ضلع نے معاودت کی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت اقدس نے زر یومیہ صاحبزادگان کے نام منتقل فرمادیا۔ اور اس خدمت سے سبکدوشی حاصل کی۔ پھر مدرسہ عالیہ سے کبھی باہر تشریف نہ لے گئے یہانتک کہ عمر شریف اسی سال کی ہو گئی قوائے جسمانی از حد ضعیف ہوگئے طاقت و توانائی جواب دے چکی یکایک آپنے بکمال جذبہ عشق و غلبۂ شوق حرمین شریفین کا قصد مصمم فرمایا۔ اس وقت کا سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا ریل وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا سواری کا بہم پہنچنا بھی دشوار تھا اس پر راستوں کی خرابی ایک ضعیف و کمزور جسم کے ساتھ جو سلوک اس قدر طویل سفر میں کر سکتی تھی اُس کا صرف قیاس ہی کافی ہے۔ مگر آپ نے ان ظاہری تکالیف کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور ۱۲۵۶ھ میں بقصد حج و زیارت روضہ نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم سفر فرمایا مریدین و متوسلین بھی جو اپنے پیر کے عاشق و جانباز تھے ہمرکاب ہوئے۔ قریب سو آدمیوں کے قافلہ میں تعداد ہو گئی۔ جب یہ قافلہ بڑودہ پہونچا وہاں آپ کے صاحبزادہ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ بھی حج سے واپس آکر بقصد وطن بمبئی سے چلے تھے خبر تشریف آوری سُنکر سعادت قدمبوسی سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اور پھر آپ کی ہمراہی میں احرام سفر باندھا بخیر و خوبی حرمین طیبین کی زیارت سے مشرفیاب ہو کر دربار نبوت سے انعام واکرام فیوض و برکات حاصل کر کے مراجعت فرمائی وطن ہوئے کوئی اثر سفر

آپ پر محسوس نہوا۔ راستہ بھر اور خاص زمین مقدس حجاز میں مخلوق الٰہی آپ سے فیضیاب ہوئی

وطن میں جب سجّادہ طریقت پر آپ نے جلوس فرمایا آپ کے فضل و کمال زہد و تقدس اور تصرف و کرامات کا شہرہ دور دور تک پہنچا تشنگان بادۂ طریقت اور مشتاقان صہبائے حقیقت آپ کے در دولت کو میخانۂ خداشناسی سمجھ سمجھکر ساغر بکف آنا شروع ہوئے۔ اور فیض ساقی سے سرشار و مخمور ہو ہو کر عرفان الٰہی کے ذوق آشنا ہوئے غربا و مساکین امرا و عمائد آپ کی کفش برداری ہمیشہ باعث صد افتخار سمجھتے رہے علما و مشائخ آپ کی نگاہ کرم کے متمنی ہوکر آپ کے باب فیض پر ناصیہ فرسائی کو ہمیشہ ذریعہ تقرب الی اللہ جانتے رہے۔ خاص بدایوں کے معزز شرفا میں کوئی ایسا گھرانا نہ تھا جو آپ کے سلسلہ ارادت میں داخل نہو جب آپ کی نسیم فیض اور شمیم برکت انگیز کی لپٹیں دور دور پہونچیں والیان ملک اور امرا ذی اختیار کو آپ کی قدم بوسی اور زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ دربار اودھ سے جائیداد اور معافیات مصارف کے لئے نذر کی گئیں جس کے اسناد اور فرمان ابتک موجود ہیں غدر کے بعد سرکار برطانیہ کی جانب سے منجملہ معافیات سابقہ عطیات شاہان سلف کے موجودہ جائیداد کا معافی دوامی کا سارٹیفکٹ آپ کے ہی نام کمشنری مرادآباد سے صادر ہوا باوجود اس تقدس و تقرب الٰہی کے پھر بھی آپ مرید کم فرماتے اور مریدین پر توجہ خاص رکھتے یہی وجہ تھی کہ آپ کے عام مریدین بھی خداترسی و خداشناسی کا خاص جوہر تھا اور مخصوص مریدین کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

آثار احمدی میں ہے باوصف ارادت و عقیدت خلق مریدان کم گرفتہ اما مریدانش ہمہ اہل کمال و صاحب کیف و حال اند۔ وچرا نباشد کہ تاثیر فیض و برکت توجہ او بانک بدصحبت مردم ورخو دیافتہ ماندپس مریدین اوچہ گفت

دوسری جگہ ہے ہر چند ابواب مکاشفات بروے مبکشتا نید اظہار آں ممکن نے کہ بوقوع آید و باکمال حالت جذب استقامت تام اندر شریعت داشتہ و باغایت غلبہ و طغیان محویت حقیقی پا از جادہ تمکین فرو نگذاشتہ فیض صحبت مرشد سے ہر قدر کہ بوسے دست دادہ بدیگرے ازاں بہرہ کمتر حاصل گردیدہ۔

ایک مقام پر ہے۔ زہے وسعت مشرب و حوصلہ بلند کہ باین مدارج ارجمند و اختصاص فیض و برکت صحبت مرشد حضرت مولویصاحب علا تفوق بر امثال جستہ۔ و مطلقاً او کمال تمکین رموز کلام تصوف و اسرار توحید رائے پردہ بلند اہنگ ساز اظہار نہ ساختہ۔ آپ کے مراتب عظیمہ اور مدارج فخیمہ کا حال آثار احمدی و ہدایت المخلوق سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے خاکسار راقم الحروف اگر شرح و بسط کے ساتھ آپ کے خصائل کریمہ اور فضائل عمیمہ کو لکھنا شروع کرے تو ایک ضخیم رسالہ کی ترتیب ہو جائے بہ نظر اختصار اسی قدر پر اکتفا کرتا ہے اگر وقت ملا اور زندگی باقی رہی تو انشاء اللہ آپ کی جداگانہ سوانح عمری میں آپ کے شبانہ روز کے حالات آپ کے ملفوظات آپ کے تصرفات قلمبند کئے جائینگے۔ بعض واقعات کا اندراج یہاں بھی پیش نظر ہے۔

ایک مرتبہ آپ بدایوں سے مارہرہ شریفہ کو جا رہے تھے خلیب تجمل حسین صاحب مرحوم و دیگر متوسلین ہمراہ رکاب تھے شیخ غلام غوث مرحوم خادم خاص نے جب سواری قادر گنج پہونچی درویش لنگ مشہر میاں ربتا شاہ کا جو حضور اچھے صاحب قدس سرہ کے مریدین میں مشہور درویش ہیں تذکرہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ اکثر خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتا ہے ہمراہیوں نے مخاطب پاکر مختلف طور پر میاں ربتا شاہ کے حالات بیان کئے ایک صاحب نے یہ بھی کہدیا کہ حضور وہاں تو

ہر وقت فقیروں کا میلہ رہتا ہے اور شراب کا دور چلا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا چلو ہم بھی دیکھیں وہ کیا تماشے کیا کرتا ہے ہم بھی تو خدا سے یہی چاہتے تھے کہ حضور کو کسی طرح وہاں تک لے چلیں اور اسی لئے یہ ذکر چھیڑا تھا۔ سب ساتھ ہوئے جب قریب مڑھی کے پہونچے۔ دیکھا فقرا، بادہ کش کے حلقہ میں میاں ریتا شاہ ساقی بنے بیٹھے ہیں دو چار سبوچہ و جام گلی اس بزم رنداں کی زیب و زینت ہیں۔ تاڑی کا دور اڑ رہا ہے۔ میاں ریتہ شاہ کی نظر جب آپ پڑی سراسیمہ ہوگئے مگر سامان مے نوشی کو چھپا نہ سکے ادھر جب حضور اقدس نے یہ افعال ناجائز سرزد ہوتے ہوئے دیکھے جیتوں پر بل پڑ گیا ہتک شریعت اپنی آنکھوں دیکھکر غصہ آگیا فرمایا میاں ریتہ شاہ یہ غیر مشروع و حرام افعال کر کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہو اور فقیری کا نام بدنام کر رکھا ہے۔ فقیر ریتا شاہ ترنگ بیخودی میں وہی جواب جو دوسرے معترضین کو دیا کرتے تھے۔ (باوا فقیر دودھوا پلا رہا ہے تو بھی چکھ دیکھ) دے بیٹھے اس سے پیشتر بھی جب کسی نے اعتراض کیا ریتا شاہ یہی صاف جواب دیکر تاڑی کی ماہیت اپنی قوت کسب سے بدلدیتے تھے۔ اور اُن کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا فقیر ہم کو بھی دھوکا دیتا ہے اپنے دودھوے کو خود کسی ظرف میں لوٹ کر اور چکھ کر دیکھو اب جو انجور دیا تاڑی اونڈیلنا شروع کیا میاں ریتہ شاہ ہر چند زور باطنی صرف کرتے ہیں کچھ پیش نہیں جاتی ساری کرامت سلب ہو چکی تاڑی بدستور تاڑی ہی رہی۔ ریتا شاہ کو سخت ندامت ہوئی۔ دوڑ کر قدموں پر سر رکھدیا۔ اور تائب ہوئے۔

ایک مرتبہ آپ مارہرہ شریفہ سے بسواری بیل گاڑی گھر کو واپس آرہے تھے۔ شیخ لعل محمد مرحوم حجام بدایونی جو حضور اچھے صاحب کے مریدان خاص میں تھے۔ اور حسب الحکم پیر دمرشد آپ کی خدمت پر مامور تھے۔ ہمرکابی پیر تھے

نذری کے قریب جب گاڑی پہونچی آپ نے وضو کے لئے پانی طلب کیا
لعل محمد رسی لوٹہ لیکر لب سڑک کنوئیں پر آئے۔ اتفاق سے ڈور
ہاتھ سے چھٹکر معہ لوٹے کے کنوئیں میں گر پڑی بیچارے بہت پریشان ہوئے
اور جب پانی آنے میں توقف ہوا۔ آپ نے لعل محمد کو آواز دی واقعہ معلوم
ہوا فرمایا اگر آبادی قریب ہو تو گاؤں میں جاکر رسی اور کانٹا مانگ لاؤ تو
لعل محمد نے شب کا عذر کیا۔ فرمایا اچھا اگر کوئی دوسری رسی وغیرہ ہو تو
نکالو۔ عرض کیا حضور کوئی رسی یا ڈور موجود نہیں ہے فرمایا آخر کوئی چیز
ایسی ہے جس سے لوٹہ کنوئیں سے نکل سکے۔ بعدہٗ آپ نے لعل محمد کی
کسوت طلب فرمائی اور اس کو کھلوایا کسوت کے اندر ایک سوت کی
پنڈیا داشتہ آید بکار کے طور پر پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے وہ پنڈیا بدست اقدس
سے لیلی اور سڑک سے ایک چھوٹی کنکری اٹھاکر کچے سوت میں گرہ دی
فرمایا اس کو لیجاکر آہستہ آہستہ کنوئیں میں ڈالکر اپنا کام کرو جب پانی تک
کنکری پہنچ جائے آنکھیں بند کر لینا اور جب تک لوٹا نکال نہ لو خبردار آنکھ نہ
کھولنا۔ شیخ لعل محمد مرحوم کہتے ہیں میں نے تعمیل حکم کی تاگا آنکھیں بند
کرکے کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ لوٹا پانی سے لبریز معہ ڈور کے تاگے
میں لپٹا ہوا میرے ہاتھ میں آگیا میں نے آنکھیں کھولکر قدرت الہی کا تماشہ
دیکھا۔ اسی طرح لوٹا لیجاکر پیش کیا آپ نے وضو کیا بعدہ ارشاد فرمایا میاں
لعل محمد یہ ایک خدا کا بھید تھا اس کو ہماری زندگی میں ہرگز اپنی زبان سے
نہ نکالنا۔ شیخ لعل محمد مرحوم بھی قول کے پکے تھے جب حضور اقدس کا وصال
ہوگیا اور ان کا بھی زمانہ آخر آیا تو اس واقعہ کو علی رؤس الاشہاد بیان کیا۔

ایک مرتبہ مدرسہ شریفہ میں رونق افروز تھے ایک شخص شریفانہ
صورت مگر چہرہ سے ہراس و تنگدستی کے آثار ظاہر۔ آکر قدمبوس ہوئے اور
بے ساختہ رونا شروع کر دیا۔ اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا آپ نے اُن کا

ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ صحن مدرسہ میں لائے ایک گھاس زمین سے اکھیڑ کر انکو دی فرمایا اس گھاس کو تانبے کے ساتھ تاؤ دیکر سونا بنا لینا۔ اس وقت فقیر کے پاس اور کچھ موجود نہیں ہے وہ شخص اس تبرک کو خوش خوش گھر لیکر پہونچے جسقدر برتن وغیرہ جلدی میں ہاتھ لگے سب کو گلا کر گھاس ڈالدی قدرت باری سے تمام تانبا سونا ہوگیا۔ ان پریشان حال بزرگ کی ساری تکالیف رفع ہوگئیں۔ جسقدر قرض تھا وہ بھی ادا ہوگیا۔ خوشحالی و خورمی دامنگیر حال ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے مدرسہ شریف میں آکر اوس گھاس کو تلاش کیا مگر کامیاب نہوئے۔

حافظ علی اسد اللہ صاحب مرحوم رئیس سوتھہ محلہ ایک زمانہ میں اتفاقاً سخت پریشان ہوگئے۔ مرید خاص اور روزانہ کے حاضر باش تھے۔ زبان سے پریشانی ظاہر نہ کرتے تھے مگر متفکر ہمیشہ رہتے تھے ایک مرتبہ اتفاق سے ایسے وقت پر حاضر مدرسہ ہوئے کہ حضرت اقدس اپنے حجرہ میں کھانا تناول فرما رہے تھے حافظ صاحب مگس رانی رومال سے کرنے لگے فراغ طعام کے بعد حضرت اقدس نے آپ کو پانچ روٹیاں مرحمت فرمائیں حافظ صاحب نے ایک تو فوراً کھالی اور چار روٹیاں بطور تبرک گھر کو لے گئے۔ اس کے بعد آپنے وقت تاک کر یہ معمول کر لیا کہ روزانہ کھانے کے وقت حاضری دینا شروع کی اور اولش کھانا اختیار کیا۔ تھوڑے عرصہ میں ساری پریشانی رفع ہوگئی اور پیشتر سے زیادہ اچھی حالت میں ہوگئے اپنے تمام املاک و دیہات پر پھر قابض ہونیکے علاوہ بہت سی جائداد حاصل ہوگئی ہمیشہ حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ ساری دولت و عزت پیر و مرشد کے اولش کھانے کا صدقہ ہے۔ حافظ صاحب مرحوم بدایوں کے معزز شرفا میں تھے ۲۲ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ میں انتقال ہوا۔ حافظ قاضی علی احمد صاحب مرحوم جو اپنے والد کے پیرزادوں کے ہمیشہ خلاف رہے اور حافظ عنایت احمد صاحب قادری انکی یادگار ہیں

شیخ نظام الدین صاحب فاروقی مرحوم رئیس محلہ شہباز پور۔ ایک مرتبہ سخت پریشانی کی حالت میں حاضر آستانہ مقدسہ ہوئے مزار مبارک کے سامنے مودبانہ دوزانو بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک خاص حالت طاری ہوئی جس کو خواب و بیداری کے درمیان سمجھنا چاہیئے۔ اسی عالم میں دیکھا کہ حضور اقدس بالکل قریب استادہ ہیں اور فرما رہے ہیں کہ کچھ فکر و تردد کی بات نہیں ہے انشاء اللہ کچھ ضرر نہ پہونچے گا۔ اٹھو اور گھر کو واپس جاؤ یہ فرما کر شانہ ہلایا جس کی ہیبت سے شیخ صاحب نے سر اٹھایا فوراً قبر مبارک کو بوسہ دیا اور شادان و فرحان مکان کو آئے اوسی روز توجہ باطنی پیرو مرشد سے وہ تمام پریشانیاں دور ہو گئیں حکم عالم تے جو ضرر پہونچنے کا اندیشہ تھا جاتا رہا۔ شیخ صاحب مرحوم حضرت شیخ الاسلام فرید الملت والدین بابا شکر گنج رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد سے بدایوں کے روسا رکبار میں تھے آپ کے اکثر اہل خاندان سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہیں اور ہوتے ہیں

شیخ رکن الدین صاحب مرحوم رئیس محلہ فرشولی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے لڑکے پر جو ملازم سرکار تھے ایک مقدمہ قایم ہو گیا اور حکام متعلق نے بدظن ہو کر لڑکے کو گرفتار کر لیا یہ مقدمہ اکبر آباد پہنچا شیخ صاحب مذکور بیحد آزردہ اور پریشان تھے پیروی مقدمہ کے لئے خود بھی اکبر آباد پہونچے۔ ایک شب بعد نماز عشاء وظیفہ پڑھ کر حضرت اقدس سے رجوع کی توجہ باطنی کے ساتھ استعانت و امداد روحانی کے خواستگار ہوئے۔ اسی حالت میں خلاف عادت غنودگی کا غلبہ ہوا آنکھ لگ گئی۔ دیکھا حضور اقدس تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ کل انشاء اللہ تمھارے فرزند کو نجات حاصل ہو گی اسی وقت شیخ صاحب بیدار ہو گئے ہوش آتے ہی خوش خوش مصلّے سے اُٹھے احباب جو منتظر بیٹھے ہوئے اُن سے بیساختہ شیخ صاحب نے کہا کہ کل انشاء اللہ تعالےٰ میرا لڑکا خلاصی پائے گا۔ سب لوگ کہنے لگے خدا کرے

ایسا ہی ہو لیکن آپ کا یہ کہنا کہ کل ہی تصفیہ ہو جائے گا خلاف قیاس
ہے اول تو پیشی کی تاریخ کل نہیں اگر پیش ہو بھی تو ثبوت اور صفائی وغیرہ
کے بعد ایک عرصہ تصفیہ کے لئے چاہیئے۔ شیخ صاحب نے کہا خیر صبح
دور نہیں ہے نتیجہ معلوم ہو جائے گا دوسرے روز کچہری کے وقت شیخ صاحب
معہ اپنے رفقا اور ہمرائیاں کے کچہری پہونچے حاکم مجوزنے اجلاس میں
پہونچتے ہی سب سے اول یہی مقدمہ سماعت کیا۔ اور حکم رہائی سنایا
شیخ صاحب خوش و خورم لڑکے کو ہمراہ لیکر مکان آئے جو شخص سنتا تھا
متعجب ہوتا تھا ہمرائیان کو زیادہ تعجب شیخ صاحب کے اس دعوے پر
ہوتا تھا کہ ۱۲ گھنٹہ پیشتر کس طرح حکم رہائی شیخ صاحب کی زبان سے نکلا اور
شیخ صاحب کہتے تھے کہ میرا بارہا کا تجربہ ہے جب حضرت شیخ سے امداد چاہی
وہی ہو کر رہا جس کی بشارت دی گئی۔

مولوی عظمت علے صاحب منصف مرحوم جو قاضی محلہ کے روسا
اور شہر کے معزز لوگوں میں تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ
روزگار کی طرف سے سخت متفکر اور ملول تھا شب کو خواب میں حضرت اقدس
کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ دست مبارک میں دو کلچہ جن پر بھنا ہوا گوشت
رکھا ہوا ہے موجود ہیں اور بکمال شفقت دونوں روٹیاں معہ گوشت کے
مجھکو عطا فرمائی ہیں صبح کو منصف صاحب خوش خوش اُٹھے فکر و
ملال دور ہوا۔ منصف صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ واقعہ خواب کے
بعد سفر و حضر میں کبھی ایسا اتفاق نہوا کہ میں نے دسترخوان پر گوشت روٹی
موجود نہ پایا ہو بعض اوقات سفر و دورہ میں ملازم و باورچی کہتے بھی تھے
کہ گوشت کا ملنا یہاں محال ہے لیکن خود بخود کوئی نکوئی صورت ایسی
پیدا ہو جاتی تھی کہ مسافرین وغیرہ اجنب لوگ گوشت باورچی کو دیجایا کرتے
تھے۔ منصف صاحب مرحوم بھی اپنے پیرو مرشد قدس سرہ المجید کے مخصوص

مریدوں میں تھے۔ محافل اعراس میں جو مناقب و قصائد پڑھے جاتے تھے ان کو آپ جمع کر کے اکثر مطبوع کراتے تھے۔ چنانچہ بہار بے خزاں بدایت وغیرہ رسائل آپ ہی نے شایع کرائے تھے۔

حکیم تفضل حسین صاحب مرحوم جو روسا مولوی محلہ سے تھے ایام غدر میں مخبری مخالفین سے ماخوذ ہو گئے اُن کی والدہ ضعیفہ کو سخت صدمہ اور رنج ہوا۔ ایک دن اسی غم میں بہت مضمحل ہوئیں شب کو حضرت اقدس کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں انشا اللہ کل تمھارا لڑکا خلاصی پائیگا گھبراؤ مت صبح کو ان کی والدہ نے اپنی خواب کا تذکرہ کیا اسی روز لطف الٰہی سے حکیم صاحب کو نجات حاصل ہوئی گھر آکر اپنی والدہ سے یہ ماجرائے خواب سُنا۔

منجملہ روسا بدایوں کے ایک شخص صاحب علم وفضل و تقوی اپنے حال کے خود ناقل تھے کہ وہ جوانی کی عمر میں سلسلۂ بیعت میں داخل ہوئے اکثر رامپور میں رہنا ہوتا تھا جس کی وجہ سے خال خال حاضری وقدم بوسی شیخ کا موقع ملتا تھا۔ شباب کا عالم پھر امراؤ خوش باشان رام پور کی صحبت کا اثر زیادہ وقت باوجود محترز رہنے کے احباب کی خاطر سے بیکار جلسوں میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دن تمام یاران ہم صحبت نے اتفاق کر کے یہ تجویز کی کہ فلاں محلہ میں جو ایک رقاصہ خوش جمال آئی ہوئی ہے اس کو لانا چاہیئے اور اسی مکان میں اس کا مجرا ہونا چاہیئے ہر چند بدایونی صاحب نے منع کیا لیکن کچھ پیش نہ گئی مجبور ہو گئے احباب جلسہ میں سے کچھ لوگ سامان آرایش کی فراہمی کے لئے اور کچھ رقاصہ کے لینے کو روانہ ہو گئے۔ جب یہ صاحب تنہا رہ گئے خود بخود ان کی طبیعت متوحش ہونے لگی دروازہ مکان بند کر کے دالان کے اندر ایک تخت پر ہیبت زدہ گر پڑے۔ دیکھا کہ مکان میں جانب بائیں حضرت اقدس ایں

صورت سے جلوہ افروز ہیں کہ عصائے مبارک ہاتھ میں ہے بالائی سر پر ذقن شریف رکھے ہوئے استادہ ہیں چہرہ پر غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہیں۔ یہ واقعہ دیکھتے ہی ان کے تمام بدن میں رعشہ آگیا۔ خوف و ہراس کی حالت میں چاہا کہ اُٹھکر قدموں پر گر پڑوں تخت سے اُٹھتے ہی بیہوش ہوگئے۔ سر و پا کی مطلق خبر باقی نہ رہی۔ اسی اثنا میں یاران ہم صحبت معہ رقّاصہ مکان پر آئے اندر سے زنجیر پڑی ہوئی دیکھکر آوازیں دینا شروع کیں لیکن جواب نہ پایا۔ دیر تک جب نہ کواڑ کھلے نہ مکان کے اندر سے کچھ آواز آئی مجبوراً رقاصہ کو رخصت کیا ایک شخص نے دیوار سے اُتر کر کواڑ کھولے جماعت احباب مکان میں داخل ہوئی ان کو بیہوش و سکتہ کے عالم میں پاکر اور مردہ سمجھکر سب لوگ سخت بدحواس ہوئے اور شور و غل مچانا شروع کیا بعض نے پانی وغیرہ چھڑکنا شروع کیا آخر بدیر ان کو ہوش ہوا۔ احباب کے استفسار پر آپ نے کل واقعہ بیان کیا سب کے سب نادم و پشیمان ہوئے ہوئے اور ان بدایونی صاحب نے صحبت بد سے دور رہنے کا عہد کیا اور اپنے افعال سے تائب ہوئے۔

حافظ غلام جیلانی صاحب مرحوم جو شرفا رشہر اور روسا رسوتھ محلہ سے تھے ان کا بیان ہے کہ ایام غدر کے بعد جب گورنمنٹ انگلشیہ کا پھر تسلط ہوگیا اور تحقیقات باغیان شروع ہوئی ایک صاحب نے اپنے ذاتی رنج و عناد کی وجہ سے حافظ صاحب مرحوم اور حکیم نیاز احمد صاحب مرحوم کا کہ دونوں صاحب عمائد شہر اور مریدان خاص حضور اقدس سے تھے۔ نام لے دیا تحقیقات شروع ہوگئی۔ یہ لوگ سخت پریشان اور مضطرب الحال تھے۔ حافظ صاحب نے خواب میں شرف باریابی پایا۔ ارشاد ہوا اچھا جو کچھ نہیں ہے انھوں نے عرض کیا حضور نیاز احمد۔ فرمایا اس کو بھی جان جو کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے پھر ایک اور صاحب کی بابتہ بھی جن کا نام یاد نہیں رہا

دریافت کیا۔ فرمایا سب کا ٹھیکہ نہیں لیا ہے۔ حافظ صاحب خواب سے
بیدار ہو کر بہت بشاش ہوئے اور ان کو اس وقت سے ایسی طمانیت قلب
حاصل ہو گئی کہ شاید حکم سنکر بھی نہو تی چنانچہ نتیجہ تحقیقات میں بھی ہوا
کہ حافظ صاحب اور حکیم صاحب دونوں بے قصور ثابت ہوئے۔ اور
تیسرے بیکس کو سزائے موت دی گئی۔ حافظ صاحب اپنے پیر کے منتخب
مریدوں میں تھے نسباً صدیقی حمیدی مشرباً قادری مجیدی تھے شہر
کے بابرکت لوگوں میں سمجھے جاتے تھے تین صاحبزادہ مولانا فضل احمد
صاحب۔ مولوی مفتی کرم احمد صاحب۔ مفتی اکرام احمد صاحب لطف
اپنی یادگار چھوڑ کر ۲۹ محرم ۱۳۱۰ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کے سب
اہل خاندان سلسلۂ قادریہ معینیہ مجیدیہ میں منسلک ہیں۔ خان صاحب محمد علیخاں
صاحب مرحوم آزاد جو حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ کے حلقہ ارادت
میں منسلک اور شہر کے مشاہیر لوگوں میں تھے ناقل ہیں کہ جوانی میں
اولاد کی زیادہ تمنا نہ تھی مگر جب پیری آئی عمر زیادہ ہوئی دل کو اولاد کا
قلق ازحد ستانے لگا بارگاہ الٰہی میں شب و روز التجا کی ارواح اولیاء کرام
سے حصول مرام کی توجہ کی ایک شب خواب میں حضور اقدس کی زیارت
سے مشرف ہوئے خواب میں خانصاحب کو حضرت اقدس نے ایک پھل
مرحمت فرمایا۔ صبح کو جب یہ بیدار ہوئے دل پر فرحت و انبساط کے آثار پائے
مولانا قاضی عبدالسلام صاحب عباسی سے خواب بیان کی آپ نے فرمایا
ببرکت توجہ حضرت مولانا قدس سرہ آپ کو فرزند خوش اقبال خداوند کریم
عطا فرمائے گا چنانچہ اسی سال آپ کے یہاں فرزند نرینہ پیدا ہوا جسکا نام
احمد علیخاں رکھا گیا۔ خدا کا شکر کہ آج وہی گل نوشگفتہ جواب خان بہادر
احمد علیخاں میکش قادری محب رسولی بلغ کا ایک نخل ثمردار ہے دنیاوی
عزت و وجاہت میں شہر کا آنریری مجسٹریٹ محکمہ سروے کا نامی و نام آور

خطاب یافتہ پنشن دار راقم الحروف کا محترم بزرگ ہے۔
غرض اسی طرح آپ کے تصرفات تا حال اب تک جاری ہیں شیخ ظہور احمد صاحب مرحوم جو حضرت اقدس کے مریدین میں راقم الحروف کے زمانہ ہوش تک زندہ رہے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیر بھائیوں پر باہم پر جب کوئی مصیبت آئی یا کوئی مشکل درپیش ہوئی جب پیر و مرشد کی جناب میں رجوع کی فوراً ہی مشکلکشائی فرمائی۔
آپ کے اوقات شبانہ روز وقف عبادت الٰہی اور صرف خدمت دین رسالت پناہی تھے۔ مسند درس پر بھی جلوہ فرماتے شغل تصنیف بھی رکھتے لیکن تصانیف کی طرف اسی وقت توجہ مائل ہوتی جب باطنی اشارات یا تحریک سے مجبور کئے جاتے۔ منجملہ تصانیف کے کتاب برکت انتساب۔ مواہب المنان فارسی ہے یہ کتاب حضور غوث اعظم سید الافراد سلطان بغداد محبوب سبحانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ملفوظات شریفہ المعروف۔ جواہر الرحمن کی کامل و مکمل شرح ہے جس میں اسرار تصوف اور نکات خداشناسی کا انکشاف فرمایا گیا ہے یہ کتاب باشارت باطن حسب فرمان حضور اچھے صاحب قدس سرہٗ لکھی گئی ہے
محافل انوار شریف حضور سید العالمین روحی لہ الفداہ کے محامد و فضائل خصائل و شمائل ابتدائے ولادت شریف سے وصال مبارک کے وقت تک بارہ محافل میں منقسم ہیں یکم سے بارہ ربیع الاوّل شریف تک عصر و مغرب کے درمیان میں روزانہ ایک محفل کا دور مدرسہ عالیہ قادریہ میں ہوتا ہے۔ ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ دلوں میں نور ہدایت پیدا کرتا ہے۔ کتاب مبارک اردو میں ہے۔ حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کی فرمائش سے تحریر کی گئی ہے
ایک رسالہ فارسی میں کتاب الصلوٰۃ عربی مصنفہ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ کا ترجمہ ہے۔ رسالہ ہدایت الاسلام فارسی میں تقویت الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کا رد ہے۔ ایک اور رسالہ فارسی میں

ذکر تلامذہ مخصوص
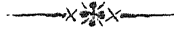
سیدالسادات معدن خوارق عادات کاشف دقائق معقول ومنقول
حضرت سیدی سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ۔ آپ خانقاہ عالم
پناہ مارہرہ مقدسہ کے تاجدار۔ حضرت ستھرے میاں صاحب سید شاہ آل برکات
خلف اوسط حضرت سلطان الاولیا سیدنا شاہ حمزہ صاحب قدس اسرارہم
کے نور نظر اور فرزند اوسط ہیں ۱۲۰۹ھ میں ولادت باسعادت ہوئی تحصیل
علوم دینیہ بارشاد حضرت اچھے میاں صاحب رضی اللہ عنہ حضرت قدس سرہ المجید
سے فرمائی۔ اس کے بعد لکھنؤ جاکر مولانا عبدالواسع صاحب سیدنپوری و
مولانا نورالحق صاحب فرنگی محلی سے علوم معقول کی تکمیل کی سند حدیث
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے اور سند طب حکیم فرزند علیخاں
صاحب موہانی سے حاصل فرمائی علوم باطنی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار
سے پاکر خلافت عامہ اور اجازت تامہ اپنے عم محترم حضرت سید العارفین
سلطان المحبوبین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ
علیہ سے حاصل کی بعد وصال اپنے والد ماجد حضرت ستھرے میاں صاحب
کے ماہ ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ میں وارث وسجادہ نشین درگاہ معلےٰ مقرر کیے گئے
اور حضرت اقدس قدس سرہٗ المجید کے دست مبارک سے خرقہ پوشی ودستار بندی
اور رسم سجادہ نشینی عمل میں آئی جہان اسلام کو آپ نے اپنے فیض باطنی
سے مستفیض فرمایا۔ آپ کے ہزاروں مریدین اب بھی بقید حیات موجود ہیں
وصال شریف ۱۸ ذالحجہ ۱۲۹۶ھ کو ہوا انیسویں کو فاتحہ عرس ہوتی ہے مزار
مبارک دالان شرقی گنبد درگاہ معلےٰ میں بالیں مزار حضرت سیدی شاہ

حضرت صاحب قدس سرہٗ واقع ہے خاتم الاکابر ۱۲۹۶ھ فقرہ تاریخ وصال ہے۔

سید السادات شمس العرفا حضرت سیدی سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم صاحب قدس سرہٗ۔ آپ حضرت ستھرے میاں صاحب کے فرزند اصغر ہیں ۱۲۴۵ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے دینیات کی تعلیم پائی مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی اور مولانا ولی اللہ صاحب فرخ آبادی سے بھی تحصیل علوم فرمائی حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کے آغوش شفقت میں پرورش و تربیت پاکر والد بزرگوار سے شرف بیعت اور عم نامدار سے اجازت و خلافت سے سرفرازی حاصل کی بزرگ بھائی سے بھی خلافت و اجازت حاصل کی امارت و ریاست کے ساتھ عبادت و ریاضت میں عمر بسر فرمائی بمقام لکھنؤ پنجم شعبان ۱۲۸۸ھ میں بعمر ۴۳ سال واصل بحق ہوئے لیکن جنازہ مارہرہ میں لایا گیا اور وہاں بائیں گنبد کی صحنچی جانب شرق میں دفن کیا گیا۔

علامہ اجل فاضل بے بدل مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب کشفی بدایونی قدس سرہٗ۔ آپ شیخ برکت اللہ صاحب صدیقی متولی بدایونی کے فرزند ہیں جو بدایوں کے شرفا اور عمائد و ممتاز لوگوں میں تھے میاں قادر شاہ صاحب قادری سے جن کا مزار مسجد حیدر شاہ میں ہے بیعت رکھتے تھے۔ مولانا کشفی صاحب ابتدائے عمر سے باوجود ریاست و امارت کے تحصیل علم کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ ہوش سنبھالتے ہی مدرسہ عالیہ میں علمی تربیت کے لئے بٹھادئے گئے آپ کی تحریر پیشانی آپ کی آئندہ پیش آنیوالی سعادت و مرتبت کا نوشتہ تھی آپ کی فراست و ذہانت دیکھکر حضرت اقدس قدس سرہ المجید آپ کی عزت و عظمت کی دعا فرماتے اور آپ کے والد کو آپ کی آئندہ شان و شوکت کی بشارت دیتے۔ کچھ عرصہ تک حضرت نے اپنے پیش نظر رکھکر آپ کی تعلیم و تربیت کی اس کے بعد مولانا ابو المعانی قدس سرہٗ کے سپرد کر دیا گیا اسکے بعد

آپ نے بریلی جاکر معقول کی تکمیل مولانا مجدالدین صاحب المعروف بہ مولوی
مدن شاہجہان پوری سے جو مولوی علام یحیٰ بہاری کے شاگرد رشید تھے
کی۔ اور وطن میں واپس آکر عرصہ تک حضرت اقدس کی صحبت سے مستفیض
ہوئے اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہ کو بالاستیعاب
مولانا خطیب محمد عمران صاحب عثمانی سے پڑھا۔ ذوق تصوف پیدا ہوتے
ہی مرشد کامل کی طرف نگاہیں دوڑانا شروع کیں۔ حضرت اقدس
قدس سرہٗ المجید صاحب جب مارہرہ شریفہ سے وطن واپس تشریف لاتے
آپ ارمان بیعت کو کلیجہ سے لگائے ہوئے حاضر خدمت ہوتے لیکن کمال
ادب سے اظہار نفرماتے۔ آخر جب حضرت اقدس قدس سرہ المجید کو آپکے
ارادہ سے آگاہی ہوئی اپنے ہمراہ مولانا کو مارہرہ شریفہ لیگئے اور حضور
پرنور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کا مرید کرایا دربار شیخ سے بھی آپ کی تربیت
باطنی حضرت اقدس کے سپرد ہوئی۔ اسی اثنا میں آپ نے سند حدیث
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے حاصل فرمائی۔ دربار شیخ سے
مثال خلافت بھی عطا ہوئی۔ عرصہ تک بدایوں رونق افروز رہے بعدہٗ آپکے
نزاعات کے باعث لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں مرزا قتیل سے شعر و سخن
میں اصلاح لی کشفی تخلص مقرر کیا مجتہد عصر اور علماء شیعہ لکھنؤ آپ کے درپے
ایذا رسانی ہوگئے لیکن آپ صحیح و سالم نکلکر کانپور تشریف لے آئے اور
اور آخر وقت تک کانپور میں مسکن گزیں رہے ظاہری و باطنی فیض کے
دریا بہادئے سیکڑوں ہزاروں بندگان خدا آپ کے دامن ارادت سے
وابستہ ہوگئے۔ باوجود صاحب ارشاد ہونے کے اپنے پیرزادوں اور
اُستادزادگان وطن کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے بڑے بڑے
علماء کرام آپ کے فیض تعلم سے مستفیض ہوئے جن کے تلامذہ کا سلسلہ
اطراف ہند میں جاری وساری ہے۔ منجملہ آپ کے تلامذہ کے مولانا شاہ

محمد عادل صاحب تھے جو آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ مولوی سید محمد عبداللہ صاحب بلگرامی۔ مولوی غلام محمد خان صاحب ساکن کوٹ ضلع فتح پور ہسوہ۔ خان بہادر مولوی سید فرید الدین احمد صاحب کڑوی وکیل ہائی کورٹ آپ کے مشہور تلامذہ میں ہیں علاوہ ان کے مولوی بزرگ علی صاحب آپ کے مخصوص شاگردوں میں تھے جن کے شاگرد رشید مفتی عنایت احمد صاحب تھے جو استاد مولانا مفتی لطف اللہ صاحب علی گڈھی کے ہیں اور مفتی صاحب کا فیض درس عام ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلہ سے موجودہ طبقۂ علماء میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کو بدایوں کے بحر فیض سے حصہ نہ پہنچا ہو۔ مولانا کی تصانیف کثیرہ مشہور و مطبوع ہیں۔

ردّ شیعہ میں تحفۃ الاحباب۔ معرکۃ الاراد۔ برق خاطف ہیں۔

تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین۔ خدا کی رحمت وغیرہ مختلف مسائل میں رسالۂ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام ہے جس کا جواب مولوی بشیر الدین صاحب قنوجی نے لکھکر دربار نبوت سے اپنی ارتداد کا سارٹیفکٹ حاصل کیا اور پھر اس جواب کا رد حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ نے رسالۂ سیف الاسلام میں بخوبی فرمادیا۔ مولانا کا فارسی دیوان بھی مطبوع ہے۔ مولانا کے بدایوں میں دو صاحبزادہ شیخ عظیم اللہ اور شیخ ظہور احمد وارث جائداد ہوئے شیخ ظہور احمد کے کوئی اولاد نہ ہوئی شیخ عظیم اللہ کی صاحبزادہ یعنی مولانا کے پوتے شیخ عزیز احمد صاحب موجود ہیں۔ بعمر ۸۰ سال ۲۳ رجب المرجب ۱۲۶۳ھ آپ کا وصال ہوا مزار شریف خاص آپکی بناکردہ مسجد واقع محلہ ناچ گھر کہنہ کان پور میں ہے۔

قطعۂ تاریخ وصال

مظہر کشف و کرامات جناب کشفی	ہادی راہ خدا کاشف راز عرفاں

شدہ برخاستہ خاطر چو ازیں گلشن دہر سال تاریخ قلمبند نمودم ارشاد	رفت در چشم زدن جانب باغ رضواں یوم ہفتہ سوم از ماہ حبیب شفیع جہاں

جناب مولانا سعدالدین صاحب عثمانی - ابن مولوی نصیرالدین عثمانی

آپ نے تحصیل جملہ علوم حضرت اقدس قدس سرہ المجید سے کی فقہ و فرائض میں تبحر کامل حاصل تھا نہایت سادہ مزاج اور جلد تر متاثر ہونے والی طبیعت پائی تھی۔ کتب بینی کا شوق تھا جس زمانہ میں دہلی سے فتنہ نجد نے پادر ازی کی اور کل جدید لذیذ کے لذت شناس ادھر متوجہ ہونا شروع ہوئے آپ بھی اسمٰعیلی اسحاقی عقیدت فریب کتب کے مطالعہ سے اسلاف کرام کی راہ سے بھٹک گئے رسالہ اربعین مؤلفہ مولوی محمد اسحٰق[۱] صاحب دہلوی پر مائل ہوکر رفاہ المسلمین بطور شرح اربعین تحریر کی - اور جا بجا کہیں تائید باطل کہیں تائید حق کا لطف دکھایا۔ کہیں اپنے اعتقادات سے انحراف کہیں معتقدات وہابیہ سے اختلاف کیا ۱۲۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

---

[۱] مولوی محمد اسحاق صاحب دہلوی - آپ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے نواسہ ہیں تحصیل و تکمیل علوم بھی شاہ صاحب سے کی حدیث و تفسیر و فقہ میں خاص قابلیت حاصل تھی آپ نے رسالہ مسائل اربعین لکھکر حیات انبیاء علیہ السلام و جواز استمداد حضور سید عالم صلعم سے بوقت زیارت و علم و سماع حضور سید عالم وسلام و کلام زائرین بحضور سید المرسلین کا انکار کردیا۔ اگرچہ آپ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی طرح بالکل تقلید سے آزاد نہ ہوئے لیکن حنفیت کی پردے میں وہابیت کو خوب فروغ دیا۔ یہی سبب ہے کہ آپ کے متبعین و مستفیضین میں دربار نبوت کا کافی ادب و احترام نہیں ہے حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ نے مسائل اربعین کا بطلان رسالہ تصحیح المسائل میں نہایت واضح و مشرح طور پر ثابت کیا جب مولوی صاحب کے عقائد پر ہر طرف سے انگشت نمائی ہونا شروع ہوئی تب آپ نے اپنی شخصیت میں خاص اضافہ فرمانے کے لئے ہندوستان سے مکہ معظمہ کو ہجرت کی اور وہیں ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا۔

مولانا حکیم محمد افتخار الدین صاحب فرشوری ۔ آپ شہر کے مشاہیر اطبا، اور روسار فرشوریان کے خاندان کے سرمایۂ فخر و افتخار تھے تحصیل علوم و فنون حضرت اقدس قدس سرہٗ المجید سے فرمائی ۔ فن طب میں مہارت تامہ اور دسترس خاص رکھتے تھے ۔ بزمرۂ اطبا ریاست جے پور میں ملازم تھے۔

حضرت مولانا حسن علی صاحب فخری چشتی بدایونی قدس سرہٗ کے مرید تھے جے پور میں ۱۱ جمادی الثانی کو انتقال فرمایا حکیم واصل خان صاحب کے باغ میں مدفون ہوئے آپ کے صاحبزادہ حکیم ممتاز الدین صاحب مرحوم بھی بدایوں کے نامی و ممتاز اطبا میں تھے اور حضرت اقدس قدس سرہٗ المجید سے فیض تلمذ حاصل تھا ۳ رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ کو انتقال ہوا۔

حکیم محمد قائم صاحب مرحوم ۔ آپ بدایوں کے حکیموں کے خاندان کے مورث اعلیٰ نہایت بابرکت صاحب زہد و اتقا بزرگ تھے ۔ فن طب میں حاذق وقت تھے تمام عمر خالصاً لوجہ اللہ خدمت طب انجام دی ۔ تحصیل علم بکمال ذوق و شوق حضرت اقدس قدس سرہٗ المجید سے کی اور بموجب ارشاد استاد بزرگ حضور اچھے صاحب قدس سرہٗ کے سلسلہ مریدین میں داخل ہوئے ۔ آپ کے برادر خورد حکیم محمد دائم صاحب بھی حضرت اقدس کے مخصوص ارادتمندوں میں تھے اور شرف تلمذ بھی رکھتے تھے اور خدمت علاج معالجہ کی بدولت حضرت اقدس سے دعاے برکت دائمی قائمی طب کی حاصل فرمائی چنانچہ آجتک سلسلہ طب اس خاندان میں چلا جاتا ہے اور اکثر اہل خاندان مدرسہ قادریہ کے تعلیم یافتہ ہیں ۔

مولانا عبد الوالی صاحب قدس سرہٗ ۔ آپ بدایوں میں یادگار سلف تھے شرافت و نجابت خاندانی کے علاوہ آپ کا تقویٰ و تورع آپ کو یگانۂ آفاق بنائے ہوئے تھا ۔ شاہ جمال اللہ چشتی رامپوری کے مرید تھے آستانہ بوسی حضرات اولیاء کرام آپ کا روزانہ کا معمول تھا جو آخر عمر تک

ترک نہوا بدایوں کے اولیا اللہ کے فیوض وبرکات سے آپ کو خاص حصہ ملا تھا اور اکثر مزارات کے نشانات آپ کو معلوم تھے کتاب باقیات الصالحات میں اولیاء کرام کے حالات آپ نے جمع فرمائے ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ مولوی عبدالہادی اور مولوی عبدالمتعالی صاحبان دو صاحبزادے جن کی اولاد موجود ہے ایک دختر جو مفتی شرف علی صاحب مرحوم کو منسوب ہیں اپنی یادگار چھوڑے۔

حافظ حسن علی صاحب مرحوم۔ آپ بھی بدایوں کے بابرکت لوگوں میں تھے۔ درسیات حضرت اقدس قدس سرہ المجید اور مولانا ضیاء الدین احمد صاحب عثمانی سے پوری دلبستگی کے ساتھ پڑھیں قرآن شریف کے حفظ کا سلسلہ اجراء فرمایا۔ للہ فی اللہ اس خدمت کو سرانجام دیا صدہا حفاظ کو دولت حفظ کلام الٰہی آپ کی بدولت حاصل ہوئی۔ عمر بھر بجز اس پاک شغل کے دوسرا کوئی شغل نہ رکھا آپ کے صاحبزادہ حافظ آل حسن مرحوم حضرت تاج الفحول کے فیض تلمذ سے مشرف تھے نہایت متشرع صورت تھے ایام حج میں انتقال فرمایا۔

تذکرہ خلفاء صاحب ارشاد

سید السادات سلطان العاشقین حضرت مولانا سید شرف الدین شہید دہلوی قدس سرہ۔ آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں آپ کے والد سید شمس الدین قادری صاحب سجادہ ناگور تھے اور نسباً حضرت سید شاہ عبدالرزاق ثانی بن سید محمد حلبی الاُچھی قدس سرہم سے سلسلہ رشد وہدایت قایم تھا لیکن آپ کی صغر سنی میں آپ کے والد ماجد کا وصال ہوگیا دہلی میں آپ کے دادا سید فخرالدین صاحب ناگور سے آکر سکونت پذیر ہوئے جن کا مزار المقام تو محلہ متصل روضہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ہر سال ۵ ذیقعدہ کو عرس ہوتا ہے

آپ کے والد ماجد کا وصال بھی دہلی میں ہوا اور متصل عیدگاہ شیدی گھر کے باغ
میں مدفون ہوئے ۱۱ رذوالحجہ کو فاتحہ عرس ہوتی ہے۔ حضرت سید شرف الدین
صاحب ۱۱ رجب سنہ ۱۲۱۰ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد والدہ
نے آپ کی تربیت کی۔ تھوڑی عمر میں تحصیل و تکمیل علوم سے فراغت تامہ حاصل
کی بعد تکمیل علوم شیخ طریقت کی تلاش میں کمر ہمت باندھی باشارہ حضور غوثیت مآب
دہلی سے بدایوں تشریف لائے یہاں حضرت اقدس قدس سرہ المجید نے عالم منام
میں حضور غوث الثقلین رض کی زبان مبارک سے یہ کلمات سُنے کہ فردا علی الصباح
یکے از فرزندان ما بدولت سید شرف الدین نام خواہند آمد توجہ تام بحال الشاں
باید نمود۔ صبح کو حضور بعد نماز و فراغ معمولات حجرہ شریفہ سے باہر آکر صحن مسجد میں کسی کی
آمد کے منتظر دروازہ کی جانب نگاہ کئے ہوئے تشریف فرما رہے۔ کہ یکایک
سید صاحب تشریف لائے۔ حضور اقدس نے نہایت تعظیم و تکریم فرمائی۔ اور فوراً
شفقت و محبت کے ساتھ ادائے نوافل کا حکم دیا بعدہ خلاف عادت قبل اسکے
کہ سید صاحب کچھ کہیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ فرمایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں
توجہ خاص سے منازل قرب و اتصال پر پہنچا دیا۔ تکمیل مراتب کے بعد خرقہ خلافت
اور سند اجازت سلاسل اربعہ مرحمت فرما کر دہلی کی واپسی کا حکم دیا۔ دہلی میں
آپ کے فیض عام سے صدہا بندگان خدا فائز المرام ہوئے۔ آپ کے ایک مرید
با اختصاص حافظ محمد بخش صاحب قادری دہلوی خود اپنے حال کے ناقل ہیں
کہ میں حضرت سید صاحب کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہتا تھا اور جب اوراد و
اشغال کی اجازت چاہتا تھا فقط کثرت درود شریف کا حکم دیا جاتا تھا ایکمرتبہ
بعض مشائخ دہلی کی مجلس میں میں نے جلسہ توجہ گرم دیکھا اور ایک عجیب ہنگامہ
ہوتی نظر آیا۔ وہاں سے پھر حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور
عرض کیا کہ حضور اور مشائخ وقت تو اس طرح اپنے مریدین کو تعلیم و تلقین کرتے
ہیں مجھے بھی حضور کچھ تعلیم فرمائیں حضرت سید صاحب نے نہایت عجز و تواضع کر

فرمایا کہ میاں ہم تو بجز کثرت درود شریف وغیرہ کے اور کچھ نہیں جانتے ہیں۔ یہ فرماکر اپنے دست مبارک میں میرے ہاتھ کو اس طرح دبایا کہ فوراً حالت متغیر ہوگئی خودبخود آنکھوں سے آنسو رواں ہونا شروع ہوئے دلکو عجیب کیف و سرور کی وحشت نے گھیرا گھر سے نفرت صحرا سے رغبت پیدا ہوئی یک شبانہ روز مجھکو بالکل معلوم نہوا کہ میں کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں دوسرے روز وقت مقررہ پر خودبخود وحشت دل نے حضرت سیدی کی حضوری میں پہنچا دیا آپ نے نظر کرم میرے حال پر فرمائی جس سے بالکل طبیعت کو سکون ہوگیا بعدہٗ خود اپنا واقعہ ارشاد فرمایا کہ چوں در ابتدا از شرف بیعت حضرت جناب غوثی و مرشدی مولانا عین الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف شدم و برائے ہمیں حالت استدعا کردم، روزے پائے مبارک میمالیدم از پائے مبارک خود دست مرا انچناں مالیدند کہ اثر آں بر دل خود یافتم قریب بود کہ از خود روم باز توجہ فرمودہ بہوشم آوردند۔

سید صاحب کے مریدین میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو دہلی میں ناگور سے آکر سکونت گزیں ہوئے تھے آپ کی زوجۂ اولیٰ جن کے بطن سے سید بدرالدین صاحب پیدا ہوئے۔ اہل خاندان سے تھیں دوسری شادی آپ نے دہلی میں کی تھی جن سے سید سعدالدین صاحب پیدا ہوئے۔ بیئس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث پاکؓ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے بڑے صاحبزادہ سید بدرالدین صاحب حضرت سیدی تاج الفحول قدس سرہٗ کے مرید تھے سید سعدالدین صاحب کا حال معلوم نہیں غدر ۵۷ھ میں جب دلی خالی کرائی گئی تو سید صاحب بھی معہ اپنے چند مریدوں کے مکان سے باہر تشریف لائے سامنے سے کچھ ہتیار بند لوگ آرہے تھے..... جنھوں نے فوراً آپ کو معہ چھ ہمراہیان کے شہید کردیا...... گلی شاہ تارا میں مسجد کے اندر ایک ہی قبر میں ان چھ براتیوں اور ایک دولہ کو ہمیشہ کے لئے محو استراحت کردیا گیا ۹ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ تاریخ وصال ہے آپ کے خلفاء میں سید شاہ محمد زبیر صاحب

دہلوی قدس سرہٗ سے سلسلہ بیعت جاری ہے اور جناب سید شاہ قاسم علی صاحب کلیمی صاحب مجاز سید محمد زبیر صاحب کے ہیں۔ مگر شجرہ میں حضرت شہید قدس سرہٗ کو سید حسن علی صاحب دہلوی المعروف بہ جھنو میاں صاحب رح سے وابستہ کیا ہے جس کی سند شاید جناب کلیمی صاحب پاس ہو ہمیں سید فیض الحسن صاحب وکیل دہلوی سے جو سید بدر الدین صاحب کے فرزند اور حضرت شہید قدس سرہٗ کے پوتے ہیں اور سید محمد عزیز صاحب ابن سید شاہ محمد زبیر صاحب کی تحریرات سے پتہ اس صحت کا معلوم نہ ہوا۔ جناب خواجہ ضیاء الدین صاحب قبلہ دہلوی سے جو حضرت شہید مرحوم کے مخصوص تلامذہ اور فیض یافتگان میں سے ہیں۔ جب دریافت کیا گیا تو بھی کچھ اصلیت معلوم نہ ہوئی ممکن ہے حضرت کلیمی صاحب قبلہ کو شجرۂ عالیہ قادریہ کی صحت کا خیال نہ آیا ہو۔

سلالۂ خاندان رسالت حضرت سیدی شاہ ظہور حسن صاحب مارہروی قدس سرہٗ

آپ بڑے صاحبزادہ حضرت سیدی مولانا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہٗ کے تھے۔ ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے والد بزرگوار کے آغوش شفقت میں تعلیم و تربیت پائی بیعت و خلافت کا شرف خصوصی بھی والد اقدس سے حاصل تھا لیکن حسب الارشاد والد ماجد سند خلافت و اجازت حضور اقدس قدس سرہٗ الحمید سے بھی حاصل کی۔ بعد وفات زوجہ اولی کے ملک بڑودہ میں جا کر نواب سید سرفراز علی خاں صاحب مودودی کی دختر سے شادی کی۔ اور اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کی حیات میں بمقام دھاری ملک کاٹھیاواڑ میں بتاریخ ۲۶ جمادی الاولی ۱۲۶۶ھ واصل الی اللہ ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ والا مرتبت حضرت مولانا سید شاہ ابو الحسن احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ تھے جو اس دور آخر میں اپنے اسلاف کرام کے فضل و تقدس کا روشن آئینہ اور متقدمین اولیاء عظام کے مظہر اتم تھے ہزاروں لاکھوں آنکھیں ابھی ان نورانی جلوؤں سے بیخود و سرشار ہیں۔

خلاصۂ دودمان نبوت حضرت سیدی شاہ ظہور حسین صاحب مارہروی قدس سرہٗ

بالین مزار ایک سنگ کلاں دیوار احاطہ درگاہ میں نصب ہے جس پر فقرات ذیل کندہ ومنقش ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ علی احمد والحبیب آل احمد (۱۲۶۳) العارف باللہ الرؤف والتحقیق (۱۲۶۳) مرشدنا عبد المجید الملقب بمعین الحق (۱۲۶۳) لانتقل ولی اللہ من دار الی دار (۱۲۶۳) جاوافدا الی العقبی وجار اللہ نعم الدار والجار (۱۲۶۳) ونعم الجیر والنصل الحبیب بالحبیب (۱۲۶۳) فانعم بالترحیب علیہ المولی الودود والمجیب (۱۲۶۳) افضل من صفی ابدای باوانہ (۱۲۶۳) افضل علی کل ولی وجد لزمانہ (۱۲۶۳) وھو اخیر الابرار (۱۲۶۳) وکان ابر من کل الاخیار (۱۲۶۳) اتقی من کل من ھو اتقی (۱۲۶۳) احری بان یقتدی بہ من کل من ھو احری (۱۲۶۳) ادخل فی جنت اللہ حیا (۱۲۶۳) وانہ کان قبل ان یموت میتا (۱۲۶۳) تعطر مرقد المقدس (۱۲۶۳) قد تنور قبرہ الاقدس (۱۲۶۳) تقدس مرقدہ المعطر (۱۲۶۳) قد تقدس قبرہ الانور (۱۲۶۳) قد روح روحہ بروحہ وطاب ثراہ (۱۲۶۳) جعل الالہ جنتہ المادی مثواہ (۱۲۶۳) لقد تم الولایتہ الیوم بالکمال (۱۲۶۳) وقد رواہ الیوم ساقی الحب بکاسات الوصال (۱۲۶۳) ظھور اللہ میلادا (۱۲۶۳) لعمرہ مجدٌ عند ربہ مماتا (۱۲۶۳) فی امد سنۃ الف ومائتین (۱۲۶۳) والستین واحد بعد الاثنین (۱۲۶۳) امس صبح یوم الثلثاء (۱۲۶۳) لتکمیل معلی المدارج بالفنا والبقا (۱۲۶۳) لفی السابع عشرۃ من المحرم (۱۲۶۳) شد الرحل الی الحی القدس من العالم المجسم (۱۲۶۳) لیکون ھنالک مع المنعم علیھم من النبیین والصدیقین (۱۲۶۳) فانہ من جم عباد اللہ المخلصین (۱۲۶۳) والناس یبکون لہم وھم بہ یضحکون (۱۲۶۳) وان اولیاء الالہ لاخوفٌ علیھم ولا یحزنون (۱۲۶۳) ولد سعید

امات حمید اکاملا و لا بیته (۱۲۶۳) ان من الله لبدا یته و ان الیه لنهایته (۱۲۶۳) ولو خر کل هوانا ان الحمد لله (۱۲۶۳) وختم المحمول (۱۲۶۳) بکل فضل الرسول (۱۲۶۳)

قطعات تاریخ وصال

از حضرت مولانا سید صاحب عالم صاحب قدس سرہ سجادہ نشین سرکار خورد مارہرہ شریف

سفر کرد سوے مکانات قدس — شہ عین حق اکمل و اصلین

اگر سال نقلش بہ پرسد کسے — بگو داد رونق بخلد بریں

۱۲۶۳ھ

از جناب مولانا مفتی سعد اللہ صاحب مرادآبادی مفتی رامپور آشفتہ تخلص

جناب مقدس شہ کاملین — امام ہدا قدوۂ اہل دیں

بعلم و عمل یادگار سلف — ز فیضش منور دل عارفین

شہ اولیا شاہ عبد المجید — خدایش دہد جنت و حور عین

بماہ محرم شب ہفدہم — بسوے جناں شد غم میتگیں

رقم کرد آشفتہ تاریخ آں — گزیدہ واصل بخلد بریں

۱۲ ھ ۶۳

از جناب مولانا قاضی عبد السلام صاحب عباسی بدایونی قدس سرہ

کرد رحلت حضرت عبد المجید — آنکہ بحر علم بود و کوہ حلم

ز انتقالش بے سرو بے پا شدند — شرع و ورع و فضل و مجد و علم و حلم

۲۰۰ * ۲۰۰ * ۸۰۰ + ۳ + ۴۴ + ۱۲ + ۱۲۶۳ھ

دیگر

چو عین الحق عبد المجید از جہاں رفت	شنیدہ شکست مرا ہیچ کمالات
بسال وصالش نمودم تامل	خرد گفت [illegible]

از جناب مولانا عبد الملک صاحب بریلوی

شاہ عین الحق لقب قطب زماں عبد المجید	در علوم ظاہر و باطن [illegible]
صبحدم روز سہ شنبہ از محرم ہفدہم	از وصال حضرت حبیب تعالیٰ [illegible]

گر ہمی خواہی تو از سال وصالش آگہی
محو ذات حق بود تاریخ آں عالی مقام
۱۲۷۳ھ

دیگر

قطب دوراں حضرت عبد المجید	بالیقیں شد داخل دار السلام
شاہ عین الحق بحق پیوست صبح	ہست تاریخ وصالِ آن امام
۱۲۷۳ھ	

از جناب مولوی شاہ دلدار علی صاحب مذاق بدایونی

عین دریا کیوں نہ ہووے چشمۂ چشم مذاق	واصل حق ہو گئے حضرت جناب عین حق
جسم خاکی سے ہوئی جب روح پاک انکی رواں	ہو گیا فرشی و عرشی کا جگر اس غم سے شق
آگیا اس حادثہ سے شش جہت میں زلزلہ	از زمیں تا آسماں ہلنے لگے چودہ طبق
کر چکے وہ ملک فقر و فنا کا انتظام	باقی ہے ملک بقا کا کرنا اب نظم و نسق
عین آلِ احمد و عین نبی عین علے	عین عبد القادر و عین حقیقت عین حق
ہیں یہ سب نسبتے حقیقت میں انھیں کیواسطے	حق تو یوں ہے ان مراتب کے یہی ہیں مستحق
نزع کے دم چہرہ انور کی جب دیکھی چمک	شرم سے صاف آگیا خورشید کے منھ پر عرق

اب ہوا غمخانہ دل جیسے صحرا لق و دق	اپنا ویرانہ انھیں کے دم سے شاد آباد تھا
عشق کاشانۂ شہیداں کے نیاہا کیا ہے حق	جان بحق تسلیم سترھویں محرم ہی کو کی

پڑھکے اس مصرع کو کھینچی ہاتف غیبی نے آہ

پیر برحق عین حق حق ہو گئے از امر حق

۱۲ — ۶ ۱۲۶۳ھ

تمت بالخیر

صحتنامہ اکمل التاریخ حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
				۴۱	آخر	نہیں	سے اور معارف معقول ہیں
۱	۴	بھی	یہی	۴۳	۵	کی	سے
۲	″	فاشیہ	غاشیہ	۴۴	۲	نے	سے
۲	۸	دقفاً	وقتاً	″	۲۱	صاحب کی	صاحب سے کی
۴	۱۴	عروس	عرس	۴۶	۲	والے دریغ	ولے دریغ
۵	۲	غدات	سندات	۴۸	۱۸	سے	×
″	۲۳	کامیابی حاصل	کامیابی حاصل	″	۲۰	سے	کے
۶	۶	کرچکے	ہوچکے	۵۱	۱۳	درنگاہ	درگاہ
″	۱۶	عرقی	عرفی	۵۴	۹	خلوت	خلعت
۹	۲۲	عروس الاسلام	عروس اسلام	۵۶	۱	کرنے گانی بجانے	کرتے گاتی بجاتے
۱۰	۸	روشن	سپہر	۱۵۷	۱	محمد شریعت	محمد شریف
″	۱۰	صنعار	صنعاء	۶۲	۲۲	اولاد علی	اولاد احمد
۱۳	۲۱	رہتی	رہی	۶۳	۴	رنگ رہے	رنگ ہیں ہے
۱۸	۷	مذہب	تہذیب	″	۸	صاحبان	صاحب کے
۲۰	۱۲	قبۃ الاسلام	قبۃ الاسلام	″	۱۵	جود و شخاوت	جود و سخاوت
۲۱	۱	تصویریں	تحریریں	۶۶	۱۵	بعد مرنیکے بھی	بعد مردن بھی
″	۱۲	عمال	عمان	۷۱	۵	مسجد حوض	مسجد بیں حوض
۲۲	۱۳	شراب	لبریز	۷۲	۹	حین حیات	ان جناب
۲۳	۱۲	کیاہے	کیاگیاہے	۷۳	۳	جناب	حیات
″	۱۳	ہو	ہوا	۷۴	۱۵	تاکہ	تا لہ
۲۴	۱۶	تنگی	تنگی	۷۶	۱۵	تاکم	تا ثم
				۸۰	۵	کمش	کیش
″	۲۱	خان فقیر کے پیرد	خان فقیر بیگ کے سپرد	۸۱	۹	محمد مس	محمد حسن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۲۰	اطبار	انجبار
۸۳	۱۰	حاصل	حاصل تھا
۸۴	۷	ناموس	قاموس
۸۶	۱	ہیں	ہیں
″	۵	مرید	فرزند
″	۱۸	باطنی	ظاہری
۹۳	۱۴	لی	کی
۹۶	۱۵	سکوت	سلوک
″	۱۹	ولی	وسے
۹۷	۷	ملحوز	ملحوظ
۹۸	۲	مرحمت	اسے مرحمت
۹۹	۱۸	جانبار	جاں نثار
۱۰۳	۳۲	آپ نے اونکا	آپ اونکا
۱۰۷ اور ۱۰۸	۱۹ اور ۳	بدایوں	بدایونی
۱۰۹	۲۱	بجواب	خواب
۱۱۹	۱۷	صاحب	آپکو مرید صاحب مجاز
″	۱۸	مرید	معتقد
۱۲۲	۸	مولوی	مولوی عطا احمد صاحب خلف مولوی
۱۲۶	۲	کیلئے	کے لئے
۱۲۸	۱۵	اختبار	اخیار
″	۱۶	والد	والدہ
۱۳۲	۱۵	۱۳۳۰	۱۳۰۳
۱۳۴	۱۱	خبثش	خبخشش

شجرہ ہائے مندرجہ کی صحت مشکل ہے دو شجرہ اندراج سے رہ گئے۔

نوٹ۔ اکمل التاریخ پر جو صاحب نظر تنقید ڈالیں اور واقعات کی صحت کے متلاشی ہوں۔ کتب مفصلہ ذیل جو اس سوانح کی صحت و ثبوت کی ماخذ و شاہد ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ انصاف پسند نگاہیں ضرور مطمئن ہونگی۔ ہدایۃ المخلوق، آثار احمدی غیر مطبوعہ، خاندان برکات مطبوعہ، تحفۂ فیض مطبوعہ میرٹھ سنہ ۱۳۰۰ھ تالیف حضرت تاج الفحول قدس سرہ، تذکرۃ الواصلین مولفہ جناب خان بہادر مولوی رضی الدین صاحب وکیل دام مجدہم، گنجینۂ اسرار کرامت مطبوعہ سنہ ۱۳۰۰ھ مولفہ عظمت علی صاحب منصف مرحوم، چمنستان رحمت الٰہی مطبوعہ میرٹھ سنہ ۱۲۹۰ھ، قصیدہ سبعہ سیارہ مطبوعہ نسیم سحر بدایوں، طوالع الانوار مطبوعہ صبح صادق سیتاپور سنہ ۱۲۹۵ھ، ہدیہ کلیبہ مطبوعہ افضل المطابع بدایوں سنہ ۱۲۹۷ھ، تحفۂ حنفیہ بابت شعبان سنہ ۱۳۱۸ھ، بوارق، تذکرہ علمائے ہند مطبوعہ لکھنؤ، تاریخ فرشتہ، شجرۂ طیبہ غیر مطبوعہ، تاریخ اسلام ترجمہ ابن خلدون مطبوعہ الٰہ آباد، تاریخ ابن خلکان، سیرۃ عمر بن عبدالعزیز مطبوعہ، تہذیب الکمال مطبوعہ مصر، تقریب التہذیب مطبوعہ لکھنؤ، گل رحمت مطبوعہ وغیرہ صفائح مطبوعہ بمبئی، مولانا اکرام اللہ محشر، ضیاء المکتوب رسالہ قلمی مولانا شاہ عون الحق نواب ضیاء الدین صاحب حیدرآبادی دامت برکاتہم، بیاض قلمی حضرت تاج الفحول قدس سرہ، تاریخ بدایوں قلمی مولفہ حضرت تاج الفحول قدس سرہ، اس کے سوا دیگر کتب قلمی اور رسائل و ملفوظات خاندانی موجودہ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں ہیں۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

اکمل التاریخ

۱۳۳۲ھ

حصۂ دوئم

یعنی

سوانح فضل رسول

۱۳ ھ ۳۱

خدا والوں کی پاک زندگی کا روشن مرقع۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کے اکابر کے حالات کا نورانی آئینہ حضرت ذوالنورین رضؓ کی اولاد و اعقاب کا مطلع گہوارہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول قادری قرشی عثمانی بدایونی قدس سرہٗ کی مبارک زندگی کا خلاصہ

مرتبہ

مولوی محمد یعقوب صاحب ضیا قادری بدایونی

حسب فرمایش عالیجناب معلیٰ القاب نواب خواجہ سید غلام محمد حفیظ اللہ خان صاحب بہادر قادری معینی حیدرآبادی مدظلہٗ

باجازت حضرت مولانا حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری
باہتمام مولوی عبد الصمد صاحب سرور
قادری بدایونی

امیر احمد پریس بدایوں

خوشنویس و نقاش عفت علیخاں بدایونی

فہرست مضامین

ولادت اور تعلیم

صفر کا مبارک مہینہ جو در اصل ربیع الاوّل شریف کا نوید رساں اور حضور رحمت عالم کے ولادت باسعادت کے پاک مہینہ کا مقدمۃ الجیش اور خوشخبری کا پہونچانے والا ہے۔ سن ہجری کی بارہ صدیاں گزار کر تیرہویں برس مدینہ کے سدا بہار وادیوں سے گزر کر نخلستان مدینہ کی سرد سرد ہواؤں کے آغوش میں راحت گزیں ہو کر اس دھوم دھام اور تزک و احتشام سے دیار ہند میں جلوہ افروز ہوا کہ مدنی چاند کی تجلیاں مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی گلیوں میں بے حجاب نظر آنے لگیں انوار رسالت اور برکات نبوت نے حرم سرائے عین حق کو اپنے سایہ میں لیا۔ بغداد کی سنہری بدلیاں کاشانہ قادری پر لہرانے لگیں۔ نیک ساعت۔ مبارک گھڑی قریب آئی۔ محل قدس منزل سے مژدہ رساں خوشخبریاں لائے کہ آج حضور اچھے صاحب کی بشارت سرکار قادریت کی نوید پوری ہوئی۔ یعنی عین عرفان الٰہی حضرت عین حق کے قرۃ العین وجود میں تشریف لائے۔ مولانا عبد الحمید قدس سرہٗ الوحید نے پوتے کی ولادت کی مسرت افزا خبر سُن کر سجدہ شکر ادا فرمایا مہم غیب نے مبارک باد دی کہ ظہور محمدی ہوا۔ آئینہ جمال محمدی بے نقاب ہو کر اپنے محبوب کے وجود سراپا جود کے فروغ کا باعث ٹھہرا۔ ماں کی مرادیں بر آئیں مدت سے فرزند دلبند کو گودیوں میں کھلانے کی آرزو تھی۔ سعادت مند بیٹیاں اگرچہ دل کی ڈھارس کا ساز و سامان پیشتر سے موجود تھیں لیکن تمنائیں ہمیشہ اس پر مچل مچل کر رہتی تھیں کہ کاش کوئی بیٹا چراغ کاشانہ دولت ہو۔ اور آغوش مادر کی زیب و زینت کا سبب ٹھہرے۔ اس ارمان کا احساس حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ المجید کو بخوبی تھا۔ اہلیہ محترمہ کی اس پاک آرزو کو حضور اچھے میاں کی بارگاہ قدس منزل میں پہونچانے کا تقاضا بھی بکمال اصرار ہو چکا تھا۔ لیکن جوش ادب سے خاموشی

بنا ہوا تھا۔ یہ تقاضائے ادب اوس سرکار کے روشن قلب میں پہلے ہی عکس افگن ہوچکا تھا۔ اور فرزند نرینہ کی بشارت سمع اقدس تک پہونچ چکی تھی۔ چنانچہ قبل اس کے کہ مکان سے اس مولود مسعود کی خبر مارہرہ مطہرہ میں پہونچے حضرت سید الاولیا حضور اچھے صاحب نے مبارکباد کے طور پر خوشخبری ولادت حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب کے گوش گذار کردی تھی۔ نہ صرف خوشخبری بلکہ آئندہ اس نونہال کے فضل وکمال اور حسن مآل کی بشارت بھی دیدی تھی

چنانچہ بعد ولادت خود حضور پرنور نے اس تصویر فضل وکمال کا نام فضل رسول رکھا۔ اور معنوی طور پر اپنا فرزند قرار دیا۔ جس بچہ پر حضور اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ جیسے قطب وقت اور غوث زماں کی نظر شفقت ہو حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ جیسے ولی الاولیا باپ کی محبت آمیز نگاہیں پڑتی ہوں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ الوحید جیسے مقدس خدا رسیدہ دادا کی تربیت کی ہو۔ جس کی ماں خود رابعہ عصر ولیہ روزگار ہو۔ اوس کی آئندہ ترقی مدارج خود بخود آئینہ ہوئی جاتی ہے۔ ایام رضاعت بزرگ ماں کی گود میں بسر ہوئے۔ دادا نانا کے پاک وجود موجود تھے۔ بزرگ گھرانوں میں جیسی کامل اور پاک تربیت ہوتی ہے وہ ہوئی۔ بزرگی کے آثار بچپن ہی میں غازہ رخسار بنے ہوئے تھے۔ چار برس کی عمر ہوتے ہی مکتب کی رسم ادا ہوئی۔ مقدس دادا نے بسم اللہ کیا شروع کرائی کہ پوتے کی زبان کو خزائن علوم کی کلید بنادیا۔ تاجدار مارہرہ کی باطنی توجہ اور بزرگ دادا کی ظاہری تربیت سونے پر سہاگے کا کام کرگئی۔ بزرگ باپ کو اول تو حضوری شیخ کی لذت نے دنیا و مافیہا سے بے تعلق کردیا تھا۔ اچھے صاحب کی اچھی صورت تھی اور اوس پاک وجود کا شوق دیدار دوسرے مقدس دادا کی موجودگی میں باپ کی توجہ خاص بھی ضروری نہیں۔ اسی سبب سے ابتدائی تعلیم وتربیت حضرت مولانا کی قبلہ ارباب حقیقت واقف اسرار توحید حضرت مولانا شاہ عبدالمجید قدس سرہ الوحید نے فرمائی۔

آپ کا فیض تعلیم خداداد برکتوں کا سرچشمہ تھا جو اس بحر کرم کا موج آشنا ہوا اور مالامال ہو گیا۔ جس نے شرف تلمذ حاصل کیا دولت علم سے دامن بھر لیے۔ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ

"خاکسار اکثرے از کتب صرف و نحو بہ آں حضرت خوانده است عجب برکتے و

حسن تربیتے بود کہ من بعد مشاہده نگردید آنچہ بہ ہیچمداں مرحمت فرموده اند ہمہ اثر آں

برکت و تربیت آں حضرت است"

گیارہ برس تک دادا کا آغوش محبت دامن گیر رہا۔ شفقت و پیار نے نگاہوں سے اوجھل ہونے دیا۔ بارہویں سال گرہ ہوتے ہی تحصیل علم کے ولولے اُمنگیں لینے لگے۔ جذبات نے ابھرنا شروع کیا۔ شوق تعلیم نے طلب العلم فریضۃ کا نورانی صحیفہ پیش نظر کیا۔ حضرت علم کے حسن شباب نے قیامت کی ادائیں غضب کے انداز دکھائے کہ ایک دوازدہ سالہ بندۂ عشق کو خود رفتہ و بیخود بنا کر چھوڑا۔ جوش اضطراب و شوق حصول علم نے اجازت کی بھی مہلت نہ دی۔ بیتابانہ پیادہ پا قصد سفر فرما دیا۔ اس پر طرہ یہ کہ محض توکل پر بے سرو سامانی کے ساتھ گھر سے چل دیئے اُس زمانہ کا سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا بدایوں سے براہ داتا گنج شاہجہانپور ہو کر لکھنؤ کو لوگ جایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی راستہ پر ہو لیئے۔ محلہ شہباز پور میں جس وقت آپ پہونچے اتفاق سے شیخ نظام الدین عرف شیخ بھدو صاحب فاروقی فریدی رئیس محلہ کی نظر آپ پر جا پڑی خلاف عادت تنہا دیکھ کر دوڑے ہوئے آئے۔ دریافت کیا صاحبزادہ صاحب کہاں کا قصد ہے۔ فرمایا لکھنؤ تحصیل علم کا شوق لئے جا رہا ہے۔ شیخ صاحب نے متعجب ہو کر پوچھا کہ نہ آپ کے ہمراہ کوئی شخص ہے۔ نہ کچھ ساز و سامان ہے۔ اتنا طویل سفر پیدل کیونکر طے ہوگا۔ فرمایا ع

خدا خود میر سامانست ارباب توکل را

شیخ صاحب نے قرینہ سے معلوم کر لیا کہ آپ کے پاس زاد راہ کچھ نہیں ہے۔ فوراً عقیدت سے دو روپیہ نذر پیش کی اور عرض کیا کہ حضور کے والد ماجد کا نقش پھر دیا ہے

ہوں اس حقیر نذر کو رد نہ فرمایا جائے۔ آپ نے ہر چند منع فرمایا لیکن ارادتمندانہ اصرار نے مجبور کر دیا۔ نذر قبول فرمائی اور تعجیل کے ساتھ آگے کو قدم بڑھایا۔ شاہ راہ پر شاہ عبدالحق صاحب سے جو حضرت آقائے نعمت اچھے صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور مارہرہ مطہرہ میں آپ کے والد ماجد کے فیض صحبت سے شرف یاب رہا کرتے تھے۔ ملاقات ہوئی وہ بھی یکہ و تنہا ساتھ ہوئے۔ حضور نے جس شان اور توکل کے ساتھ ذات الٰہی پر تکیہ کیا۔ ویسے ہی شان عطا کا ادھر سے ظہور ہوا۔ پہلے دن شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو گیا اور منزل پوری ہوئی صحرا میں دور تک آبادی کا نشان نظر نہ آیا۔ مجبوراً لب راہ ایک مقبرہ میں قصد قیام فرمایا شاہ صاحب بار بار دل ہی دل میں آپ کی اس کم عمری پر خیال کرتے اور مصائب سفر پر غور فرماتے کبھی منزل اول میں بے آب و طعام رہنے سے غمگین و ملول ہوتے۔ چہرہ تفکرات کے ہجوم سے متغیر ہو جاتا۔ اور اسی وپریشانی میں مبتلا تھے۔ یہاں تک وقت نماز عشاء قریب آگیا۔ شاہ صاحب کو اس درجہ متردد و ملول پا کر آپ نے سبب دریافت کیا پھر خود ہی فرمایا کہ شاہ صاحب خداوند عالم مسبب الاسباب اور رزاق مطلق ہے۔ سفر میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں زیادہ فکر و ہراس خدا کی رحمتوں سے نا امیدی کا سبب نہ ہو جائے۔ دیکھئے پردۂ غیب سے کوئی سامان ہو جائے گا۔ باہم یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک جانب سے کسی سواری کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی شاہ صاحب نے مقبرہ سے باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سامنے سے ایک رتھ تیزی کے ساتھ آ رہا ہے۔ مقبرہ کے قریب آکر رتھ رک گیا۔ ایک شخص اندر فروکش تھے اور گاڑیبان سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اندر جو بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے باآواز بلند خادم یعنی گاڑی بان کو حکم دیا کہ یہ خوان اس روضہ کے اندر پہونچا دے۔ تاکہ مہمان نو وارد اس کو تناول فرمالیں۔ خادم خوان سر پر رکھ کر مقبرہ کے اندر گیا اور جہاں یہ دونوں بزرگوار تشریف رکھتے تھے خوان رکھ کر واپس ہو گیا

سواری بعجلت تمام جادھر سے آئی تھی اسی طرف کو روانہ ہو گئی۔ شاہ صاحب نے یہ ماجرا دیکھ کر اور سواری نشین بزرگ کی گفتگو سن کر شکریہ حق سبحانہ تعالےٰ ادا کیا۔ جس وقت خوان پوش اوٹھایا دیکھا کہ ایک قاب میں نہایت لطیف اور گرم حلوا موجود ہے۔ دوسری طرف ایک صراحی آب سرد سے لبریز رکھی ہوئی ہے۔ یہ عطیہ الٰہی آب و حلوا من و سلویٰ سمجھ کر دونوں حضرات نے خوب آسودہ ہو کر کھایا۔ طبیعت میں تازگی آئی خوب تکان دور ہوئی۔ فریضہ الٰہی ادا کیا۔ رات وہیں گذاری صبح کو وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے جب تک کسیقدر ٹھنڈک رہی اطمینان سے سفر طے کیا۔ دوپہر کو جب تمازت آفتاب نے پوری ترقی کی زمین بھی تپنے لگی گرمی کی شدت سے سفر کی حرارت اوس پر بھوک پیاس کا غلبہ۔ دو قدم چلنے کی طاقت باقی نہ رہی۔ ان مصائب و نوائب نے قریب ہلاکت پہونچایا۔ شاہ صاحب اگرچہ سن رسیدہ مستقل مزاج بزرگ تھے۔ لیکن حضرت مولانا کی یہ حالت دیکھ کر بے انتہا پریشان ہوئے۔ اکثر اس راہ سے آمد و رفت کا اتفاق ہو چکا تھا۔ کوئی جائے امن راستہ میں کبھی پہلے نہ دیکھی تھی اس وجہ سے اور بھی سخت مایوس تھے کہ کیا کیا جائے مگر خدائے قدوس کی قدرت کے قربان جائیے کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی سر راہ ایک باغ پر تکلف نظر آیا شاہ صاحب اول تو یہ سمجھے کہ شاید راستہ بھک گئے دوسرے راستہ پر آگئے پیشتر کبھی اس راہ میں باغ کا نشان نہ دیکھا تھا۔ مگر فوراً ہی خیال آیا کہ یہ نعمت بھی نعمائے الٰہیہ میں سے حضرت مولانا کی برکت سے رونما ہوئی ہے۔ دونوں صاحب باغ کے اندر پہونچے۔ حوض پر جا کر ہاتھ منھ دھویا وضو کیا باغ کے فرحت افزا منظر سے غنچۂ خاطر شگفتہ ہوا۔ درختوں کی سرسبزی و شادابی طائر خیال کو مدینے کے سبز گنبد تک پہونچانے کے لیے خضرا بنی لب حوض گنجان درختوں کے سایہ میں ہوائے سرد کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں نے استراحت کرنے پر مجبور کیا۔ سبزہ خوابیدہ کی قسمت جاگی دونوں

بزرگوں نے آرام فرمایا۔ زوال کا وقت گذر گیا۔ مگر کوئی باغبان یا محافظ نظر نہ آیا۔
تمام درخت پرانہ برگ و بار تمام اشجار میوہ دار مگر نہ کوئی محافظ نہ چوکیدار جو اجازت
دے۔ شاہ صاحب نے روشوں پر نظر دوڑانا شروع کی دور دور تک جاکر دیکھا
جب کوئی معلوم نہ ہوا تو مجبور ہوکر قیمت سے زیادہ دام ایک چارپائی پر جو وسط باغ
میں بچھی ہوئی تھی رکھ کر اتفاقاً وہ پھل اوٹھائے اور مولانا کی خدمت میں پیش کئے۔
لیکن حقیقت واقعہ اور اس باغ کی اصل کیفیت اس وقت ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھی۔
اثمار لذیذ نے کچھ عجیب حلاوت بخشی کہ دنیا کے سارے میوے ذائقہ کے اعتبار
سے نظروں سے گر گئے۔ دراصل یہ باغ باغبان ازل کی رحمت خاص سے اپنے
خاص متوکل بندے کی خاطر صورت آشکار ہوا تھا۔ یہاں سے پھر کوچ کیا راستہ
میں جہاں کوئی ایسی منزل پیش آئی کہ کوئی نہ کوئی سامان پردہ غیب سے ظہور پذیر ہوگیا
دو روپیہ جو نذر میں ملے تھے راستہ بھر فقراء اور مساکین کو تقسیم ہوتے رہے۔
یہاں تک کہ چوتھے دن حوالی لکھنؤ میں پہونچے۔ شب گذاری کے بعد صبح کو سلطان العلماء
حضرت مولانا نور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں حاضر ہوئے دیکھا
کہ مولانا خود چشم براہ کسی کی آمد کے منتظر ہیں جس وقت آپ پر نظر پڑی بکمال
تکریم و محبت بڑھ کر سینہ سے لگایا پیشانی کو بوسہ دیا اور نہایت فخر و مباہات
کے ساتھ اظہار مسرت فرمایا۔ اکابر علمائے فرنگی محل نے یہ سن کر کہ حضرت مولانا
شاہ عین الحق عبد المجید صاحب بدایونی کے صاحبزادہ بارہ برس کی عمر میں اس
سج دھج سے تحصیل علوم کے لیے تشریف لائے ہیں جوق جوق آنا شروع کیا۔ اور
ہر طرف سے شفقت و پیار کی نظریں آپ پر پڑنا شروع ہوگئیں۔ ہر بزرگ آپکی
جبین روشن کو دیکھتا اور فرماتا کہ یہ بچہ خدا جانے آئندہ کس مرتبہ فضل و کمال کو
پہونچیگا۔ یہی ہوا کہ آپ نے تین برس فرنگی محل میں رہ کر شفیق استاد کی مخصوص
عنایت کے باعث جملہ علوم معقول و منقول سے فراغ تام حاصل کیا۔ بزرگ
استاد کو اپنے گرامی قدر شاگرد سے کمال درجہ انس تھا اور ہمیشہ نہایت فخر

کے ساتھ آپ کے ملکہ قدسیہ کا تذکرہ فرماتے اور خوش ہوتے۔ خداداد
ذہانت کی تعریف فرماتے۔ اور جدید طلبہ جو حلقہ درس میں آکر شریک ہوتے وہ
مولانا کے سپرد کیے جاتے۔ جماعت سے جداگانہ مخصوص اوقات میں یکہ تنہا آپکو
سبق پڑھاتے اور اپنے سامنے تکرار کراتے۔ جیّد طلبہ سے کسی خاص مسئلہ میں تقریری
مناظرہ کراتے اور مولانا کے زور تقریر اور قوت استدلال سے بے انتہا مسرور
ہوتے۔ آپ کی قوت حافظہ اتنی زبردست تھی کہ ایک مرتبہ جو مطالب اوستاد
کی زبان سے سُن لیتے کبھی فراموش نہوتے۔ جس فن کی کتاب شروع کرتے بہت
قلیل عرصہ میں اوس کے دقائق وغوامض پر عبور ہوجاتا۔ پندرہ برس کی عمر میں
اگر ایک جانب معقول کے معراج کمال پر آپ کا قدم تھا تو دوسرے طرف دینیات
کی انتہائی منزل میں آپ کی رسائی ہوچکی تھی اوستاد کی دلی مسرتوں کی کوئی
انتہا نہ تھی شاگرد کی قابلیت کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے فلسفی و
معقولی نگاہیں بچا کر چلتے تھے۔ یہاں تک کہ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ کا مہینہ آیا یہ
وہ مہینہ ہے کہ حضرت قطب الآفاق مخدوم شاہ عبدالحق رودولوی رحمتہ اللہ
علیہ کا عرس مبارک پندرہ سے سترہویں تاریخ تک رودولی شریف میں ہوتا
ہے۔ اس زمانہ میں خداوالوں کے غول علمار کرام کے مجمع اعراس کی زیب و
زینت کا سبب ہوتے تھے۔ اوستاد مطلق حضرت سلطان العلمار مولینا
نورالحق رحمتہ اللہ نے اپنے پیارے شاگرد کو حکم دیا کہ رودولی شریف ہماری
ہمرکابی میں چلنے کے لیے تیار ہو۔ خاندان کے معزز اراکین خدام اور طلبہ کی
جماعت بھی ہمراہ ہوئی۔ عرس شریف کی برکتوں سے یہ قافلہ مستفیض ہوا۔
سترہویں تاریخ جو خاص قل کی تاریخ تھی فرنگی محل کے اس نورانی وجود نے
صبح کو مواجہہ مزار شریف میں ایک مجلس ترتیب دی تمام اکابر وقت اور علمار
مشائخ عصر۔ حاضرین عرس خاص مجلس کی شرکت کے لیے تشریف لائے
جب مجمع کافی ہوگیا اور مجلس حاضرین کی کثرت و ہجوم سے بخوبی پر گئی۔ حضرت

سلطان العلماء نے کھڑے ہو کر اوّل صاحب آستانہ سے استعانت فرمائی اور مولانا کو اپنے پیش نظر بلا کر کھڑا کیا اسکے بعد مولانا عبد الواسع[۱] صاحب۔ مولانا عبد الواحد[۲] صاحب خیر آبادی۔ مولانا ظہور اللہ صاحب فرنگی محلی و دیگر اکابر موجودہ مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج یہ مجلس صرف اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے ان صاحبزادہ کا امتحان ہو جائے۔ جملہ علوم و فنون میں جو بزرگ چاہیں بلا تکلف جانچ و پڑتال کر سکتے ہیں۔ اوس کے بعد علماء کرام سے اصرار فرمایا کہ آپ حضرات سوال کریں۔ بعض اصحاب نے اشارتاً۔ بعض نے امتحاناً۔ مسائل دقیقہ باتوں باتوں میں دریافت بھی کئے۔ اور جودت طبع کو نگاہوں میں جانچ لیا۔ بھری محفل میں احسنت و آفریں کے ساتھ آپ پر نگاہیں پڑنے لگیں ہر شخص کی زبان سے کلمات استعجاب جاری تھے۔ اس کے بعد حضرت کرم سلطان العلماء نے آپ کی رسم دستار بندی ادا فرمائی۔ سند خاص میں اجازت درس جملہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تحریر فرمائی اور دست دعا بلند کئے صاحب مزار کا روحانی تصرف ان سراپا برکت دعاؤں کو باب اجابت تک لے اڑا۔ مشائخ

---

[۱] مولانا عبد الواسع صاحب لکھنوی۔ آپ علوم عقلیہ کے جید فاضل اپنے زمانہ کے نامور اساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ در اصل سیدن پور کے رہنے والے تھے۔ لیکن لکھنؤ میں سلسلہ درس جاری کر رکھا تھا۔ مولانا بحر العلوم سے استفاضہ کر کے علوم ظاہری کے خزانہ میں سے مشاہیر علماء کو مالا مال کیا۔ سلسلہ خاندان برکاتیہ میں حضرت سیدی شاہ آل رسول صاحب قادری مارہروی علیہ الرحمہ نے بھی آپ سے استفاضہ علمیہ کیا ہے۔

[۲] مولانا عبد الاحد صاحب خیر آبادی۔ آپ مولوی محمد اعلم فاروقی سندیلوی کے (جو ملا حمد اللہ سندیلوی سر دفتر علماء معقول کے ارشد تلامذہ میں ہیں) ہمشیرہ زادہ یعنی بھانجہ ہیں اور استاذ تام مولانا فضل امام خیر آبادی کے استاد ہیں یہ بھی اپنے زمانہ میں فرد یکتا تھے مولوی امام العالم خیر آبادی جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی ہے آپ اونہیں کی اولاد سے تھے۔

[۳] مولانا ظہور اللہ صاحب لکھنوی۔ آپ مولوی محمد ولی ابن مفتی غلام مصطفےٰ کے فرزند اور ملا محمد حسن لکھنوی کے

وسجادہ نشینان محفل نے آمین کہی۔ اس شان کی دستار بندی بھی شاید کسی فرد کامل کی ہوئی ہو تو ہو ورنہ حقیقتاً یہ ادا بھی سب سے انوکھی اور جداگانہ تھی۔ عرس شریف کے اختتام کے بعد مجلس علم کا یہ سراپا نور قافلہ سالار معہ خدم وحشم اپنے جائے اقامت یعنی لکھنؤ تشریف فرما ہوا۔ وہاں اس نونہال چمن بغداد کو تجلیات قدس کی قدآدم شبیہہ یعنی حضرت مولانا احمد انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ کی رونمائی کے لیئے پیش کیا نور نظر کی آبیاری فیض کا ثمرہ جس وقت قبلہ حاجات باپ کے سامنے آیا فرط مسرت سے چہرہ کا نورانی رنگ ارغوانی ہو گیا۔ مولانا کو قریب بلا کر خیر وبرکت کی دعائیں دیں۔ فرمایا صاحبزادہ ایک دن آنے والا ہے کہ حفاظت دین کا سہرا تمہارے سر پر سجایا جائے گا۔ مسند فقر وعرفاں کو تمہارے دم سے فروغ ہوگا۔ رحمت الٰہی کا دامن تمہارے سر پر ہوگا۔ فرزند ارجمند مولانا نور کا نور علم تمہارے جلوۂ فیض سے تجلی بخش عالم ہوگا۔ ان کلمات سراسر حسنات کو والد کی زبان سے سن کر مولینا نور الحق صاحب کے ہنستے ہوئے چہرہ پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ مولانا کو جانب وطن رخصت فرمایا۔ آپ شادان فرحاں بدایوں تشریف لائے۔ جد امجد کی قدمبوسی حاصل کی۔ تین سال کی محنت کا نتیجہ یعنی سند تکمیل پیش کی۔ مربیانہ شفقت کے ساتھ کمال مسرت کا اظہار ہوا۔ لیکن جوش محبت کے ساتھ ہی فن طب کی تحصیل کا بھی سوال ہوا جس نے فوراً ہی خرمن دل پر برق شرربار کا کام کیا اور چندے قیام کے بعد بہ نیہ سفر کر دیا۔ اس مرتبہ دھول پور کی جانب عزم روانگی فرمایا۔ مکان آنے پر جب والد بزرگوار

سفر دوم
تحصیل علم

بقیہ حاشیہ ص ۸

بھتیجہ ہیں ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے والد بزرگوار اور عم ذی وقار سے اکتساب علوم کیا۔ نواب سعادتعلی خاں والی لکھنؤ کے عہد میں عہدہ افتابر فایز ہوئے۔ لیکن بچند وجوہ کچھ دنوں کے لیے معزول کر دیے گئے۔ مگر پھر نواب غازی الدین حیدر کے عہد میں اسی عہدہ پر بحال کیے گئے اکثر کتب معقول پر حواشی

کی زیارت کے لیئے جب مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور حضور اچھے میاں رحمۃ علیہ کی قدمبوسی اور حضوری نصیب ہوئی وہاں سے بھی تحصیل طب کا حکم ہوا۔

لکھنؤ کے طویل قیام میں مشاہیر اودھ کے حالات سے مولانا کو بخوبی واقفیت ہوگئی تھی۔ ہر فن کے صاحب کمال کا ذکر اہل کمال کی علمی مجلسوں میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ علاقہ اودھ میں اون ایام میں امام الاطباء حکیم سید بیر علی خاں موہانی کا آوازۂ کمال زبان زد خلائق تھا۔ حکیم صاحب کی اسی حقیقی شہرت نے اودھ سے آپ کو دھول پور کی ریاست میں پہنچایا اور قدردانی کے ہاتھوں آپ کی کما حقہ عزت افزائی کی گئی۔ حضرت مولانا کی تڑنگ اشتیاق کب نچلی بیٹھنے والی تھی۔ آپ بھی بدایوں سے دھول پور پہونچے۔ اور حکیم صاحب سے کتب طب کا آغاز کیا۔ حکیم صاحب نہایت نازک دماغ اور قلیل الدرس تھے۔ اول تو آپ خود تاوقتیکہ طلباء کی قابلیت کا اطمینان نہو اور مزاج کے موافق روشن دماغ شاگرد نہ ملے سبق دینے سے انکار و عار کرتے تھے۔ دوسرے آپ کی نازک دماغی سے طالب علم مایوس ہوکر تہی دامن واپس ہوتے تھے۔ لیکن مولانا کی جادت فکر اور جودت طبع نے حکیم صاحبکو بھی اپنا گرویدہ کرلیا اور اپنی ساری توجہ علماً اور عملاً آپ پر مبذول فرمائی۔ ایک دن سبق میں تشخیص نبض کی بحث آگئی۔ بہت دیر تک حکیم صاحب سمجھاتے رہے۔ مگر مولانا کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ نبض کی تحقیق و تشخیص کے لیئے ضرورت ہے کہ طبیب کی اونگلیاں کم سے کم ستار کے پردوں کی شناخت رکھتی ہوں۔ حکیم صاحب کی زبان سے یہ فقرہ سنتے ہی مولانا نے کتاب بند کی اور مطب سے اٹھ آئے۔ اسی وقت سے فن موسیقی کے کسی باکمال شخص کی جستجو شروع کردی۔ اسی تلاش میں دھول پور سے آپ

البیار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹

تحریر فرمائے۔ درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ بہت سے مشاہیر علماء آپ کے شاگرد ہوئے

گوالیار آئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ سارنگ کے نذیبوں میں اس فن کا ایک ماہر موجود ہے آپ نے تبدیل وضع فرماکر اول اوس شخص پر اپنا پورا اعتماد قائم کیا۔ اوس کے بعد کئی مہینے کی متواتر کوشش سے اس فن میں مہارت تامہ حاصل کی دن کو اکثر آپ گوالیار کی پہاڑیوں میں تشریف لیجاتے اور نباتات کے خواص کی تحقیق فرماتے۔ شب کو وقت مقررہ پر جب آمد و رفت بند ہو جاتی اور سونے کا وقت آجاتا اوس صاحب فن کے پاس پہونچتے اور اوس سے اخذ فن کرتے۔

غرض جب تقویت خاطر ہو چکی۔ گوالیار سے واپس ریاست دھول پور آئے مطب سے اس قدر عرصہ تک علیحدگی میں علم نباتات اور فن موسیقی کی تحصیل کے علاوہ ریاضت و نفس کشی کی عادت بھی آپ کا جوہر ذاتی ہو گیا تھا۔

حکیم صاحب مولانا کو دیکھ کر اول تو اس طویل غیر حاضری کے باعث ناراض ہوئے مگر جب واقعات کا علم ہوا تو پہلے سے زیادہ شفقت فرمانے لگے اور پھر سلسلۂ اسباق شروع کر دیا۔ غرض دو سال کی محنت اور تجربہ مطب نے آپ کو مشاق طبیب بنا دیا۔ اس فن شریف کے لیئے بھی حکیم علی الاطلاق نے آپ کو وہ دماغ عطا فرمایا تھا کہ اگر ارسطو آج دنیا میں موجود ہوتا تو آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرتا۔ بقراط و سقراط کے دماغ آپ کے دماغ کے ایک گوشہ میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اطباء عصر کو تو ہرگز آپ سے کوئی نسبت ہی نہ تھی۔ تشخیص امراض کی ایسی مثالیں جو ہم نے کسی دوسری جگہہ لکھی ہیں طب کی تاریخ کے صفحہ کے صفحے اولٹ جائیے کہیں نظر نہ آئیں گی۔ دست حق پرست میں جو ہر شفا کا وہ جان بخش مادّہ شافی مطلق نے ودیعت رکھا تھا کہ جس مریض پر ہاتھ رکھ دیا صحت یاب ہو گیا۔ جس کو خاک اوٹھا کر اپنے پاک ہاتھوں سے دیدی اکسیر بن گئی۔ اب تک آپ کی طبی کمالات اہل بدایوں کی زبانوں پر ہیں بعض واقعات بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم دوسرے موقعہ پر ناظرین کے پیش نظر کرینگے۔ یہاں صرف تعلیمی حالت کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ حکیم صاحب نے بھی نہایت خندہ پیشانی اور کمال افتخار کے

ساتھ آپ کو سند عطا فرمائی اور وطن کی واپسی کی اجازت دی۔ آپ گلہائے مراد دامان آرزو میں چن کر اور عروس مدعا کو آغوش تمنا میں لے کر رونق افروز وطن ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ کے جد امجد خاندان بھر میں سب سے بزرگ سب کے سروں پر سایہ گستر دنیا میں موجود ہیں۔ چھتّر سال سے عمر تجاوز کر چکی ہے والد بزرگوار (فنا فی الشیخ کی منزل کو پہنچا نہ عشق سمجھ کر بادۂ الفقر فخری کے نشہ اوّل میں مست و مدہوش محو طواف ہیں۔ مارہرہ کی مقدس خانقاہ ہے اور اوس پاک نفس کو شب و روز آستانہ بوسی کی ہوس۔ پیر کا جلوۂ جمال ہے اور اس طرف نظارہ پرستی لگا ہیں۔ نہ اپنی خبر نہ اپنے متعلقین کا ہوش۔ بیٹے نے کیا کمال حاصل کیا کیا دولت پائی۔ اگرچہ روشن ضمیر قلب سے پوشیدہ نہیں لیکن بظاہر کچھ خیال بھی نہیں شیخ کا فرمودہ کہ فضل رسول ان شاء اللہ امام الافاضل خواہد بود

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آیت حدیث سے یقین واثق ہے کہ ترقیوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ انا مدینۃ العلم و علی بابہا کے صاحب فرمان کا لخت جگر جو کہہ چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہاں اگر کبھی کبھی خلوت و جلوت میں خود حضور اپنے صاحب رح اپنی زبان مبارک سے فرزند ارجمند کا کچھ تذکرہ فرماتے ہیں یا حال دریافت کرتے ہیں تو کچھ یاد آجاتی ہے وہاں طب کی تکمیل بیٹے کی یہاں مژدہ پہونچا یا گیا کہ مولانا مبارک ہو ہمارے فضل رسول کو جہاں خدا نے طبیب بنایا وہاں دست شفا بھی عطا فرمایا۔ مولی تعالی ہزاروں بندگان خاص کی اس ذریعہ سے بھی حاجت براری فرمائے گا۔ یہ دل خوش کن نوید سن کر معلوم ہو گیا کہ صاحبزادے کہ اس فن میں بھی کامل ہو آئے۔

حالت درس و تدریس

مولانا وطن آکر اپنے آبائی قدیمی مدرسہ کو جو اس وقت تک حضرت بحر العلوم مولانا محمد علی صاحب قدس سرہ کے نام کی رعایت سے مدرسۂ محمدیہ کہلاتا تھا۔ ترقی کا ایک جدید خلعت پہنایا۔ مسند درس آراستہ کی خود بہ نفس نفیس سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ مدرسہ قادریہ کے نام سے مدرسہ قدیم موسوم ہوا علمی گھرانوں

میں طلب و تحصیل علوم کا ذوق و شوق ترقی کرنے لگا۔ ہر طرف سے طلبہ کے گروہ شائقین کے غول آنا شروع ہوئے۔ شہر کے معزز مشتاق علم جو اس وقت تک آرزو مند تھے۔ مراد نصیب ہوئے۔ یہاں راقم الحروف کی و قلب اضطراب تمنائیں بیخودانہ دل میں چٹکیاں لے رہی ہیں کہ میں اپنے حضور اقدس حضرت سیّدی تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر عبارت درج کرکے ناظرین کو بھی لذت تحریر سے محظوظ کروں۔ تحفہ فیض میں سلسلۂ درس کی افتتاحی حالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہمینکہ بر مسند افادہ و استفادہ قدم نہادند و باب درس و تدریس بر روئے طالبان کشادند جوش طلب علم در دل ہمگنان از اہل بلدہ و نواح آں سر زدہ کہ ہر یکے از اصاغر و اکابر محلات بلدہ ہذا برائے تحصیل علوم از غلبۂ شوق تام بمدرسہ علیہ حاضر آمدہ از حضور اقدس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، استفادہ خواستند و برائے اجابت ما مول خود ہا بر خاستند۔ حضور اقدس ابی و مرشدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ باجرائے افاضات درس تدریس طلبہ را فخر تام بخشیدند تا آنکہ آوازۂ کمال تبحر علمیہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ باطراف و اکناف رسید و از ہر جانب جوق جوق جماعت طلبہ علوم از بلاد و امصار حاضر مدرسہ علیہ گردید۔ گویا دریائے فیوض علمیہ منبسط شدہ و چشمہ آب حیات برائے تشنگان فضل و کمال رواں گشتہ کہ صد ہا مردمان تکمیل علوم ساختند و بحصول فراغ پرداختند۔

ابھی آپ کا حلقۂ درس صرف ابتدائی حالت میں تھا کہ آپ کی عالمگیر شہرت نے دنیائے علم میں دھوم مچا دی طلبہ کی کثرت سے شہر میں عجیب علمی چھل پہل نظر آنے لگی۔ مساجد طالبعلموں سے معمور ہوگئیں۔ طلبہ کے قیام و طعام کی فکر نے طبع اقدس میں خلش پیدا کردی۔ خود آپ جہاں تک متکفل ہوسکتے تھے ہوئے مگر غنی ابن غنی کے تونگر ول فرزند تھے۔ کسی طالب علم کی ذرا سی تکلیف سنی اور

روح بیچین ہوگئی۔ جہاں کسی کو آب وخورش کا شاکی پایا فوراً دل بھر آیا۔ آخر جب ان ناقابل برداشت تفکرات نے بہت مجبور کیا۔ بغرض نفع رسانی خلق وصلۂ رحم آپ نے تعلق ظاہری کسی جگہہ پیدا کرنے کا قصد کیا جس کا ذکر بعد کو ہوگا۔ اس حالت میں بھی آپ جہاں رہے سلسلہ درس ترقی پذیر رہا۔ اوس کے بعد جب باطنی دولت کے مختار ہوئے اور صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ کی چوکھی رنگت آپ پر پورے طور پر چڑھی۔ جذب کی مدہوش کن بھلواریوں سے گذر کر سلوک کے مرصع تخت پر آپ نے قدم رکھا اور حرمین شریفین کی ازلی ابدی نعمتوں سے مالامال ہوچکے۔ مدینہ منورہ کے علمی تاجدار علماء عالم کے سرتاج حضرت مولانا شیخ عابد مدنی انصاری اور مکہ مکرمہ کے روشن چراغ امام الائمہ سراج الامہ کے مسند کے وارث حضرت مولانا شیخ عبد اللہ سراج مکی قدس سرہما دباوجودیکہ جملہ علوم وفنون میں سلسلۂ درس جاری تھا، حصول برکت کے لیئے جدید اسانید حاصل فرماکر وطن میں مسند درس پر جلوہ آرا ہوئے۔ اُس وقت کی فیض بخشی احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشہ کے طالب علم بدایوں میں نظر آنے لگے اس سے قبل صرف ظاہری علوم کا فیض جاری تھا۔ اب باطنی کمالات کے سرچشمے بھی اُبلنا شروع ہوگئے اور آپ کی ذات سراپا برکات مجمع البحرین بن کر ظاہر و باطن کی نعمتوں کی قاسم بن گئی۔ بڑے بڑے جیّد علما وفضلا جن کے شجرۂ فضل وکمال کی شاخیں ایک عالم پر محیط ہیں آپ کے کاشانہ علم سے فراغ حاصل کرکے اساتذہ عصر بنے۔ قبل اس کے کہ ہم آپ کے مخصوص ومشاہیر تلامذہ سے اپنے ناظرین کو روشناس کرائیں اوّل آپ کے باکمال اساتذہ کے مختصر حالات گوش گزار کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان بزرگوں کی یاد بھی ازسرنو تازہ ہوجائے۔

تذکرۂ اساتذۂ کرام

(۱) سلطان العلماء استاذ مطلق حضرت مولانا نور الحق علیہ الرحمۃ۔ آپ فرنگی محل کے حرم خانہ علم کے سراج منیر ہیں۔ آپ کا نورانی شجرہ حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ آپ ملک العلماء حضرت مولانا قطب الدین شہید سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ دویم مولانا محمد سعید قدس سرہ کے پرپوتے ہیں۔ آپ نے فیض ظاہر و باطن اور مختصرات والد ماجد سے اور کسی قدر ملا محمد مبین سے تحصیل علم کی لیکن خرقہ خلافت اپنے والد ماجد مولانا احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبد الحق ابن مولانا محمد سعید قدس اسرارہم سے حاصل تھا۔ تکمیل علوم منقول و معقول حضرت مولانا بحر العلوم استاذ الآفاق ملا عبد العلی مرحوم سے فرما کر ہمیشہ سلسلہ درس و تدریس کو بکمال فروغ جاری رکھا۔ آپ کے اوقات شبانہ روز جو یاد الٰہی سے باعتبار ظاہر خالی ہوتے وہ طلبہ کی خدمت میں بسر ہوتے۔ آپ کے مزاج میں حد درجہ انکساری کی شان جلوہ افروز تھی۔ آپ کی ادائے حلم و تواضع مشہور انام ہوگئی تھی۔ بیعت سلسلہ قادریہ رزاقیہ میں اپنے والد ماجد سے حاصل تھی۔ بعد وفات پدر بزرگوار ہر چند مریدین نے مسند خلافت پر بیٹھنے کا اصرار کیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو مسند ارشاد پر بٹھا کر خود نذر پیش کی۔ حضرت سیف اللہ المسلول سے کمال درجہ انس تھا۔ اکثر احباب و اقارب سے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف فرماتے اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ خوش ہو ہو کر آپ کا تذکرہ کرتے ادھر سے حضرت مولانا بھی جب تک آپ زندہ رہے برابر لکھنؤ آتے جاتے رہے

ملک العلماء مولانا قطب الدین شہید سہالوی۔ آپ علماء فرنگی محل کے مورث اعلیٰ ہیں یہ عطاء الٰہی آپکے خاندان کے ساتھ

۲۳ ربیع الاوّل شریف شب پنجشنبہ ۱۲۸۳ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔
بسمل شاعر نے تاریخ وصال اس طرح موزوں کی ہے

پے تاریخ ہر جہاتش چو بسمل ۔۔۔ در معنی بہ کلک فکر می سفت
سروش غیب ناگہ با دل زار ۔۔۔ بسوئے حق برفتہ نور حق گفت
۱۲ ھ ۸۳

از شاعرے دیگر

آں نور کہ بود نور انوار ۔۔۔ در نور چو آں ظہور پیوست
دل کرد خبر ز نور پاکش ۔۔۔ در جلوہ نور نور پیوست

از شاعرے دیگر

علامۂ عصر مولوی نور الحق ۔۔۔ جا زرا جل سپر دھیہات ایوائے
تاریخ وفات او بنود م مرقوم ۔۔۔ نور الانوار مرد ہیہات ایوائے

بقیہ حاشیہ صفحہ

مخصوص ہے کہ آپ کی اولاد میں اس وقت تک نسلاً بعد نسلاً علم وفضل چلا آتا ہے۔ سلسلۂ تلمذ اکثر علماء ہند کا آپ تک پہونچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں شیخ علاء الدین انصاری ہرات سے نواح دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی میں آکر اقامت کی۔ آپ نے ملا دانیال شاگرد عبد السلام ساکن دیوہ اور شیخ گھاسی شاگرد شیخ محب اللہ الہ آبادی سے اکتساب علم فرمایا۔ قصبہ سہالی میں آپ کے خاندان اور شیوخ عثمانی کے درمیان شرکت زمینداری کے باعث رنجش تھی جسکا اثر یہ ہوا کہ ایک شب شیوخ عثمانی نے موقع پاکر آپ کے مکان پر چڑھائی کی اور آپ کو قتل کرکے مکان کو جلادیا۔ آپ نے چار فرزند ملا اسعد۔ ملا محمد سعید۔ ملا محمد رضا ملا نظام الدین صاحب فضل وکمال اپنی یادگار چھوڑے۔ جن کی اولاد اب تک وارث علم ودانش موجود ہے۔ آپ کی شہادت ۱۹ رجب روز دوشنبہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ وصال فرمائی ہے۔

امام الاطباء حکیم سید ببر علی موہانی۔ آپ اپنے زمانہ میں یکتائے عصر سمجھے جاتے تھے موہان کے سادات رضویہ میں فخر خاندان تھے۔ آپ کی شہرت کمال نے آپ کو ہمیشہ اعزاز و وقار کے ساتھ رکھا۔ والی ریاست دھول پور کو جب آپ کے طبی کمالات کا علم ہوا۔ نہایت توقیر و تکریم کے ساتھ آپ کو اپنی ریاست میں بلایا۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ

علامہ بحر ذاخر فضل و ہنر — در دامن ارباب طلب ریخت گہر

دل خوں شدہ تاریخ وفاتش فرمود — قطب عالم شدہ شہید اکبر

ملا محمد سعید لکھنوی[۲] ۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک محضر تیار کیا اور دکن پہونچکر حضرت محی الدین اورنگ زیب عالمگیر خلد مکانی کے حضور بطور استغاثہ پیش کیا دربار سلطانی سے فرمان معافی فرنگی محل عطا ہوا بعد واپسی فرنگی محل پر قابض و دخیل ہوکر جملہ فرزندان شہید مرحوم کو وہیں بلا کر بھیجا دوسری مرتبہ پھر حضور بادشاہ میں حاضر ہوکر اسنا د عطیات شہنشاہی سے سرفرازی حاصل کی جملہ اوسنا د کو وطن روانہ کیا۔ خود مکہ معظمہ روانہ ہوئے وہیں انتقال فرمایا۔

ملا شاہ احمد انوار الحق[۳] ابن ملا احمد عبد الحق لکھنوی۔ آپ کم سنی سے ہی ورع و تقویٰ کے لذت آشنا تھے والد کی صحبت سراپا برکت کے اثر سے فقر کی طرف مائل ہوگئے تھے یہی سبب ہوا کہ مولوی احمد حسین و ملا محمد حسن سے پڑھ کر اور مولانا بحر العلوم سے تکمیل علوم کرنیکے بعد معقولات سے بالکل احتراز کر لیا البتہ دینیات مقبول و محبوب رہی۔ درس و تدریس سے زیادہ رغبت نہ تھی۔ تمام عمر ذکر و شغل اور یاد الٰہی میں بسر فرمائی۔ چھ شعبان ۱۲۳۶ھ ہجری روز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا۔

رحمت حق بروح انوار باد — مصرعۂ تاریخ ہے

۱۲۳۶ھ

ملا احمد عبد الحق لکھنوی[۴] آپ نے تکمیل علوم اپنے عم مکرم ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی سے کی۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر فرمائی۔ تمام ارباب لکھنؤ آپ پر اعتماد کلی رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف سے شرح سلم و حواشی زواہد یادگار ہیں۔

بہت جلد آپ نے راجہ کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ ریاست کے سیاسی امور میں آپ کی رائے پر عمل ہوتا۔ باوجود اس عزت و ثروت کے غریب مریضوں پر بے انتہا نظر توجہ رہتی۔ غربا کو اجازت تھی کہ جس وقت چاہیں عرض حال کریں۔ لیکن امرا کے ساتھ اُسی نازک دماغی کے ساتھ کام لیا جاتا جو آپ کے مزاج میں قدرت نے ودیعت کر دی تھی۔ حضرت مولانا کے ساتھ ہمیشہ بزرگانہ شفقت کا برتاؤ رہا اور مثل اپنی اولاد کے آپ کو عزیز سمجھتے تھے۔ اگرچہ مذہباً کئی پشت سے شیعہ تھے لیکن مولانا کی محبت اور دربار نبوت کے فیض نے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ معمولات کے علاوہ درود شریف کی کثرت ایک عجیب ذوق و شوق کی حالت میں فرماتے تھے۔ آخر ایک دن یہ مبارک شغل رنگ لایا۔ بخت خوابیدہ رنگ لایا۔ خواب میں دیدار پُر انوار حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سرافراز ہوئے کہ تخت مرصع پر حضور جلوہ افروز ہیں۔ چاروں گوشوں پر آسمان نبوت کے چار چاند یعنی چاروں خلفاء راشدین مستغرق تجلی جمال ہیں اور لذت ہمنشینی سے بہرہ اندوز ہیں۔ صبح کو جب بیدار ہوئے جلوۂ حق نے قلب کو روشن کر دیا۔ عقیدۂ باطل جو حضرات شیخین کی جانب سے دل کو تاریکی میں ڈالے ہوئے تھا حرف غلط کی طرح دور ہوا۔ فوراً عقائد باطلہ سے تائب ہو کر مذہب حقۂ اہل سنت قبول کیا۔ اکبر آباد میں آپ کی وفات ہوئی

بقیہ حاشیہ صہ ۱۵

بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی لکھنوی۔ آپ ملا نظام الدین کے آخر عمر کی یادگار ہیں ستر ہ سال کی عمر میں والد ماجد سے جملہ علوم کی تکمیل فرمائی اُسی سال والد کا انتقال ہو گیا۔ بعض کتب معقول و منقول کے مسائل دقیقہ ملا کمال الدین سہالوی سے جو پدر بزرگوار کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اخذ کئے۔ بچند وجوہ لکھنؤ سے جدا ہو کر حافظ الملک نواب رحمت خاں کی کمال قدر دانی کے باعث شاہجہاں پور میں مدرس رہے اور سکے بعد فیض اللہ خاں والی رامپور کو رامپور لے آئے۔ یہاں سے قلت معاش کے باعث بہار میں منشی صدر الدین کے یہاں

اور وہیں مدفون ہیں۔ صحیح انتقال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔

رئیس العلماء مولانا الشیخ محمد عابد مدنی رحمتہ اللہ علیہ۔ حضرت سیف اللہ المسلول نے پہلی بار سفر حج میں جب زیارت حضور سید البشر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت حضوری حاصل کی آپ سے سند حدیث لی۔ آپ مولانا احمد علی بن الشیخ یعقوب سندھی کے فرزند فقیہ و محدث جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ نواح حیدرآباد سندھ میں شہر سیہون میں پیدا ہوئے۔ علماء زبید ملک یمن سے اکتساب علوم فرمایا۔ وہاں سے صنعاء میں تشریف لائے۔
وزیر یمن نے آپ کو یکتائے عصر اور علامۂ دہر سمجھ کر اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کردی اور آپ امام صنعا کی جانب سے مصر کی سفارت پر مامور ہوئے مصر سے حب وطن کا جوش آپ کو سندھ میں لایا اور قصبہ نوارٹی میں کچھ دنوں قیام کرکے ولولہ باطنی کی ترغیبوں سے مضطرب ہو کر مدینۃ الرسول ﷺ میں ہجرت کرکے آگئے۔ خدیو مصر کی جانب سے رئیس العلماء مدینہ منورہ مقرر ہوئے آپ مذہب حنفیہ کے دلدادہ و جاں نثار اور حضرت سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے شیدائی تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں کتاب مواہب اللطیفہ علی مسند الامام ابی حنیفہ طوالع الانوار علی الدر المختار و شرح تیسیر الوصول الی احادیث الرسول ﷺ و شرح بلوغ المرام۔ علمی کتب خانوں کی زیب و زینت کا سبب ہیں آپ نے مدینہ منورہ میں بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۷ھ میں متاع جان کو جان آفریں کی جناب میں پیش فرمایا۔ جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے

بقیہ حاشیہ ص ۱۵

سلسلہ درس جاری فرمایا۔ یہاں جب کچھ ان بن ہو گئی تو نواب علی محمد خاں والی کرناٹک نے آپ کو نہایت عزت و تکریم سے مدراس بلالیا اور مدرسہ جاری کیا۔ بحر العلوم کا خطاب دیا۔ تمام عمر مولانا نے یہیں بسر فرمائی۔ تمام ہند میں کوئی ذی علم نہیں جو آپ کے فضائل علمیہ کا قائل نہ ہو۔ ۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی مشہور تصانیف کثیرہ آپکی یادگار ہیں

حضرت سراج العلماء مولانا عبد اللہ سراج مکی علیہ الرحمہ کعبہ شریف کی نورانی حریم کے اندر آپ محو تجلیات قدس ہو کر تفسیر وحدیث کا درس دیتے علماء مکہ آپ کی تابش علم وفضل سے نورانیت حاصل کرتے آپ کی درسگاہ کا فیض حجاز سے گزر کر شام وعراق تک جاری وساری تھا۔ ہند میں بھی روشنائی کلک حضرت فضل رسولؒ سے سراج مکہ کی جلوہ ریزی ہو رہی۔ ایام حج میں اکثر حضرت مولانا آپ کے حلقۂ درس کے مزے لیتے۔ بعض اوقات سماعت حدیث کی لذت حاصل فرماتے۔ یہاں تک کہ حضرت سراج العلماء نے آپکی جبین روشن میں فضل وکمال کی چمک دیکھ کر سند خاص عطا فرمائی۔ آپ بھی حضرت امام الائمہ سراج الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مجلس علمی کے روشن چراغ تھے۔ آپ کا وصال مکہ معظمہ میں ہوا۔ تاریخ وصال تحقیق نہ ہو سکی۔

حضرت مولانا کے اساتذۂ کرام میں صرف ان حضرات کا مختصر حال درج کر دیا ہے جن سے اپنے گھر کے علاوہ آپ نے استفاضہ کیا ہے اوستاد اول آپ کے آپ کے جد بزرگوار ہیں۔ جن کا سلسلۂ درس دور تک اپنے ہی آباؤ اجداد کے احاطہ کے اندر محدود چلا گیا ہے۔ آپ کے جد امجد کا تذکرہ سلسلۂ انساب میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اس کے علاوہ جب عرفان الٰہی کی خلوت قدس میں آپ نے قدم رکھا تو والد بزرگوار کے باران فیض سے دل سیر ہو کر حصہ لیا۔ باطنی دولت ظاہری علم کے ذریعہ سے بھی اس طرح تحصیل کی کہ فصوص الحکم اور مثنوی مولانا روم کو بالاستیعاب والد ماجد سے پڑھنا شروع کیا اور یوں رشتہ تلمذ کو والد بزرگوار کے دامن دولت سے وابستہ کیا۔ والد ماجد کا سلسلہ درس بوساطت حضرت بحر العلوم مولانا محمد علیؒ جن کا ذکر پیشتر ہو چکا علامہ جلال الدین دوانی تک پہونچتا ہے۔ تمام سلاسل کا ذکر حضرت اقدس سیدی تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر الاسانید میں جسکو آپ نے اپنے مستفید رشید جناب مولوی محمد حسن سنبھلی کی خاطر مرتب فرمایا تھا بخوبی

لکھدیا ہے۔ یہ تذکرہ رسالہ کی صورت میں مطبع مجتبائی دہلی میں مولوی معین الدین کیفی میرٹھی نے مطبوع کرادیا ہے۔ رسالہ عربی زبان میں ہے۔

حلقۂ درس

آپ کے تلامذہ کا ذکر ایک مشکل اور دشوار کام ہے۔ جس ذات ستودہ صفات نے ساٹھ برس کے قریب سلسلۂ درس کو سفر و حضر ہر حالت میں جاری رکھا ہو۔ جس کی شہرت کا آفتاب مشرق سے مغرب تک شعاع بار ہو اوس کے تلامذہ کا حصر حیطۂ استطیر اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ حالت سفر میں خصوصاً ہندوستان سے باہر جو صدہا بزرگ آپ کے علمی فیضان سے فیضیاب ہوئے اون کا ذکر ہی کیا۔ خاص ہند کی سرزمین میں بزمانہ سیاحت و قیام بیرونجات جو لوگ مستفیض ہوئے اون کے اسماء گرامی بھی معلوم نہو سکے آپ کے پہلو میں ایک خدا پرست اور خداترس دل تھا جو ہر وقت عجز اور انکسار کا خوگر۔ کبر و غرور کا قاطع تھا۔ نہ آپ کے لیئے کسی ایک یا ہزاروں کی شاگردی باعث ناز تھی نہ آپ یا آپ کے خاندان کو اپنے علو کا کبھی خیال ہوا۔ آجکل کیسے جاہ پرست مولویوں کا وہ زمانہ نہ تھا جو مسجد کے ممبروں وعظ کی مجلسوں میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی تعریفوں کے خطبے خود اپنی زبان سے کرتے ہیں یا اجرتی مناووں کے ذریعہ سے اپنے مناقب طشت ازبام کراتے ہیں۔ اوس زمانہ کے پاک نفوس بالخصوص ہمارے حضرت اقدس کی ذات گرامی صفات ان تخیلات سے ہمیشہ نفور رہی آپ سے ہزاروں نے استفادہ و استفاضہ کیا مگر کبھی آپ نے اپنے مستفیدین کی نام تو کیا اس قسم کا تذکرہ بھی نہ فرمایا۔ البتہ مدرسہ عالیہ قادریہ میں جو طلبہ بیرونجات کے آئے اور نعمت علم سے جھولیاں بھر بھر کر گھروں کو واپس ہوئے اور پھر اون کی شہرت کمال نے دنیا میں ایک

اودھم مچا دی اون کے دیکھنے والے اون کے حالات کے واقف کار اب بھی موجود ہیں۔ ان معمر حضرات کی امداد سے جن اکابر کے حالات معلوم ہو سکے اون میں سے بعض مشاہیر کا مختصر تذکرہ ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔
آپ کے تلامذہ جملہ علوم و فنون میں آپ سے مستفیض ہوئے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جنھوں نے محض فن طب کو عملاً و علماً اخذ کیا ہے۔ بعض وہ ہیں جنھوں نے صرف قرات حدیث کر کے سند حدیث حاصل کی ہے۔ بعض فراغ تام حاصل کر کے اپنے گھروں کو شاد کام واپس ہوئے ہیں۔ اگر فرداً فرداً ہر ایک شخص کا حال لکھا جائے تو اوس کے لیئے اوّل تو وقت کی ضرورت دوسرے ایک جداگانہ کتاب کی ترتیب کی حاجت ہوگی۔ اسی طرح اگر ذی علم احباب وطن کا تذکرہ لکھا جائے جنھوں نے جوش ارادت اور فرط عقیدت سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں ناقص یا کامل تعلیم پائی اور بعد کو کسب معاش کے افکار نے انکو مشاغل علمی کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا تو بھی ایک دفتر بے پایاں مرتب ہو جائے اور پھر یہ لطف مزید براں ہو کہ ہر شخص کو ہم سے شکایت کا موقع ملے کہ ہمارے اکابر میں سے فلاں بزرگ کا حال کیوں نہ لکھا اس لیئے کہ وہ بھی تو زمرۂ مستفیضین میں شامل تھے۔ کیونکہ راقم کے علم میں اوس زمانہ کے شرفاء بدایوں میں کوئی ایسا شخص نہ نکلے گا جس کے گلوئے ارادت میں آپ کے گلشن فیضان کے ظاہری و باطنی پھولوں کا ہار نہ ہو۔ اس لیئے ہمارے ناظرین خصوصاً ہمارے برادران وطن معاف فرمائیں گے اور ہمیں اختصار تحریر کے باعث معذور سمجھینگے۔
صرف اسی خیال سے صرف چند اکابر شہر کے نہایت مختصر حالات تحریر کیئے گئے بعض تذکرات میں بھی جو مشہور و مطبوع ہیں۔ صرف چند نام جو مصنفین کتب کو معلوم ہو سکے ہیں درج ہیں۔ بوارق محمدیہ کے آخر میں بھی تلامذہ کا ذکر ہے۔ انھیں تذکروں سے بطور اختصار پیشکش ناظرین ہیں۔

احوال بعض علماء مشاہیر کہ تلامذۂ آنجناب ہیں

قاضی القضاۃ جناب مولانا مفتی اسد اللہ خاں صاحب الہ آبادی۔ آپ اکابر علماء ہند سے گذرے ہیں۔ نہایت زبردست فقیہہ تھے۔ تکمیل و تحصیل علوم حضرت اقدس قدس سرہ سے فرمائی۔ اول فتحپور میں مفتی عدالت ہوئے اس کے بعد صدر آگرہ میں بعہدۂ قاضی القضاۃ فائز ہوئے۔ بعدہ جونپور میں صدر الصدور ہو کر تشریف لے گئے۔ آخر عمر تک وہیں مقیم رہے۔ آخر میں تمام تعلقات ظاہری کو قطع کر کے گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یکم جمادی الاول ۱۳۰۰ھ بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ صاحب تذکرہ علماء ہند نے جو کچھ آپ کی نسبت لکھا ہے صرف اسی کو بجنسہ نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

مفتی محمد اسد اللہ الہ آبادی ابن مفتی کریم قلی۔ بزرگی خاندان ایشان ہمگنان ظاہر و ہویدا است۔ دانشمند ذکی و متقی باوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ آراستہ و پیراستہ بودہ۔ نسبت تلمذ بمولانا فضل رسول بدایونی داشت ہنگامیکہ در فتحپور مفتی عدالت بودہ فقیر جامع الاوراق (مولوی رحمان علی) شرح عقائد نسفی و مشکوۃ شریف در خدمت بابرکت شان سبقاً خواندہ باز قاضی القضاۃ صدر آگرہ و در اخیر صدر الصدور جونپور شدہ بتاریخ یکم جمادی الاول یوم دوشنبہ سال سیزدہ صد ہجری لاالہ انت گویان جان بجان آفریں سپردہ بمحلہ چہار ساری محلات جونپور مدفون شدند طاب اللہ ثراہ۔

مولانا مفتی عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی آپ علماء ہند میں آسمان شہرت کے آفتاب ہیں۔ علماء چڑیا کوٹ سے علمی دنیا کا ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے۔ آپ قاضی عطاء رسول کے پوتے مولانا قاضی علی اکبر کے صاحبزادہ ہیں

سنہ ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ عباسی النسل ہیں۔ ابتدائی صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بعدہ مولانا احمد علی صاحب چریا کوٹی سے فیض تلمذ حاصل کیا حدیث شریف مولوی حیدر علی ٹونکی سے اخذ کی۔ علم ادب و ہیئت وغیرہ علوم عقلیہ کی تکمیل حضرت اقدس قدس سرہ سے فرمائی۔ بعد حصول فراغ تام جانب وطن مراجعت کی اور عرصہ تک سلسلۂ درس و تدریس جاری رکھا اسی اثنا میں عبری زبان کی تحصیل کا شوق ہوا۔ کلکتہ جاکر فضلا یہود سے اس زبان کو حاصل کیا آپ خاص طور پر منتخب طلبہ کو تعلیم دیتے۔ ہجوم طلبہ کو پسند نہ فرماتے آخر عمر میں اس سلسلہ کو بھی ترک فرماکر عزلت گزیں ہوگئے۔ مولانا محمد فاروق مرحوم آپ کے برادر خورد اور ارشد تلامذہ سے تھے جن کے شاگرد مولوی شبلی نعمانی اعظمگڑھی سابق مہتمم دار العلوم ندوہ وغیرہ بقید حیات ہیں۔ ابھی ہم اپنی کتاب کو صاف کر رہے تھے کہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء کی اخبار زمیندار میں مولوی شبلی کے انتقال کی خبر شائع ہوئی کہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۸۔ نومبر ۱۹۱۴ء بروز چہارشنبہ بوقت صبح فوت ہوگئے۔

یہ ایک آزاد خیال جدید روش کے صاحب تصانیف کثیرہ قومی مولوی تھے اور باعتبار شہرت وقبول زمرۂ اہل علوم جدیدہ میں نامور اور مسلم مانے جاتے تھے۔ قاضی القضاۃ مولانا مولوی سید عبد الفتاح عرف اشرف علی حسنی حسینی نقوی گلشن آبادی۔ ابن سید عبد اللہ حسینی نواح ناسک خاندیش میں آپ فاضل اجل عالم باعمل مشاہیر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ متعدد علماء سے اکتساب علم کیا کتب متداولہ کی تکمیل ملا محمد اکبر شاہ کشمیری خلیفہ حضرت اقدس قدس سرہ و معلم ابراہیم بالملطہ سے بمبئی وغیرہ میں کی تصوف و حدیث وغیرہ کی تکمیل حضرت حضرت اقدس سے فرمائی اولاً عدالت ضلع خاندیش میں مفتی مقرر ہوئے بعدہ مدرسہ الفنسٹن واقع بمبئی میں مدرس عربی وفارسی مقرر ہوئے۔ ترک ملازمت کے بعد سرکار انگلیشیہ کے عرصہ تک پنشن خوار رہے۔ گورنمنٹ میں

آپ کا بہت کچھ اعزاز و وقار رہا۔ آپ کی علمی خدمات اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے گورنمنٹ نے آپ کو جسٹس آف دی پیس اور خان بہادر کے معزز خطاب عطا کئے درس و تدریس کے شغل کے سوا تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا واعظ بھی اعلیٰ پایہ کے تھے۔ اکثر تصانیف مثل تحفۂ محمدیہ فی ردّ وہابیہ۔ تائید الحق۔ جامع الفتاوی چار جلد میں۔ خزینۃ العلوم۔ تاریخ الاولیا وغیرہ مطبوع ہو کر مشہور ہو چکی ہیں۔ مولوی سید نظام الدین مولوی شیخ قطب الدین۔ سید بچو میاں وغیرہ علماء خاندیس آپ کے شاگرد ہیں۔ سید امام الدین احمد۔ سید سراج الدین احمد دو صاحبزادہ اپنی یادگار چھوڑے۔

مولوی خرم علی صاحب بلہوری حضرت اقدس سے جملہ علوم کی تکمیل کے بعد دہلی پہونچے۔ خاندان شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ مولوی اسمٰعیل و مولوی اسحٰق دہلوی مقتدایان فرقہ وہابیہ کی صحبت کا اثر دل میں گھر کر گیا سادہ لوح سیدھے سادھے آدمی تھے۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے جو پیر مقتدائے وہابیہ تھے مرید ہو گئے۔ بہت سی کتابیں فرقہ اسمٰعیلیہ کی تائید میں لکھیں اکثر عربی کتب کا ترجمہ اہل مطابع کی فرمایش سے کیا۔ کچھ دنوں نواب ذوالفقار علی خاں رئیس باندا کی ملازمت اختیار کی اور حسب فرمایش درمختار کا اردو میں ترجمہ کیا۔ کتاب النکاح کی تکمیل کے بعد کتاب الحج کا ترجمہ ختم کر چکے تھے کہ وقت آخر گیا باوجود اس کے کہ مذہب میں اختلاف تھا مگر حضرت اقدس کی خدمت میں جب حاضر ہوتے نہایت ادب و تکریم کے ساتھ پیش آتے شرم سے کبھی سر اوپر نہ اوٹھاتے۔ جب کچھ گفتگو عقائد کے متعلق چھڑ جاتی اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرتے کہا جاتا ہے آخر العمر میں مذہب حنفہ اہلسنت کی طرف رجوع ہو گئے تھے۔ بہت سی کتب آپ کی مولفہ مترجمہ ہیں۔ درس و تدریس کا شغل بھی جاری تھا۔ آداب الحرمین ترجمہ مشارق الانوار۔ نصیحۃ المسلمین رسالہ منع قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں ۱۲۷۱ھ میں انتقال ہوا۔

مولانا سخاوت علی عمری جونپوری مہاجر مکی - آپ بھی اکابر علماء فضلاء سے ہیں۔ اکثر علماء عصر سے کتب متداولہ کی تحصیل کی بغرض تکمیل وحصول سند حضور اقدس کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ اس سے پیشتر بھی بنارس و لکھنؤ میں حاضر خدمت رہ کر شرف تلمذ سے مشرف ہو چکے تھے ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے درس وتدریس کا حد درجہ شوق تھا۔ اصل وطن آپ کا قصبہ منڈیاہون ضلع جون پور تھا لیکن بعد فراغ جامع مسجد شاہی جون پور میں جو اہل تشیع کے تصرف میں عرصہ سے تھی مدرسہ ربانیہ قائم کیا اور مسجد کو اغیار کے دخل سے پاک کیا۔ کچھ عرصہ تک باندا میں نواب ذوالفقار علی خاں بہادر کے یہاں مدرس رہے۔ مفتی مولانا اسد اللہ خاں صاحب مرحوم الہ آبادی سے آپ کے مراسم اتحاد زیادہ تھے۔ اکثر آمد ورفت کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ آپ بھی صاحب تصنیف کثیرہ ہوئے۔ رسالۂ القویم۔ عقاید نامہ۔ رسالۂ کلمات کفر رسالۂ اسلم وغیرہ آپ کی تصانیف سے ہیں۔ شیعوں کے رد میں آپ کو زیادہ توغل تھا۔ اکثر مولوی آپ کے شاگرد ہیں۔ جن میں مولوی کرامت علی جون پوری۔ مولوی محمد عمر غازی پوری مولوی سید خواجہ احمد نصیر آبادی۔ مولوی شیخ محمد مچھلی شہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آخر عمر میں بارادہ ہجرت مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور وہیں ۶ شوال ۱۲۷۴ھ میں انتقال فرمایا چار صاحبزادہ یادگار چھوڑے۔ مولوی محمد مولوی حکیم محمد جنید۔ مولوی محمد شبلی مولوی حافظ ابوالخیر محمد مکی انھوں نے ابتداءً وہابیت کے رنگ میں زنگ کر رسائل تصنیف کئے بعدہ تائب ہو گئے

حضرت مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

نہایت مشہور ومعروف مشائخ مجددیہ ہند سے ہیں۔ آپ کے متوسلین اور مریدین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اب بھی آپ کے سلسلہ کے مرید و منقاد کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں۔ علاوہ کتب دینیہ کے رسائل تصوف بکمال تحقیق وتدقیق حضرت اقدس سے اخذ فرمائے۔ قطع نظر شاگردی کے حضرت

اقدس سے نہایت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ بعض اعمال و اذکار کی خاص طور پر اجازت بھی حاصل کی تھی اکثر تصانیف حضرت اقدس پر تقریظات بھی لکھی ہیں۔ آپ مولانا شاہ ابو سعید عمری دہلوی کے فرزند ہیں۔ غرۂ ربیع الاول ۱۲۱۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مظہر یزداں آپ کا تاریخی نام رکھا گیا۔ بیعت و خلافت سلسلۂ نقشبندیہ میں سید شاہ غلام علی علوی دہلوی سے (جو مظہر جانِ جاناں کے مشہور خلیفہ تھے) حاصل تھی آخر عمر میں مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ وہیں آپکا ربیع الاول ۱۲۹۶ھ کو وصال ہوا جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ تصوف اور ردِّ وہابیہ میں آپ کے رسائل مشہور و معروف ہیں۔ مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب مرحوم رام پوری جن کے بکثرت شاگرد اس زمانہ میں خاص رام پور و دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ آپ کے ارشد تلامذہ اور صاحب مجاز خلفاء میں تھے۔

حضرت سید شاہ محمد صادق میاں صاحب برکاتی مارہروی قدس سرہ

آپ مارہرہ مطہرہ کے سدا بہار باغ کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ آپ کی ستھری صورت اچھی سیرت۔ اچھے ستھرے جلووں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ آپ حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کے بڑے صاحبزادہ ہیں ۷۔ رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ بیعت خلافت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ محی الدین قدس سرہ سے حاصل تھی اس کے سوا اپنے والد اور اپنے عم اعظم سید شاہ حضرت آل رسول قدس سرہ کی جانب سے بھی صاحب مجاز تھے۔ آپ کے دامن کرم میں دولت فقر اور دولت دنیا دونوں موجود تھیں۔ سیتاپور میں آپ مدت العمر بسلسلۂ وکالت مقیم رہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بنا دیے گئے تھے۔ باوجود اس عزت و حکومت کے درویشانہ گزر فرماتے تھے۔ طبیب اعلیٰ درجہ کے تھے اور فن طب کو علماً عملاً حضرت اقدس سے حاصل کیا تھا۔ ۲۴ شوال ۱۳۲۶ھ ہجری بمقام سیتاپور آپ کا وصال ہوا اور اپنے ہی باغ میں مدفون ہوئے۔

ع بادصل خدا شاہ محمد صادق ۱۳۲۶ھ مصرعہ تاریخ وصال ہے۔

مولانا سید اولاد حسن صاحب موہانی۔ آپ مولانا سید آل حسن صاحب موہانی کے خلف الصدق ہیں۔ جنکی تصنیف کتاب استفسار رد نصاریٰ ہیں مشہور ومعروف ہے۔ آپ نہایت ذکی عالم باعمل اور صاحب زہد و اتقا تھے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل وتکمیل حضرت اقدس سے فرمائی تھی اوائل عمر سے ہی فقر کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ریاضت وعبادت میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ کثرت اشغال سے حالت جذب طاری ہوگئی۔ بیخودانہ مستی کے عالم میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا۔ حضوری سرکار رسالت سے دیدہ ودل منور کرکے واپس ہوئے۔ بمبئی آکر مبتلائے امراض ہوگئے اور بمبئی ہی میں وصال ہوا۔

مولوی سید اشفاق حسین سہسوانی۔ آپ قصبہ سہسوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں علوم درسیہ اور فنون طب کی تحصیل وتکمیل بکمال تحقیق حضرت اقدس سے حاضر آستانہ ہوکر فرمائی تھی اور تکمیل طب اور نعمت بیعت حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید سے پائی تھی آپ کے سچے خلوص اور حقیقی ارادت نے شیخ کی چشم کرم کو اپنی طرف متوجہ کرلیا انعامات خاص سے دامان طلب بھر کر گھر واپس ہوئے۔ سرکاری ملازمت میں مراتب جلیلہ سے سرافرازی حاصل ہوئی ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ سے پنشن پائی اسی عہدہ پر آپ کے صاحبزادے سید غلام جیلانی مرحوم بھی فائز ہوکر پنشن یاب ہوئے۔ آپ نے حالت حکومت میں بھی پیر کی آستانہ بوسی اور پیرزادوں کی خدمت کو سرمایہ افتخار جانا۔ آخر عمر میں جب بریلی میں ندوۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور آپ کے احباب نے آپ پر زور ڈالا تو ندوہ کے مخلصین میں آپ بھی داخل ہوئے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کا مفاوضۂ شریفہ مطبوعہ متعلق ندوہ آپ ہی کے نام تھا۔ اگرچہ اوس وقت دوستوں کی دلشکنی کی وجہ سے ندوہ سے آپ علیحدہ نہ ہوسکے لیکن بعد کو پھر کسی جلسہ میں شریک نہ ہوئے

حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوآئے تھے۔ بریلی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں انتقال ہوا۔

مولوی کرامت علی جون پوری۔ ابتدا میں جب مولانا سخاوت علی عمری جون پوری کے ہمراہ بدایوں آئے۔ جب تک حضرت اقدس کی حضوری رہی سیدھے سادھے طریقۂ اہل سنت پر قائم رہے مگر حصول علم میں سعی بلیغ کرتے رہے جب سند فراغ پائی اور تکمیل کے بعد گھر کو واپس ہوئے بدعقیدگی نے آنکھوں پر پردہ ڈالا صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اعتقادات فرقہ وہابیہ کی طرف مائل ہوگئے اور تقلید ائمہ کا ٹپکا کمر سے نکالا۔ درس وتدریس کے مشاغل کے ساتھ وعظ گوئی کا ملکہ بھی حاصل ہوا۔ اس ذریعہ سے باشندگان ڈھاکہ اور بنگال کو اپنا ارادت مند بنالیا۔ آخر عمر میں اوستاد کی باطنی کشش نے پھر اپنی طرف کھینچا اور صحیح العقیدہ سُنّی بن کر بمقام رنگپور ۳ ربیع الاخر سنہ ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی۔ مفتاح الجنت وغیرہ بہت سے رسالے آپ کی تصنیف سے ہیں۔ اور نواح بنگال میں ہزارہا آدمی آپ کے معتقد ومستفید ہیں۔

مولوی قاضی تجمل حسین عباسی۔ آپ سرسوئی ضلع مراد آباد کے روسار باوقار میں سے تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ عمّ رسول اکرم صلعم تک پہنچتا ہے آباؤ اجداد قاضی کہلاتے تھے آپ تحصیل علم کا شوق دل میں رکھتے تھے۔ اسی بڑھتے شوق نے مسند ریاست سے اوٹھا کر بدایوں طالبعلمانہ زندگی بسر کرنے کے لیے پہونچا یا۔ اگرچہ ثروت وامارت نے دامن کھینچا لیکن استقلال وہمت نے پائے طلب کو لغزش سے روکے رکھا۔ اکثر کتب دینیہ حضرت اقدس سے بکمال ارادت پڑھیں۔ دست ہمت حاجتمندوں پر ہمیشہ کشادہ رکھا۔ امیرانہ صورت میں فقیرانہ سیرت کے رنگ موجود تھے۔

تاجدار مسند غوثیہ جلوہ آرائے سجادۂ قادریہ نقیب الاشراف حضرت سیدی

مولانا پیر سید سلیمان صاحب بغدادی قدس سرہٗ - آپ حضرت مولانا پیر سید علی صاحب رح کے صاحبزادہ حضور غوث اعظم کے نور نظر سیدنا عبد الوہاب صاحب رض کی اولاد امجاد سے ہیں بزمانہ حاضری دربار مقدس حضرت بغداد حسب الارشاد اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے حضرت اقدس سے آپ نے تلمذ و اجازت سلسلہ حاصل فرمائی - آپ کی شان اوس سے ارفع و اعلیٰ ہے جو ایک قادری آستانہ کے خادم بے ریا کے قلم سے احاطہ تحریر میں آسکے - حضور غوث الثقلین رض کے دربار سراپا انوار کے تاجدار کے مناقب و محامد کے اظہار سے زبان قلم عاجز ہے

حضرت سیدی تاج الفحول سید شاہ فیض نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ جب حاضر بغداد شریف ہوئے اس وقت آپ ہی نقیب الاشراف تھے - نگاہ اوّل میں ہی زبان مبارک سے فرمایا انت ابن فضل رسول اللہ اور مسند مبارک سے تکلیف فرما کر تقدیم فرمائی اور توقیر و تکریم کر کے اپنی مسند پر اپنے پہلو میں جگہ دی اور برابر اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا پیر سید مصطفیٰ صاحب کے یہاں حضرت تاج الفحول کو مہمان رکھا - اور جس طرح آپ نے حضرت اقدس سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائی تھی اوسی طرح اپنے صاحبزادہ صاحب کو حضرت تاج الفحول کے سلسلہ تلامذہ میں داخل فرما کر اجازت دلوائی پیر سید مصطفیٰ صاحب کے صاحبزادہ جناب پیر سید ابراہیم صاحب ۱۳۳۱ھ ہجری قدسی میں ہندوستان میں بغداد شریف سے رونق افروز ہوئے - مسلمانان ہند نے نہایت تجمل و احترام کے ساتھ ہر شہر میں آپ کا خیر مقدم کیا - فی الحال بمبئی میں آپ تشریف فرما ہیں اسکے سوا تلامذہ میں حکیم قاضی محمد مشتاق علی صاحب

بدایونی ثم البریلوی - مولوی سید بنیاد شاہ صاحب سنبھلی - حکیم محمد ابراہیم صاحب

مولانا احمد علی صاحب رامپوری - مولانا سید برہان الدین خاں صاحب

حیدرآبادی مہاجر مدنی - استاد میر نواب رضا علی خاں صاحب حیدرآبادی

مولوی سید ارجمند علی صاحب نقوی قبائی - آپ سادات قبائی محلہ

سید بارہ سے تھے حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ سے
(جو استاد حضور محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہیں) آپ کا سلسلہ
نسب ملتا ہے۔ آپ بدایوں کے باکمال لوگوں میں سے ہیں فن تحریر کے
مختلف صنائع بدائع کے موجد تھے۔ خوشنویسی کے استاد کامل تصور
کئے جاتے ہیں۔ تحصیل و تکمیل علوم دینیہ کی حضرت اقدس سے فرمائی نعمت بیعت
آپ کو اور آپ کے برادران و ہمشیرگان کو حضرت سیدی شاہ عین الحق
قدس سرہ المجید سے حاصل تھی۔ آپ ریاست گوالیار میں عرصہ تک عہدہ ہائے
جلیلہ پر مامور رہ کر ۱۲۷۵ھ میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔

مولوی شیخ جلال الدین صاحب متولی۔ حضرت شیخ عبداللہ مکی
رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے)
کی اولاد بدایوں میں متولیوں کے لقب سے نامزد ہے۔ آپ بھی اسی خاندان
کے مایہ ناز بزرگ ہیں۔ آپ کا زہد و تقویٰ مشہور انام اور آپ کا فیض غربا
پر عام تھا۔ فن تجوید میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ لذت شعر و سخن بھی لطف
زندگی کا باعث تھا۔ باقر تخلص فرماتے تھے۔ شعراء وطن آپ سے استفادہ
سخن حاصل کرتے تھے۔ آپ کے بھائی شیخ جمال الدین حسن المتخلص بہ حسن
اور شیخ وصف اللہ وغیرہ آپ کے شاگرد تھے ۱۲۶۹ھ میں انتقال ہوا۔

---

[۱] حضرت مولانا سید علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ آپ حضرت شرف الدین اعلیٰ علیہ الرحمۃ
کے فرزند مولانا جلال الدین تبریزی کے مرید حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے استاد
بدایوں کے متقدمین اولیاء اللہ سے ہیں۔ آپ کے حالات فوائد الفواد شریف میں حضرت محبوب
الٰہیؓ کی زبان مبارک سے بیان ہوئے ہیں اس کے سوا اور کتب سیر بھی آپ کی شاہد حال
ہیں۔ علامہ قاسم نے تاریخ فرشتہ میں بزمانہ کبر سنی آپ کا دہلی پہونچ کر حضرت سلطان المشائخ
محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا بھی لکھا ہے۔ مزار شریف بدایوں میں متصل

شیخ رسول بخش صاحب نے آپ کی تاریخ وفات عجیب صنعت کے ساتھ لکھی ہے

سلسلہ

جلال الدین باقر صاحب علم	ز دنیا راہی ملک بقا شد
سرنامش سر چنداں بہر آحاد	پئے عشرات تقعیفش روا شد
تا لش یافتم درچار گونہ	بدیں ترکیب تاریخش ادا شد

حکیم وجیہہ الدین صاحب۔ آپ قاضی محلہ کے روساء میں سے ہیں نسباً صدیقی ہیں اور فن طب اور علم دین کی تعلیم خاص طور پر حضرت اقدس سے پائی تھی باوجود تعلقات دنیوی بڑے دین دار اور احکام دین کی سختی سے پابندی کرنے والے تھے۔

آپ کے ہاتھ میں شافی مطلق نے برکت و شفا کا خاص اثر رکھا تھا۔ مایوس العلاج مریض آپ کی حسن توجہ سے شفایاب ہوتے تھے۔ آپ مرید باخلاص حضرت سیدی شاہ عین الحق علیہ الرحمتہ کے تھے۔ شعروسخن سے بھی ذوق تھا۔ وجیہہ تخلص کرتے تھے۔ آپ نے ایک سلام اپنے شیخ کی مدح میں نظم کیا تھا جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

السلام ای عاشق رب حمید	ہادی دیں عین حق عبدالمجید
بر وجیہہ خویش از فضل وکرم	یک نظر فرما کہ مستغنی شوم

ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہوا۔ حسب وصیت آستانہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ اولاد آپ کی بدایوں میں موجود ہے۔

حکیم شیخ تفضل حسین صاحب۔ آپ روسا مولوی محلہ سے ہیں۔ علم طب میں حضرت اقدس سے تعلیم پاکر مہارت کامل حاصل کی تھی خصوصاً تشخیص امراض اور ملکہ نبض شناسی میں صاحب کمال تھے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۱

آستانہ حضرت سلطان جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ جانب شرق و جنوب بن میں ہے۔

بسبب احتیاط اکثر معالجہ سے احتراز فرماتے تھے ۔ نہایت وسیع الاخلاق متدین ۔ متورع تھے اوس کے ساتھ ہی صاحب ثروت بھی تھے ۱۲۹۶ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

مولوی امانت حسین صاحب دانشمند۔ آپ شاہ محبوب عالم صاحب کے صاحبزادہ ہیں آپ کا خاندان کئی پشتوں سے دانشمند کہا جاتا ہے۔ شرافت واِمارت کو اپنے آغوش میں لیئے ہوئے ۔ مولوی محلہ میں اقامت پذیر ہے۔ آپ نے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طلب علم کی جانب توجہ کی حضرت اقدس سے تکمیل علوم دینیہ فرما کر تبحر حاصل کیا۔ منجانب سرکار مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور منصفی درجہ اوّل کا عہدہ حاصل کیا۔ کتب بینی اور کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا۔ اُستادزادوں کا نہایت ادب و احترام کرتے تھے ۔ آپ کے صاحبزادے مولوی انوار حسین صاحب مرحوم صدر اعلیٰ (سب جج) تھے۔ آپ کی تاریخ وفات معلوم نہوئی ۔ اگرچہ آپ کے خاندان کی تاریخ بھی شائع ہوئی مگر یہ نقص رہ گیا کہ کسی بزرگ کی تاریخ پیدائش و انتقال کا اندراج سہواً نظر انداز ہو گیا۔ طوالع الانوار میں سن وفات ۱۲۸۷ھ درج ہے۔

میاں بہادر شاہ صاحب دانشمند۔ آپ بھی خاندان دانشمنداں کی رکن رکین ہیں۔ آپ بدایوں کے مشائخ کرام اور روسا ذوالاحترام میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ آپ کی ذات مجسم برکات تھی آپ سرائے فقیر میں جو حضرت شاہ اوجیالے صاحب علیہ الرحمتہ کی نگاہ کرم کی بدولت وراثتاً آپ کو پہونچی تھی سکونت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ کے اعقاب وہیں سکونت پذیر ہیں۔ آپ بھی حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت شاہ اوجیالے صاحب کی انوار گاہ کے مدت العمر جلوہ افروز رہے۔

حضرت شاہ اوجیالے صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ بدایوں کے متاخرین اولیاء اللہ سے ہیں۔ فیض باطنی شیخ عبد الجلیل الہ آبادی سے اور اون کے خلیفہ حضرت جان جاناں سے

مولوی شیخ فصاحت اللہ صاحب متولی بدایونی - آپ بدایوں کے اکابر روساءمیں سے تھے مجسم کمال اور سراپا اخلاق تھے - مجالس میلاد شریف کے عاشق تھے اور مشتاقانہ اہتمام کے ساتھ ربیع الاول شریف میں بارہ دن تک متواتر محافل کیا کرتے تھے اور اکثر روزانہ بہجوم شوق میں ادب و تکریم کے ساتھ خود ذکر شریف پڑھا کرتے تھے آپ کی زبان میں خداوند کریم نے یہ تاثیر و برکت مرحمت فرمائی تھی کہ روزانہ اہل شہر آپ کا بیان سننے کی تمنا میں آپ کے یہاں شریک محفل ہوا کرتے تھے ۱۲۷۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا - لوح مزار پر (ذاکر جناب رسول ﷺ) کندہ ہے -

مولوی محمد رضی اللہ صاحب ۱۲۳ھ - آپ قاضی محلہ کے عمائد سے ہیں نسباً آپ شیخ صدیقی ہیں - آپ اپنے زمانہ میں شرافت و نجابت کی زندہ تصویر محاسن و اخلاق کی مجسمہ تنویر تھے ۱۲۷۰ھ میں انتقال فرمایا -

مولوی غلام حیدر صاحب - آپ صدیقی شیوخ میں سے ہیں - نواح بلند شہر میں آپ کا بہت بڑا علاقہ زمینداری تھا - آپ حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں تھے شرف بیعت و تلمذ حضرت اقدس سے حاصل تھا - مروت محبت - ثروت - سخاوت نے آپ کے اوصاف کو عطر مجموعہ بنا رکھا تھا - عرصہ دراز تک مناصب جلیلہ پر فائز رہے - ایام غدر میں دولت انگلیشیہ کی خیر خواہی نے آپ کے اعزاز کو اور چمکا دیا - سکونت و قرابت بدایوں میں زیادہ تر محلہ عباسیان آپکو حاصل تھا - آپ محلہ قبول پورہ بدایوں کے پٹھانوں میں سے تھے آپ کے رنگ کی سیاہی نے آپکے روشن ضمیر شیخ کی زبان مبارک سے کالے کی بجائے اوجیالے کا لقب دلوایا - شیخ کے وصال بعد آپ الہ آباد سے بدایوں آگئے اور حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی کے مشتاق ہوئے سرائے فقیر میں سجادہ مشیخت آراستہ کیا اور یہیں وصال فرمایا - آپ کے حالات روضۃ الصفا میں مفصل درج ہیں آپ کے وصال کے بعد حسب بشارت آپ کے سجادہ نشین شاہ ولی اللہ صاحب دانشمند بدایونی ہوئے -

میں اب تک قائم ہے۔ آپ کی ذات نہایت فیض رساں تھی خصوصاً اہل محلہ
سے بکمال شفقت و احسان مسلوک ہوتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش
ہونے پر اپنی زمینداری واقعہ موضع بھنڈولی ضلع بلند شہر میں سکونت پذیر
ہو کر راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی اولاد بدایوں میں متوطن ہے۔

مولوی سید خادم علی صاحب۔ آپ سادات کرام بخاری سے ہیں
آپ اپنے خاندان بھر میں جو سوتھہ محلہ بدایوں میں سکونت پذیر ہے منتخب اور
باعث افتخار سمجھے جاتے تھے۔ آپ علم و فضل زہد و اتقا میں یکتائے روزگار
تھے صاحب باطن اور نسبت قوی رکھنے والے بزرگ تھے۔ حضرت سیدی
شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے محبوب و مخصوص مریدوں میں تھے اور اپنے
شیخ کے عاشق جاں نثار تھے ۱۲۵۶ھ ہجری میں جب آپ کے پیر و مرشد
حجاج کی برات کے دولہ بن کر روحانی سج دھج کے ساتھ عروس حجلۂ تقدیس
کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ آپ بھی شرف ہمرکابی سے معزز و ممتاز ہو کر
راستہ بھر مستانہ بیخودی کے ساتھ خدمات انجام دے کر خصوصی سعادت سے
بہرہ اندوز ہوئے ایک دن جہاز میں بیٹھے ہوئے شیخ کی قمیص پاک کر رہے
تھے۔ سمندر سے تیز و تند ہوائی جھونکے موجوں کی چادر آب کو اوڑھاتے ہوئے
بار بار جہاز سے ٹکراتے۔ دامان قمیص ہوا میں لہراتے۔ اس وقت آپ پر ایک
خاص کیفیت طاری تھی۔ اتفاق سے کپڑا ہاتھ سے چھوٹ کر ہوا میں اڑتا ہوا
سمندر میں گر پڑا۔ میر صاحب غائت غلبہ حال میں یا شیخ کہکر سمندر میں بلا تکلف
کود پڑے۔ دامن آب سے ہمکنار ہو کر دامن قمیص پکڑ لیا۔ تمام جہاز میں ایک
شور عظیم برپا ہو گیا۔ لوگ جہاز کے کناروں پر مجتمع ہو کر آپ کو افسوس و یاس کی
نظر سے دیکھتے اور آپ کی زندگی سے مایوس ہو ہو جاتے۔ مگر آپ کو گر بھی کوئی
خوف و ہراس نہ ہوا افسر جہاز نے حلقے اور رسیاں سمندر میں ڈلوانا شروع
کیں۔ آپ نے ایک رسی کو مضبوط پکڑ لیا اور اوسی رسی کے ذریعہ سے مع قمیص

شاداں و فرحاں جہاز پر چڑھ آئے۔ لوگوں میں دوبارہ غوغہ مچگیا اور چاروں طرف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ ہر شخص نے کہنا شروع کیا کہ آپ کو اپنے ڈوبنے اور جان جانے کا ذرا اندیشہ نہ ہوا۔ پھر لطف یہ کہ پانی میں غوطہ بھی نہ لگا۔ آپ نے جواب دیا کہ پیر و مرشد کا کپڑا میرے ہاتھ سے سمندر میں گرے اور میں جان کے خوف سے دیکھتا رہوں۔ اسی میں پانی میں گروں اور شیخ دقت تاخدائی نہ کرے یہ کیونکر ممکن ہے جس وقت میں پانی میں گرا ہوں شیخ کا دست تصرف میری کمر میں حائل تھا۔ جس نے مجھ کو یہ بھی تمیز نہ ہونے دیا کہ میں پانی میں ہوں یا خشکی میں تمام جہاز میں اس معرکہ عظیمہ سے مرشد برحق کے تصرف خاص اور مرید صادق کے اخلاص کی دھوم مچگئی۔ افسر جہاز بھی انگشت بدنداں ہوکر رہ گیا۔ اسیطرح آپ کے خلوص کے اور واقعات بھی ہیں جو بسبب طوالت درج نہیں کئے جاتے۔ آخر میں آپ کسی ضرورت سے فتحگڈھ ضلع فرخ آباد میں تشریف لے گئے اور مولوی سید نذر علی صاحب مرحوم بدایونی کے یہاں مقیم ہوئے۔ وہیں بعارضہ فالج ۱۲۸۵ھ میں وصال ہوا مزار آبادی سے جانب جنوب فتحگڈھ میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

قطع تاریخ وصال

چوں ز دنیا بدار البقا شد رواں	صاحب ہر کمال خفی و جلی
ملہم غیب سال وصالش گفت	طالب عین حق میر خادم علی

۱۲۸۵

اسی طرح بہت سے احباب وطن کے اکابر فیضیاب ہوئے۔ خاندان کے اعزا و اقارب جو شرف تلمذ سے بہرہ یاب ہوئے ان کا ذکر سلسلۂ انساب میں آچکا ہے۔ یوں تو آپ کا دریائے فیض ہر طالب کی تشنگی علم کے لئے چشمۂ آب حیات تھا اور تمام طلبا پر یکساں اور برابر تھا۔

مگر آپ نے جس خلوص اور خصوص کے ساتھ علامہ اوحد جناب مولانا فیض احمد قدس سرہ الصمد کو تعلیم دی ہے - یہ انداز فیض رسانی سب سے انوکھا اور جداگانہ تھا - جس کا ظاہری کرشمہ مولانا موصوف کے حلقہ درس کی وسعت تھی کہ ایک جہان بھر کو احاطہ کئے ہوئے تھی جو آپ کے کثیر التعداد شاگردوں کی فہرست سے ظاہر ہے - جن کا مفصل تذکرہ رسالہ تحفہ فیض میں ہے -

مشاغل طبیہ

اگرچہ حضور اقدس کے کمالات ظاہری و باطنی کے بے انتہا مناظر کی موجودگی میں فن طب کا تذکرہ کچھ دقیع ہے نہ کچھ مناسب مگر چونکہ ذات والا کا تعلق کچھ دنوں اس فن شریف کے بھی رہا اور ہزارہا بندگان خدا کو اس ذریعہ سے بھی فیض پہونچا ہے - لہذا ان کثیر التعداد واقعات میں سے جو شہرت عامہ کے ہاتھوں مسموع خلائق ہو چکے ہیں چند واقعات کا اظہار کچھ بیجا نہ ہوگا - تکمیل طب کے بعد جب وصول پور سے آپ وطن واپس آئے اور مدرسہ قادریہ میں بساط علم پر جلوہ افروز ہوئے - شہرت درس نے طلبہ کا ہجوم آپ کے آستانہ فیض کاشانہ پر روز افزوں ترقیوں کے ساتھ کرنا شروع کیا - ان کے قیام و طعام کا انتظام - کتب و مطالعہ اور دیگر ضروریات کا سرانجام ایک حد تک آپ نے برداشت کیا - آخر کہاں تک اس بار کو آپ اوٹھا سکتے تھے - کوئی تعلقدار یا والی ملک تو آپ تھے ہی نہیں جو ہر شخص کی ضروریات کو آپ پورا کر سکتے مگر دل یہی چاہتا تھا کہ کچھ بھی ہو کوئی شخص محروم نہ جائے - اسی بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولے نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو - آخر اسی جستجو میں باراده ریاست گوالیار گھر سے عقصد سفر کر دیا - گوالیار کے چند ماہ کے قیام میں

پیشتر سے اثر قائم ہوچکا تھا اور وہاں کامیابی زیادہ دشوار نہ معلوم ہوتی تھی۔ اسی
سبب سے وہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ گر مشیت الٰہی دوسرے طریقہ سے منزل
دقار اور کرسی اعزاز پر پہونچانا چاہتی تھی۔ گھر سے روانہ ہوکر آپ متھرا پہونچے۔
شب کو سرائے میں قیام کیا۔ بعد نماز عشا جب مسجد سے سرائے میں واپس آئے
سرائے کی ایک کوٹھری میں سے کسی شخص کی مضطربانہ چیخ پکار کی آواز سنائی
دی دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک مسافر شدت درد سے سخت بیچین ہے
خصلت کرم نے اس کے حال زار کی طرف متوجہ کیا۔ اوس کے حجرے میں
جاکر حالت ملاحظہ فرمائی۔ علاج کیا دوا عطا فرمائی۔ دست شفا نے اثر دکھایا۔
مریض کا درد جاتا رہا۔ چین سے سویا آپ اپنی فرودگاہ میں آرام فرما
ہوئے صبح کو جب نماز کے لیئے مسجد میں آپ تشریف لے گئے۔ رات کے
مریض مسافر نے آپ کو دیکھ لیا۔ یہ اطمینان کرکے کہ آپ زیادہ دیر تک
مسجد میں مقیم رہیں گے۔ اپنی ضروریات رفع کرنے کے لیئے سرائے سے
باہر چلا گیا۔ طلوع آفتاب کے بعد چشم براہ ہوکر آپ کی آمد کا منتظر رہا۔ جس
وقت آپ اوراد معمولہ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لائے وہ شخص فوراً
حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا حضور میں وہی شخص ہوں جس پر رات حضور
نے اس درجہ کرم فرمایا تھا کہ مہلک تکلیف سے نجات ملی۔ میں راجہ بنارس
کی طرف سے اس امر پر مامور کیا گیا ہوں کہ کسی طبیب حاذق کو تلاش کرکے
راجہ کی لڑکی کے علاج کے لیئے اپنے ہمراہ لے جاؤں۔ اسی جستجو میں یہاں آکر
شب باش ہوا تھا۔ میری خوش نصیبی ہے یا دختر راجہ کی زندگی میں اضافہ
ہونے والا ہے کہ خدا نے حضور کی زیارت کرائی جہاں حضور نے میرے
حال پر رحم فرماکر مجھے اس جانکاہ تکلیف سے بچایا وہاں میری
عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا جاوے اور میرے ہمراہ بنارس تک
زحمت سفر برداشت کی جائے یہ کہہ کر ایک خلعت جو راجہ نے اپنے

اس معتمد خاص کو صرف اس لیئے دیا تھا کہ جب کوئی حکیم حاذق مل جائے
تو بطور شناخت طلب یہ خلعت پیش کر دیا جائے - آپ کو نذر گزرانا
آپ نے معتمد ریاست کی اس سچی ارادت کو دیکھکر اوس کی دعوت
قبول فرمائی اور قصد بنارس کر دیا - راستہ میں تمام حال علالت مریضہ
کا معتمد کی زبانی معلوم ہوا - یہاں تک کہ بنارس پہونچے - ہمراہی نے نہایت
تکریم و اعزاز سے اول اپنے یہاں آپ کو مقیم کیا - اس کے بعد راجہ سے آپکی
حذاقت طب کا حال اس موثر پیرایہ میں بیان کیا کہ والی ریاست بنارس
کی عقیدت کامل و پختہ ہوگئی - فوراً ایک مکان جداگانہ معہ خدم و حشم
کے آپ کے قیام کے لیئے منتخب کیا گیا دوسرے دن والی ریاست معہ
چند امراء و مصاحب کے آپکی فرودگاہ پر بغرض ملاقات آیا اور لڑکی کی
تمام حالت بیان کی - یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے اطبّا اور ڈاکٹر موجود
ہیں - ہر شخص لڑکی کی زندگی سے مایوس ہو چکا ہے - ان واقعات نے
آپ کو اول تو سخت متفکر کیا - مگر پھر راجہ کا خلوص اور اصرار دیکھکر حکیم مطلق
کی رحمت کے بھروسہ پر آپ نے لڑکی کے دیکھنے کا ارادہ فرمایا - اور
ہمراہی راجہ و دیگر عمائد مریضہ کے مکان میں داخل ہوئے - لڑکی کی والدہ
جو نہایت ضعیف اور لڑکی کی محبت میں سخت پریشان اور غمزدہ تھی لڑکی
کے پاس موجود تھی - آپنے مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھکر تشخیص کامل سے مرض کی
حالت پر غور کیا ضمیر نے دل میں چٹکی لی کہ اب مریضہ کا کام تمام ہو چکا دوا اثر پذیر نہو گی
علاج کرنا فضول ہے - آپکو بھی اُسکی زندگی سے مایوسی ہوئی - مگر لڑکی کے والدین
کی تسلّی و تشفی کے لیئے اون سے کہا کہ حالت اسقدر نازک ہے کہ اب کوئی دوا جو
روزانہ دیجاتی ہے ہرگز سودمند ہنوگی البتہ ذرا سی خاک میرے پاس ہے
انشاءاللہ اُس سے آرام ہو جاویگا لیکن اگر آپکو نقصان پہونچنے کا احتمال ہو تو ہرگز استعمال نکریں ضعیفہ ماں
محبت کے جوش میں فوراً رو کر کہنے لگی کہ خواہ کچھ ہو آپ وہ خاک ہی دیدیجیئے اسکے بعد آپ قیامگاہ کو واپس آئے اور معتمد کو

جو پیشتر سے بندۂ عقیدت تھا ایک چٹکی بھر خاک کاغذ کی پوڑیہ میں دیدی
اور دربار الٰہی میں جبین نیاز رکھ کر متوکلانہ حصول عزت کی التجا کی۔ ناکامی کے
تخیلات دامنگیر ہوئے کہ فوراً یہاں سے رخصت ہونا چاہیئے ورنہ ندامت مآل کا
گریباں گیر ہوگی۔ اسی تحیر میں موقع تنہائی کو غنیمت جان کر آپنے سامان سفر
درست کیا۔ استخارہ کی نبت کی شبیہہ مثالی اکابر طریقت کی پیش نظر
ہوگئی۔ قلب میں طمانیت وتقویت کے آثار ظہور پذیر ہوئے وہاں وہ معتمد
ریاست اُس خاک کو اس خیال سے کہ اگر محض اسی حیثیت سے یہ پوڑیہ دی
جائے گی تو والی ریاست کی نگاہوں میں کیا قدر ومنزلت ہوگی۔ ایک
مکلف صندوقچہ میں نہایت احتیاط کے ساتھ بند کرکے لیگیا۔ تیماردار رانی نے
بلا تامل فرط عقیدت سے مریضہ کو وہ خاک پلادی۔ حلق سے اترتے ہی خاک
نے اکسیر کا رنگ دکھایا شافی مطلق کی شان جان بخشی نے جلوہ نمائی کی۔
آثار صحت ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ مریضہ کو استفراغ کی آمد ہوئی نرگس
بیمار چشم نیم باز کی صورت کشادہ ہوئی۔ فوراً خدام ریاست اطلاع کیلیئے
آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مریضہ کے روبہ صحت ہونے کی خبر
دی۔ آپ دوبارہ پھر تشریف لے گئے حالت میں کچھ عجیب وغریب تغیر
دیکھکر شکر باری ادا کیا۔ ادویات سے علاج شروع کردیا۔ ایک ہفتہ میں
مریضہ نے مرض سخت سے نجات پائی۔ تمام ریاست میں دھوم مچگئی۔
اطباء ومعالج اس عجیب وغریب علاج سے غرق تحیر تھے۔ اراکین وعمائد
ریاست نہایت مندانہ عقیدتمندی کے ساتھ آپ کے حسن معالجہ پر فریفتہ ہوگئے
والی ریاست نے خاطر ومدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور
آپ کی خدمات کو ریاست کے لیے خود آپ سے طلب کیا آپنے اس
شرط پر کہ موجودہ اطبا جو ریاست کے ملازم تھے بدستور رکھے جائیں۔
قیام منظور فرمایا۔ راجہ نے علاوہ مصارف مصاحبت ساڑھے تین سو

روپیہ ماہوار آپ کے ضروری اخراجات کے لیئے مقرر کیئے۔ اس سلسلہ میں ایک سال کے قریب آپ بنارس میں مقیم رہے اور صدہا بندگان خدا کو اس حیلہ جمیلہ سے فیض عظیم پہونچا۔ صبح کے وقت حاجتمندوں کی مرادبراری اور تشخیص امراض میں آپ مشغول رہتے اوس کے بعد وہاں بھی سلسلہ درس کا اجرا فرماکر طلبہ کو تعلیم دیتے۔ بنارس سے ترک تعلق کے بعد اس فن سے بھی قطع تعلق کرلیا۔ لیکن نہ اس طرح کہ کوئی مایوس العلاج آپ کے آستانہ شفا منزل پر آکر محروم چلا گیا ہو۔ بلکہ صرف طبیب کی حیثیت سے اس کے بعد کوئی علاج نہیں کیا۔ اب جو علاج ہوتے تھے وہ درویشانہ رنگ میں ہوتے تھے اور جو چیز ہاتھ لگ گئی وہ ہی مریض کو بتادی۔ جس زمانہ میں آستانۂ معلی یعنی درگاہ حمیدیہ کی تعمیر جاری تھی اور آپ زیادہ تر وہیں رہتے تھے روزانہ مریض متلاشی پہونچ جاتے۔ آپ کسی کو چونہ۔ کسی کو اینٹوں کی کترن اوٹھا دیتے۔ دست شفا سے قدرت الٰہی کی نیرنگیاں ظاہر ہوتیں۔ مریض شفایاب ہوتے جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب جو وہیں حاضر خدمت رہ کر علوم ظاہری حاصل کرتے تھے اور فن طب میں بھی دستگاہ کامل حاصل کرچکے تھے یہ کرشمہ سازیاں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے آخر آپ نے بھی ایک دن یہ سوچکر کہ اگر اس پاک درگاہ کی اینٹوں اور مٹی میں مادۂ شفاء دربار ایزدی سے ودیعت رکھا گیا ہے تو میں بھی اس ترکیب کو استعمال کروں اتفاق سے فوراً ہی ایک مریض پہونچ گیا۔ اس وقت حضرت اقدس کسی گوشۂ درگاہ میں مشغول وظائف تھے۔ چونہ اوٹھا کر مریض کو دیا اور اسی طریقہ سے جیساکہ دیکھ چکے تھے ترکیب استعمال بتادی۔ مریض کو اس علاج سے سخت ضرر پہونچا۔ دوسرے روز پھر مضطربانہ حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس سے حکیم صاحب کی شکایت کی حکیم

صاحب نے جو حاضر خدمت تھے عرض کیا کہ جس طرح حضور کو دیکھا تھا اوسی طرح میں نے بھی عمل کیا۔ آپ نے فرمایا حکیم صاحب آپ نے نسخہ تو صحیح تجویز کیا لیکن ترکیب بتانے میں غلطی کی اور خود مریض کو اپنے ہاتھ سے وہی چونہ اوٹھا کر دیا اور فرمایا کہ آج اسی کو اس طرح استعمال کرنا۔ مریض تو اچھا ہوگیا۔ مگر حکیم صاحب کو آپ نے ہدایت فرمائی کہ میاں تم اپنے کتابی نسخے مریضوں کو لکھا کرو۔ میں تمہاری کتابوں کا پابند نہیں ہوں۔

یہ ایک انعام الٰہی ہے۔ صحت و شفا خدا کی طرف سے ہے۔ جس کی قسمت میں شفا ہوتی ہے۔ خدا میرے ذریعہ سے اسکو شفا عطا کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ مرض وبائی کی کثرت شہر میں ہوئی۔ ہزاروں جانیں ہیضہ سے تلف ہوگئیں۔ اکثر اطبا شہر جو آپ کے ہی زلہ ربا تھے۔ دوا کرتے کرتے عاجز آگئے اور خود بدولت بھی مریضوں کے ہجوم سے پریشان ہونے لگے تو حاضرین سے فرمایا۔ جمعہ کے دن جب ہم درگاہ شریف جائیں راستہ میں یاد دلایا جاوے چنانچہ حسب معمول جمعہ کو جب ختم کلام مجید کے لیئے آپ آستانہ مجیدیہ کو مدرسہ عالیہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں تمام درختوں اور نباتات پر نظر فرماتے جارہے تھے۔ قریب درگاہ معلی ایک باغ میں جہاں امرود (سفری) کے بہت سے درخت تھے۔ آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ شہر میں اطلاع کر دیجائے۔ جو شخص ہیضہ میں مبتلا ہو وہ صرف اس درخت کے پتے لے جائے۔ اور اوس کا جوشاندہ مریض پر استعمال کرے سیکڑوں مریضوں نے اس طرح شفا پائی کثرت سے لوگ اس واقعہ کے چشم دید شاہد اس وقت بھی بدایوں میں موجود ہیں اور آپ کا یہ علاج مشہور انام ہے۔ بالکل ایسے ہی ایک واقعہ کی شہادت ایک شخص جو معززین بلند شہر سے ہیں دیتے ہیں کہ وہاں بھی ایک مرتبہ ہیضہ کی شدت تھی آپ دہلی کے قصد سے

بلند شہر میں دو چار روز کو مقیم ہوئے تھے اور آپ کی اطلاع شہر میں ہوتے ہی لوگ دعا و دوا کی خاطر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے جنگل میں جا کر ایک درخت کے پتوں کے استعمال کا حکم دیا۔ اور وہاں بھی سیکڑوں نے اس مرض سے نجات پائی۔

ایک مرتبہ آپ معہ خدام تشریف لئے جا رہے تھے۔ جس وقت شفا خانہ کے سامنے گذر ہوا۔ خلاف معمول لوگوں کا اژدھام کثیر دیکھا دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ایک شخص کی ران میں درد ہے۔ کئی ہفتہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہے۔ کسی علاج سے کچھ افاقہ نہیں ہوتا۔ آج بمشورۂ ڈاکٹر مریض کا پیر کاٹا جائے گا۔ مریض کے اعزا و اقارب یہ سُن کر کہ خود بدولت دریافت حال فرما رہے ہیں غمگین و ملول حاضر خدمت ہوئے۔ سر نیاز پائے اقدس پر رکھ کر بہ کمال تضرع عرض کیا کہ مریض کی تکلیف شبانہ روز دیکھی نہیں جاتی آج مجبور ہو کر پیر قطع کرانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لوگ تماشائی جمع ہیں۔ آپ نے کلمات تسکین ارشاد فرمائے اور ہمراہیوں سے کہا کہ آخر ایسا کیا مرض ہے کہ خواہ مخواہ پیر کاٹا جاتا ہے۔ جس وقت آپ مریض کے بالیں پر پہونچے ڈاکٹر کو موجود پایا۔

بیمار کی بیچینی و اضطراب دیکھ کر خود بھی بیچین ہو گئے۔ ڈاکٹر سے فرمایا کہ کیوں غریب کو زندگی میں اس درجہ سخت تکلیف میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ سول سرجن نے کہا بغیر ٹانگ کاٹے ہوئے یہ درد نہیں جا سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ بغیر پیر قطع کئے آرام ہو جائے تو آپ ہماری طب کے قائل ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر نے ہنس کر کہا کہ طب یونانی کو اس علاج میں کیا دخل اگر آپ کی دعا جیسا کہ مشہور ہے کچھ اثر دکھائے تو یہ دوسری بات ہے۔ آپ نے فرمایا

اچھا ہم جہاں بتائیں آپ ہڈی میں سوراخ کر دیں۔ ڈاکٹر نے آپ کا
کہنا قبول کیا۔ آپ نے ایک مقام پر انگلی سے نشان کیا کہ اس جگہ ہڈی میں
سوراخ کر دیا جائے ڈاکٹر نے فوراً انگریزی برمے سے عمل کیا وہیں احاطۂ شفاخانہ میں سے ایک
گھاس اکھیڑی اور اپنے ہاتھوں میں گھاس کو دبا کر اور مل کر عرق نکالا اسکے بعد ڈاکٹر سے کہا کہ اس
عرق کو سوراخ کے اندر پہنچا ئے جسوقت عرق اندر پہنچا دو منٹ نہ گذرے تھے کہ سوراخ کے اندر سے بیکڑوں
بھنگے نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر یہ جدید کرشمہ دیکھ کر متعجبانہ نگاہوں
سے بار بار آپ کے چہرے پر نظر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب یہ ہرگز
انسانی عقل اور طب کا کام نہیں۔ تمام لوگ بھی غرق حیرت تھے۔ تھوڑی
عرصہ میں ہزارہا بھنگے سوراخ کی راہ سے نکل گئے مریض جو شدت
درد سے تڑپ تڑپ کر کروٹیں بدل رہا تھا یک بیک محو خواب ہو گیا۔
دوبارہ آپ نے ایک اور گھاس کا عرق جب بالکل بھنگوں کا نکلنا بند
ہو گیا سوراخ میں ڈلوایا۔ سوراخ مندمل ہو گیا اور مریض چند دن میں
شفاخانہ سے صحت پا کر اپنے گھر کو واپس گیا۔

ایک مرتبہ ایک بدایوں کے رئیس نصرت خاں نامی نہایت
پریشانی اور ناکامی کے عالم میں حاضر مدرسہ ہوئے اون کی اہلیہ عرصہ
سے سخت بیمار تھی خاں صاحب کو اپنی بیوی سے حد درجہ انس و محبت
تھی۔ جس وقت حضرت اقدس کی صورت دیکھی قدمبوسی کو جھکے قدموں پر
گرتے ہی ضبط گریہ نہ ہو سکا زار زار رونا شروع کیا۔ آپ نے بدقت
اون کو اوٹھایا۔ سبب گریہ و بکا دریافت کیا۔ عرض کیا حضور خاکسار کی
زوجہ عرصہ سے بیمار تھی۔ آج اوس کی نزع کی سی حالت ہے۔ اگر
حضور ایسے وقت پر غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائیں
تو ہر طرح موجب برکت ہو گا۔ آپ بکمال شفقت و کرم خاں صاحب کے
مکان پر تشریف لے گئے۔ جس وقت مکان پر پہونچے ہیں اندر سے

عورتوں کے نوحہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ مریضہ کا کام تمام ہو گیا۔ خانصاحب تو یہ سنتے ہی چیخ مار کر قریب تھا کہ زمین پر گر پڑیں۔ لیکن اوس جان کرم کے تلطف آمیز ہاتھ دستگیری کے لیے بڑھے زبان سے ارشاد ہوا کہ خاں صاحب مرد کو ثابت قدم رہنا چاہیے۔ صبر و استقلال سے کام لینا چاہیے۔ کلمات تلقین کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ممکن ہے اس وقت غشی یا سکتہ کا عالم ہو۔ مجھے بلا کر لائے ہو تو پردہ کرا کر مریضہ کا حال توو کھا دو۔ خاں صاحب نے پردہ کرایا عورتوں نے شور مچایا کہ مردہ عورت کو کوئی بھی طبیب کو دکھاتا ہے۔ مگر خاں صاحب کے حسن اعتقاد نے سبکو خاموش کیا۔ آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ مریضہ کی نبض پہ ہاتھ رکھتے ہی فرمایا کہ خاں صاحب یہ تو بفضلہ تعالیٰ زندہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑے عرصہ میں افاقہ ہوجائے گا۔ یہ کہہ کر باہر تشریف لائے اور چند خذف ریزے منگائے خاں صاحب سے فرمایا کہ اونکو جوش کرکے پانی جس طرح ممکن ہو فوراً مریضہ کے منہ میں ڈال دو۔ اور بعد کو جو حالت ہو اوس کی اطلاع ابھی مجھے کرو۔ خاں صاحب تو دوا میں مشغول ہوئے اور آپ وہیں ایک خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ صاحب مزار کی فاتحہ پڑھی مراقب ہو کر خدا معلوم خدا سے لو لگائی یا دربار رسالت تک دعائے اجابت طلب پہونچائی۔ اس عرصہ میں خانصاحب شاداں و فرحاں چہرہ سے مسرت کا رنگ نمایاں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضور مریضہ کے ہوش و حواس بالکل درست ہیں۔ آپ دولت سرا کو واپس ہوئے۔ خاں صاحب نے دامن دولت سے رشتہ ارادت مضبوط باندھا داخل سلسلہ ہوئے۔

جناب نواب محمد ظہور علی خاں صاحب مرحوم رئیس دھرمپور ضلع بجنور میں خاندانی رئیس اور نہایت باوقار شخص تھے بعارضہ جذام مبتلا ہوئے۔

ہر قسم کا علاج کیا۔ ہزاروں روپیہ صرف کیے مگر ازالۂ مرض نہ ہونا تھا نہ ہوا
آخر مایوس ہو کر علاج سے دست کش ہو گئے۔ لیکن آپ کے بڑے بھائی
جناب نواب محمد وزیر علی خاں صاحب مرحوم رئیس اعظم دان پور بھائی کو
اس حال میں دیکھ کر بہت ہی مضطرب الحال تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا
کوشش کیے جاتے تھے۔ آپ کو حضرت اقدس سے بے انتہا عقیدت
تھی۔ جب کسی جگہہ سے مراد براری نہوئی تو بدایوں آئے۔ چونکہ مخلصان
خاص اور محبان سراپا اختصاص سے تھے نہایت منت و اصرار سے حضرت اقدس کو
دھرم پور لے گئے اور بھائی کی حالت زار دکھلائی آپ نے اون کی تسلی
وتسکین فرمائی۔ دونوں بھائی ذی حوصلہ رئیس تھے سمجھے کہ نہ معلوم کیسی
بیش قیمت ادویات سے علاج ہوگا۔ عرض کیا کہ حضور ادویات کا خیال
نہ فرمائیں جو دوا جہاں سے ملیگی وہاں سے فوراً طلب کی جائے گی۔ آپنے
فرمایا کہ میں جو دوا تجویز کروں گا آپ خود دیکھ لیں گے۔ نواب صاحب
کے مکانات کے نزدیک ہی کھیت تھے۔ آپ نے ایک کھیت میں جو
کپاس کا تھا۔ بہت سے درخت اکھڑوائے اور فرمایا کہ بس یہی گھاس
یعنی کپاس آپ کے علاج کے لیے کافی ہے اور فوراً شربت اور عرق
وغیرہ طیار کرایا۔ اس علاج سے بعطائے ذو الجلال مرض کا زوال اور
استیصال ہوا۔ اور تمام عمائد و روسا بلند شہر میں آپ کے کمال فیض
رسانی کی شہرت ہو گئی اس وقت سے برابر روسا دان پور اور دھرم پور
کو آپ کے خاندان کے ساتھ عقیدت رہی اور جناب مولانا حکیم سراج الحق
صاحب مرحوم کو مدت العمر ان عالی ہمت روسا نے اپنے دار الریاست سے
جدا ہونے نہ دیا۔

ایک مرتبہ مولوی سدید الدین صاحب شایق عباسی مرحوم نے کسی
غلطی سے (بقول اون کے بعض احباب جلسہ کے) سنکھیا کھالی۔ فوری اثر نے

طبیعت کا رنگ دگرگوں کرنا شروع کیا۔ احباب نے دریافت کیا جب اصل حالت معلوم ہوئی جلدی سے مدرسہ عالیہ قادریہ میں لے کر آئے۔ گیارہ بجے دن کا وقت تھا۔ آپ ایک چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ رومال سے مگس رانی فرما رہے تھے۔ شایق مرحوم نے آگے بڑھ کر لڑکھڑاتی زبان سے آداب عرض کیا جس وقت کان میں سلام کی آواز پہنچی فوراً گلابی چہرہ دمکنے لگا۔ اور کسی قدر غصہ کے ساتھ جلال انگیز لہجہ میں سلام کا جواب دے کر فرمایا۔ ہیں یہ کیا حرکت۔ آپکے سامنے کسی کو جرأت کلام تو کبھی ہوتی ہی نہ تھی۔ خاصکر جلال کی حالت میں کون جواب دیتا۔ شایق مرحوم تو کانپ گئے۔ پسینہ آگیا تھوڑی دیر سکوت کا عالم رہا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کوئی ہے۔ حضرت تاج الفحول نے معمول کے موافق فوراً عرض کیا (عبد القادر) ارشاد ہوا دیکھو دروازہ کے باہر دیوار کے قریب ایک فلاں صورت و شباہت کی گھاس ہوگی اس کو توڑ لاؤ۔ حضرت مولانا بھی حیران ہیں کہ آج نمعلوم شایق سے کیا بے عنوانی ہوئی ہے نہ انھوں نے کچھ عرض کیا نہ خود بدولت نے کچھ دریافت فرمایا ہے جس گھاس کا پتہ دیا تھا لاکر حاضر خدمت کی یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس کی ظاہری روشنی چشم ظاہر میں نگاہوں سے غائب ہو چکی تھی۔ گھاس ہاتھ میں لیکر کچھ حصہ پھینکدیا باقی کا ہاتھ سے دبا کر عرق نکالا اور شایق مرحوم کو قریب بلا کر عرق منہ میں بچوایا۔ ذرا دیر نہ گذری تھی کہ وہیں مدرسہ میں استفراغ ہونا شروع ہوا۔ دو تین دست بھی آئے فوراً زہر کا اثر جاتا رہا دوبارہ زندگی پائی۔ عرصہ تک عروس زلیست سے ہمکنار رہے۔ عرصۂ دراز کے بعد پیک اجل نے خلوت مزار میں گہوارۂ استراحت درست کیا۔ عرصہ تک علیل رہ کر انتقال فرمایا درگاہ علی میں مدفون ہوئے۔ ۲۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ سال وفات ہے۔ ایک مرتبہ چند خاکروب چارپائی کی ڈولی بناکر ایک مریضہ عورت کو لائے سڑک پر مدرسہ عالیہ سے باہر ڈولی کو رکھدیا مریضہ کی حالت تھی کہ نیم

جسم سوکھ کر کانٹا سا ہوگیا تھا۔ بجز استخواں گوشت بدن پر باقی نہ تھا۔ بظاہر امید زیست منقطع ہوچکی تھی۔ مگر ذات گرامی صفات تو غریبوں کا سہارا نا امیدوں کا ملجا و ماوی تھے۔ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ اوس ابن غنی کے در سے کوئی خالی ہاتھ پھرتا ہی نہیں ہے۔ ارذل طبقہ کے بیکس غریب خاکروب صرف اسی امید پر کہ شاید نگاہ کرم ہو جائے قریب المرگ عورت کو لے کر حاضر ہوئے جس وقت آپ حرم سرا سے برامد ہوئے۔ غریب بھنگی دور سے گڑگڑا کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کو اون کے حال زار پر نہایت ترس آیا۔ قریب آکر مریضہ کی حالت کو دیر تک بغور ملاحظہ فرماتے رہے۔ یکایک لب جاں بخش پر تبسم کی جھلک جلوہ ریز ہوئی۔ فرمایا اچھا کل مریضہ کو قبل طلوع آفتاب لے کر آنا لیکن فلاں راستہ سے شہر کے باہر باہر لانا اور ڈولی پر پردہ نہ ڈالنا دوسرے روز علی الصباح خاکروب حسب الارشاد مریضہ کو لے کر حاضر ہوئے دوسرے دن آپ نے پھر بغور حالت کو دیکھا اور فرمایا کہ آج تو دوا اور ہم نسخہ نہیں لکھتے کل پھر اسی راستہ سے اسی طرح لے کر آنا۔ تیسرے دن بھی مہتر بموجب ارشاد عورت کو لے کر حاضر آستانہ ہوئے تیسرے روز بھی کوئی دوا تجویز نہ فرمائی اور کہا کہ روز آیندہ بھی اسی طریقہ سے لے کر آنا۔ غرض ایک ہفتہ تک یوں ہی روزانہ عمل کرایا۔ اس ہفتہ بھر میں مریضہ کی حالت اس قدر رو بصحت ہو چلی تھی کہ بلا سہارے چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ جاتی تھی۔ آٹھویں روز ارشاد ہوا کہ کل جب آؤ تو راستہ میں دو چار قدم مریضہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلانا۔ خاکروب روزانہ تعمیل حکم کرتے رہے اور اسی امید میں رہے کہ شاید کچھ دوا بتا دی جائے۔ پندرھویں دن مریضہ میں اتنی سکت آگئی تھی کہ خود آہستہ آہستہ چل کر مدرسہ شریفہ تک آگئی۔ اوس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اچھا اب تمہیں صحت ہوگئی۔ یہاں آنے کی ضرورت نہیں روزمرہ شہر سے باہر صبح کو تھوڑی دور ٹہلا کرو۔

مریضہ کا یوں خود بخود بغیر کسی علاج کے صحت یاب ہو جانا۔ ہر شخص کو متعجب کرنیوالی
بات تھی بعض خدام نے جرات کر کے عرض کر ہی دیا کہ حضور نے اس قدر
عرصہ تک روزانہ حاضری کا حکم مریضہ کو دیا لیکن کوئی دوا تجویز نہ فرمائی۔
نہ بظاہر زبان مبارک سے دعائیہ کلمات کا اظہار رہا۔ آخر خود بخود دفعتہً مریضہ
کا تندرست ہو جانا کوئی راز ضرور ہے۔ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ دراصل
یہ عورت کسی انگریز کی ملازمہ تھی اور کھلے میدانوں میں ہوا کھانے اور ٹہلنے کی
عادی تھی اپنے مکان پر آکر بیمار ہو گئی اور وہ عادت ترک ہو گئی جس کے سبب سے
مرض نے اور بھی ترقی کی ہم نے سمجھا کوئی مرض سخت اس کو لاحق نہیں۔ یہی
عمل سمجھ میں آیا۔ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔

ایک مرتبہ مولوی سعید بخش صاحب قادری مرحوم جو روسائے محلہ سوتھہ بدایوں
سے تھے اور خاندان حضرت اقدس کے آخر دم تک شیفتہ و فریفتہ رہے
اون کی اہلیہ محترمہ حالت حمل میں سخت علیل ہو گئیں۔ مدت حمل پوری ہو چکی
تھی لیکن بچہ پیدا نہ ہوتا تھا تمام خاندان سخت پریشان تھا۔ اطبا علاج سے
جواب دے چکے تھے۔ ڈاکٹر نے قطعی فیصلہ کر دیا تھا کہ بچہ رحم کے اندر مر چکا ہے
بغیر عمل جراحی (نشگاف) کے بچہ کا باہر آنا غیر ممکن ہے۔ ایسی حالت میں مریضہ
کی جان جانے کا بھی سخت اندیشہ تھا۔ ان مصائب جانکاہ سے مولوی
سعید بخش صاحب مرحوم کو انتہا درجہ کی پریشانی تھی۔ جب تمام تدابیر
ظاہری سے قطع امید ہو گئی تو حاضر خدمت ہوئے۔ تمام حالت عرض کی
فرمایا ہم مریضہ کی نبض دیکھنا چاہتے ہیں اور مولوی صاحب کے مکان پر
تشریف لے گئے۔ مولانا حکیم سراج الحق صاحب بھی ہمرکابی میں حاضر
تھے۔ حکیم صاحب بھی جو پہلے سے معالج تھے یہ قیاس قائم کر چکے تھے کہ
شاید بچہ رحم مادر میں فوت ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر کو بھی بلوا گیا۔ ڈاکٹر نے آپکے
سامنے بھی اپنی وہی رائے ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں کی رائے

صحیح نہیں ہے۔ بچہ بفضلہ زندہ ہے۔ رحم کے اندر پھوڑا ہو گیا ہے جسکی وجہ سے باہر آنے میں دشواری ہے یہ فرما کر حکیم صاحب سے کہا کہ آپ نے غالباً اب فلاں فلاں ادویات تجویز کی ہونگی۔ گویا حکیم صاحب کی طرف سے خود ہی ادویات تجویز فرمائیں اور اپنے سامنے دوا پلا کر مولوی سعید بخش صاحب اور حکیم صاحب سے فرمایا کہ فوراً باہر چلو اور جلدی سے مکان سے باہر آئے۔ ہنوز دروازہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ جیتا جاگتا بچہ پیدا ہو گیا اور پھوڑے سے مواد فاسد بھی خارج ہوا۔ وہ بچہ خدا کے فضل سے اب بوڑھا ہونے کو آیا اور بہت سے اپنے بچوں کو اور اپنی اولاد کی اولاد کو گہوارہ ریاست میں کھلا چکا۔ یہ سارا واقعہ میرے عم طریق جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری کی ولادت کا ہے۔

غرض اسی طرح اگر آپ کے روزانہ کے واقعات پر نظر ڈالی جائے تو ہزاروں ایسے واقعات معلوم ہوں گے جس سے عقل انسانی عاجز ہے۔ اور سیکڑوں عجیب وغریب قصے صرف آپ کے کمالات طبیہ کے متعلق مشہور ہیں دراصل آپ صاحب تاثیر تھے جو زبان سے کہدیا وہ ہو کر رہا۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمتہ نے ایسے ہی باکمال حضرات کی نسبت مثنوی شریف میں فرمایا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مردوں کو زندہ کرنا۔ مردہ دلوں کو حیات جاوید عطا کرنا۔ خاصان خدا کے دست تصرف میں شان قدوسی کی طرف سے دیدیا گیا ہے۔

علائق دنیوی

بنارس سے سلسلۂ تعلق ترک کرکے جب پھر آپ وطن تشریف لائے اور آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چار دیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کی علمی سبزہ زاروں کی گلگشت شروع کی۔ حکام وقت اور والیان ملک نے قدردانی اور مرتبہ شناسی کے اظہار کے لیئے دست طلب بڑھانا شروع کردیئے اور آپکی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام رسی کے لیئے مانگنا چاہا۔ آپ نے کچھ دنوں محکمہ افتا (جو اوس وقت گورنمنٹ میں قائم تھا اور بطور مفتی کے علما کو عہدہ دیئے جاتے تھے) کو اپنے کلک انصاف جو کی روشنائی سے فروغ بخشا۔ اسی دوران میں ریاست دکن سے محکمہ قضا کی صدارت کا حکم آیا آپ نے اول الذکر صیغہ سے دست بردار ہوکر ریاست کو روانگی کا تہیہ کرلیا مگر بعد مسافت کے لحاظ سے وہاں بھی جانا پسند نہ فرمایا اور حاکم ضلع کو اپنی کچہری میں عہدہ جلیلہ سرشتہ داری کے لیئے کسی معزز و ممتاز فائق الاقران وعلم کی تلاش ہوئی۔ ضلع بھر میں اس قابلیت کا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہر پھر کر آپ پر ہی نظر پڑتی تھی۔ آخر بکمال اصرار آپ کو رضامند کیا گیا۔ اس وقت ضلع کا صدر مقام سہسوان تھا۔ جہاں اب تحصیل و منصفی کی دو کچہریاں موجود ہیں۔ آپ بدایوں سے سہسوان تشریف لے گئے۔ اور غالباً ساڑھے تین سال تک آپ نے جوہر ذاتی سے حکام وقت کو اپنا گرویدہ لیاقت بنائے رکھا۔ شیخ محمد افضل بدایونی آپ کی نیابت میں کام کرتے تھے۔ جب تک آپ سہسوان اس سلسلہ میں قیام پذیر رہے۔ خوان کرم ہمیشہ کشادہ رہا۔ صبح سے شام تک باورچیخانہ گرم رہتا تھا مطبخی کو حکم تھا کہ جس وقت کوئی اہل وطن صادر و وارد ہو اوس کو فوراً کھانا کھلایا جائے۔

اہل معاملہ اہل قرابت کو جو کثرت سے روزمرہ تصفیہ مقدمات کے لیے سہسوان جاتے آتے رہتے تھے بلا تکلف آپ کے یہاں مقیم رہتے اور مہمان ہوتے۔
پوری تنخواہ مصارف مہمان نوازی میں صرف ہو جاتی۔ بعض اوقات خرچ کیلئے مکان سے بھی کچھ طلب کر لیا جاتا۔ درس و تدریس کا سلسلہ وہاں بھی برابر جاری رہتا اکثر سہسوانکے علم دوست شرفا کو آپسے اور آپکے تلامذہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور جب آپنے اس سلسلہ سے بھی قطع تعلق کیا۔ مدرسہ عالیہ میں مستقل طور پر حلقہ استفادہ کا اجرا فرمایا۔ برابر اہل سہسوان تحصیل علم کی دھن میں بدایوں آتے رہتے اور حضرت تاج الفحول اور مولانا فیض احمد صاحب کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔ مشتاقانہ سیاحی میں جب زیادہ تر قیام حیدرآباد دکن میں (جہاں کی باطنی خدمت سرکار غوثیت مآب کی جانب سے آپ کے سپرد تھی) ہوا۔ نواب آصف جاہ خلد مکانی اور تمام امرار و اراکین ریاست کو آپسے عقیدت و ارادت ہوئی آپ کے مصارف کے لیے عالیجناب نواب محی الدولہ بہادر خاص صاحب حضور نظام سابق جنت آشیانی نے کوشش کر کے ستر روپیہ یومیہ مقرر کرائے لیکن اوسی زمانہ میں چند مریدین حضرت زبدۃ العرفا حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجادہ خانقاہ خیرآباد تقرر یومیہ کی کوشش اور فکر میں تھے۔ اکثر قائز خدمت ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو مغموم و کبیدہ خاطر دیکھ کر اپنی علو ہمتی سے اوس یومیہ میں سے چھ روپیے یومیہ ان کے نام فرما دیئے اور مستقل طور پر خانقاہ خیرآباد کے لیے یومیہ منتقل کرا دیا۔ اس وقت سے یہ یومیہ اب تک گیارہ روپیہ روزانہ کے حساب سے ریاست فرخ نبا و حیدرآباد سے برابر جاری ہے۔ جس کی تعداد سرکاری سکہ سے دو سو ساٹھ روپیہ ماہوار کے قریب ہوتی ہے۔

ذوقِ عرفاں

منزلِ قرب کے خلوت نشین نورانی وجود حریمِ قدس کے پردہ بردار روحانی ہستیوں والے جب عالمِ ارواح سے گلشنِ امکان کی گلگشت کے لیے بھیجے جاتے ہیں ازل بادۂ الست کے تند و تیز ساغر میخانۂ قدم کی وحدت نگار کشتیوں میں سجا کر ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں یہ حدوث پسند متوالے مینائے حقیقت اساس کی سج دھج سے آنکھیں ملاتے ہی کیف بیخودی سے مخمورِ ذوقِ حق شناسی سے سرشار ہو کر ترنگ خمار میں ساقیٔ ازل کا طواف کرتے ہوئے قالو بلیٰ کے خوش آیند ترانے عشاق آفریں لے میں گانے لگتے ہیں۔ اس کے بعد تنزیہہ کے نزہت محل سے تشبیہہ کے شبہات افروز تماشا گاہ میں آتے ہیں خلوتِ وحدت کی فرد ادائیں جلوتِ کثرت کی نیرنگ سازیاں رفتہ رفتہ دل سے محو کرنا شروع کرتی ہیں۔ لیکن جلوۂ وجوب کی دلکش تجلیاں محفلِ امکاں میں درخشاں ہو کر ان وار فتادگانِ جادۂ مقصود کو اپنی کشش نورانیت سے اپنی طرف کھینچتی ہیں کبھی فانوسِ خیال میں اللہ نور السموات والارض نے تصور کو پیکرِ تصدیق بنا کر چکر میں ڈالا جاتا ہے۔ کبھی نحن اقرب کے پھول تارِ رگ جاں میں پرو کر گلے کا ہار بنائے جاتے ہیں۔ کبھی۔ فی انفسکم افلا تبصرون کہہ کر پائے نظر کو جولاں گاہ تصور میں رستخیز کیا جاتا ہے۔ مشعلِ ہدایت کی اس انوکھی جلوہ ریزیوں سے روشنی پانے والے عینکِ بصارت کو دیدۂ بصیرت سے دور کر کے سر بہ گریباں ہو ہو کر اپنے ہی وجود میں واجب الوجود کی تلاش کرتے ہیں۔ پردہ بر انداز قلب چھپ چھپ کر ضمیر سے کہتا ہے کہ اے محیطِ امکان کے چکر لگانے والوں نقطۂ وجوب تک رسائی محال۔ اگر ان کنتم تحبون اللہ کے احاطہ میں صورت پرکار گشت لگا نیکی

تمنا ہے۔ فاتبعونی کہنے والے کی گردش ابرو پہ چلو اوس کے دائرہ اتباع میں
داخل ہو مرکز حقیقی حلقہ چشم بن جائے گا۔ اگرچہ تمہارے پیشتر الطرق الی اللہ
بعدد انفاس الخلق کہہ کر ظاہر کر چکے ہیں کہ جادہ مقصود (منزل قرب الٰہی) کی راہیں
انفاس خلق کی طرح کثیر التعداد ہیں تاہم اس دائرہ سے مرکز تک ہر راہ صورت
قطر صراط مستقیم ہی نظر آئے گی اب یہ حلقہ بگوشان صاحب قوسین منزل اوّل
یعنی طریق اخیار کو اپنے پائے ثبات و قدم استقلال سے طے کرتے ہیں۔ صوم
وصلوٰۃ کی پابندی۔ حج و زکوٰۃ کا ممکن الوقوع اشتیاق راحت جان مراد
ہوتا ہے۔ کبھی جہاد نفس کی طرف حوصلہ مند طبیعت جدوجہد کرتی ہے۔ کبھی تلاوت
قرآن عظیم ان کا روح پرور معمول ہوتا ہے۔ لیکن عجلت پسند جوش طلب تاخیر
مقاصد کے ناقابل برداشت عشوہ انداز کا شکار رہوتا ہے۔ فائز المرام ہونے کے
لیئے مدتوں محو انتظار رہنا پڑتا ہے۔

دوسری راہ یعنی طریق ابرار کے اختیار پر خود رفتہ تمنائیں مچلتی ہیں ولولہ انگیز ارمان
اس راہ پر بھی لگا لاتے ہیں۔ اخلاق ذمیمہ سے نفرت۔ خصائل حسنہ سے
رغبت ہونے لگتی ہے۔ دل بیار و دست بکار معیار طلب بنتا ہے۔ مجاہدات
وریاضات کی تجلی خیز شعاعیں باطنی تاریکیوں کو نیست و نابود کر کے دل کو
بقعہ نور بناتی ہیں۔ تزکیہ نفس سے دل میں جلا پیدا ہوتی ہے۔ لیکن معراج کمال
اور افق اتصال کی بالائی منزل اب بھی مافوق النظر معلوم ہوتی ہے۔ لذت
قرب اور ذوق اتصال لمحہ لمحہ ترقی کرتا ہے جوش طلب کبھی نچلا نہیں بیٹھنے دیتا
ہر وقت دامان آرزو بڑھا بڑھا کر شاہد حسن آفریں سے متاع وصل کے لیے حسن
تقاضا کرتا ہے۔

منزل قرب کی تیسری راہ یعنی حجلہ وصال میں جس کو طریق عشاق کہئے۔ رسائی
کے وسائل ڈھونڈھے جاتے ہیں۔ باطنی جذبات ادبھار ادبھار کر از خود اس
طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ لیکن جلال بارگاہ اور شان جبروت دور ہی سے چون

دکھاتی ہے۔ پائے ہمت لغزش میں آگر عصائے شیخ کا سہارا ڈھونڈھتے ہیں۔
اسی کا نام تلاش مرشد کامل رکھا گیا ہے۔ ہزاروں باکمال منزل مقصود پر پہنچ کر
اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کو اسی پاک طریق کی تعلیم دیتے چلے گئے کہ مسند
تقرب کی حاشیہ نشینی بتیر غاشیہ برداری شیخ طریقت ہرگز ممکن نہیں۔
اس مختصر تمہید سے میرا مدعا یہ نہ تھا کہ میں اصول تصوف کو فروغ تحریر کا باعث
ٹھہراؤں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اتنی سی بات اہل نظر کے پیش نگاہ ہو جائے
کہ خاصان خدا کے مراتب کس طرح بتدریج رفعت و علو کے منازل طے کرتے
ہیں انھیں اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جب حضرت مولانا کے وقائع سابقہ پر
غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ آپ کی ابتدائی حالت طریق اخیار سے بالکل مشابہ
تھی۔ روزہ نماز کی پابندی کے لیے صرف اسی پر قیاس کر لینا کافی ہے کہ آپ
کس بابرکت خاندان کے نونہال تھے۔ کن خدا رسیدہ ہاتھوں کو آپ کا
گہوارۂ تربیت بنایا گیا تھا۔ حج و زکواۃ کی ادائیگی کے لیے ابھی قدرت نے
وقت مقرر نہ فرمایا تھا۔ جہاد نفس طلب علم کی مستی نے جیسا کچھ آپ سے کرایا
وہ عالم آشکارا ہے بارہ برس کی عمر کو دیکھیے اور پیادہ پا سفر دور و دراز پر نظر
کیجیے۔ اگرچہ اوس وقت آپ کا منتہائے نظر خاص حصول قرب الٰہی نہ تھا۔
تاہم ذات الٰہی کا علم حاصل کرنا صفات نامتناہی کی معلومات بہم پہنچانا منشاء
حصول کمال ضرور تھا اسی طرح طریق ابرار میں جب آپ کی طرف نظر اوٹھتی ہے
ایک طرف تو علائق دنیوی کے خارزار میں آپ کے دامن کو الجھا ہوا دیکھتے
ہیں تو دوسری طرف باوجود تعلقات کے لذائذ دنیوی سے آپ کو بیگانہ محض
پاتے ہیں باہمہ ہو کر بے ہمہ ہونے کی شان بندہ ہو کر باخدا ہونے کی آن
ہر پہلو سے آپ کی پابند اداؤں میں نکلتی ہے۔ فقراء کی اعانت غرباء کی دستگیری
اعزا کا خیال احباب کی دلجوئی۔ درماندوں کی امداد۔ بیکسوں کی نازبرداری
حاجتمندوں کی حاجت براری امرا سے علیحدگی عمائد سے جدائی۔ فاسق و فاجر سے

نفرت۔ اخلاق کے چمکتے ہوئے جوہر ہیں۔ اسی کا نام خصائل حسنہ رکھا گیا ہے
غیبت و ریا۔ تملق و تکبر افعال ذمیمہ کے چار عنصر مکر و فریب کذب و افترا
خود داری و خود ستائی۔ اعمال شنیعہ کی شش جہات جو ان سے بیگانہ
و بیزار وہی مقبول روزگار خدا کا فضل عظیم کہ آپ کی ذات گرامی صفات جہاں
شمائل جلیلہ و خصائل جمیلہ کا عطر مجموعہ تھی وہاں اطوار رذیلہ اور حرکات
ناپسندیدہ کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ کہنے کو ملازمت کا حیلہ حوالہ تھا مگر در اصل اس
پردہ میں آپ کا امتحان ہونے والا تھا۔ پابند علائق ہو کر آزادانہ عبادت و
ریاضت میں مشغول ہونا جس قدر دشوار ہے وہ جاننے والوں سے پوشیدہ
نہیں۔ مگر بحمد للہ کہ آپ نے اس حالت میں بھی وہی کر دکھایا جو اکابر متقدمین
ہی کا کام تھا۔ آخر جانچ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ جذبات روحانی نے
دل میں گدگدی پیدا کی ذوق حقیقت شناسی نے ارمانوں کو بھڑکایا۔ منچلی
تمنائیں ترقی کے سبزہ زاروں میں ہوا کھانے کی آرزو مند ہوئیں۔ آتش
عشق آہوں سے شرربار ہونے لگی۔ منزل قرب تک پہونچنے کی خاطر ذکر و
اشتغال مجاہدہ و ریاضت کو واسطہ وسیلہ بنا کر ہر طرح سلسلہ جنبانی کی نہ علم و
عمل کی کمندیں بام تقرب تک پہونچا سکتیں نہ تقویٰ و ریاضت نے حریم قدس
تک رہبری کی۔ آخر طبیب حاذق تھے حکمت الٰہیہ کے راز کو سمجھ گئے کہ ورزش
جسمانی جس طرح بدن کی تر و تازگی کا سبب ہے اسی طرح کثرت ذکر و شغل
روح کو تازہ کرنے کا ذریعہ۔ جس طرح بے احتیاطی بدپرہیزی امراض جسمانی
کے لیئے باعث ضرر۔ اسی طرح مشاغل و اذکار میں بے قاعدگی و بے اصولی
سے روحانی مضرت کا خطر۔ جس طرح امراض جسمانی کی خاطر طبیب فاضل کی
ضرورت یوں ہی امراض روحانی کے لیئے معالج کامل کی حاجت۔ تصور
کی رہبری سے یہی نسخہ اپنے ازالہ امراض کے لیئے تجویز کیا گیا کہ اب گھر چلکر
(جس طرح مریض ہمیشہ اپنے مزاجداں طبیب کے پاس دوڑتا ہے) اپنے

اپنے روحانی رہبر کامل سے رجوع کیجیئے والد بزرگوار سے زیادہ (جو اس وقت مسند تقرب کا اکیلا تاجدار تھا) اور کون واقف کار ظرف شناس ہو سکتا ہے۔ اسی خیال نے ایک مستانہ بیخودی اور نیازمندانہ ذوق ارادت کے ساتھ آستانہ شیخ پر پہونچا یا۔ اس سے قبل بھی کئی بار اظہار مدعا ہو چکا تھا مگر نظر کرم ملتفت ہو ہو کر رک جاتی تھی۔ ایکی مرتبہ بے تابانہ اصرار کے ساتھ عرضداشت پیش ہوئی۔ والا اقدس کی مہر بھری نگاہیں بیٹے کی سعادتمند جبین نیاز پر پڑتے ہی تاڑ گئیں کہ اس مرتبہ طلب صادق کا جوش ہے۔ زبان کا کام چشم سخن گو نے کیا تحریر چشم بیعت موزوں بنکر پیش نظر ہو گئی۔ آپ بھی سمجھ گئے کہ شیخ کی چشم سخن گو کھلے لفظوں میں پکار رہی ہے کہ ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں

ایں خیال است و محال است و جنوں

ادھر شیخ نکتہ داں شناس آستانہ بوس جو پہلے سے آگاہ کر دیے گئے تھے آپ کو تسکین آمیز الفاظ میں سمجھانے لگے اور صاف طور پر منشاء شیخ سے ظاہر کر دیا کہ جب تک یہ تعلقات دنیوی آپ کے دامن سے وابستہ ہیں کمال باطنی میں کمال حاصل ہونا دشوار ہے آپ نے اسی وقت ملازمت سے ترک تعلق کرنے کا مصمم ارادہ فرمایا۔ استعفاء دے کر خدمات سرکاری سے سبکدوشی حاصل کی اس کے بعد ہجوم شوق اور کمال عقیدت سے طریقہ انیقہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد بزرگوار امام الاولیا شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق قادری رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ کے دست خدا پرست میں ہاتھ دے کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اس سلسلۂ عالیہ کے مشائخ کرام اوّل مرید صادق کو وضو تازہ سے ادائے نوافل کی ہدایت فرماتے ہیں کم از کم دو رکعت نماز نفل جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھی جاتی ہے ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے طالب بیعت تاوقتیکہ شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ پہونچے نوافل کے بعد خاموش صورت شیخ کے تصور میں مشغول رہتا ہے جس وقت بیعت کے لیے شیخ کا دست تصرف مرید کے ہاتھ میں پہونچتا ہے۔ کلمۂ

طیبہ کے ساتھ تجدید ایمان کرائی جاتی ہے۔ اوس کے بعد تمام معاصی و جرائم سے باقرار لسان و تصدیق قلب تین بار توبہ کرائی جاتی ہے۔ توبہ کے بعد کلمات دعائیہ جو شیخ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ مرید بھی اپنی زبان سے اون الفاظ کا اعادہ کرتا ہے۔ اب خاص وقت آتا ہے کہ شیخ کی باطنی توجہ مرید کے قلب کو گرماتی ہے تین مرتبہ شیخ کی توجہ کا اثر مرید کے جذبۂ صادق کو ابھارتا ہے۔ توجہ کے بعد شیخ کی جانب سے ایجاب اور مرید کی جانب سے قبول کے کلمات تین تین بار ادا ہوتے ہیں۔ اگر مرید تنہا ہے تو اسی وقت اور اگر جماعت ہے تو فرداً فرداً ہر شخص سے ایجاب وقبول کے بعد صرف ایک بار شجرۂ طیبہ پڑھایا جاتا ہے۔ شیخ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں سب مرید اپنی اپنی زبان سے ان کو دہراتے ہیں اوس کے بعد فاتحہ کی شیرینی تعظیم وادب کے ساتھ مرید خاص طور پر شیخ کے ہاتھ سے اپنے اپنے دامنوں میں کھڑے ہو کر لیتے ہیں۔ اسی انداز پر جس وقت حضرت مولانا اپنے دست طلب کو شیخ کے دست کرم ریز میں دیا۔ پہلی ہی توجہ میں خزائن معرفت سے مالا مال ہوگئے۔ انوار الٰہی سے قلب روشن آئینہ حریم قدس بن گیا۔

ظرف عالی اگرچہ بہت کچھ وسعت پذیر تھا لیکن شیخ کی شان کریمی کے سیلاب عظیم کو نہ روک سکا۔ دوسری اور تیسری توجہ نے عروس حقیقت کی بے نقاب رونمائی کرا کر نہ صرف دارفتۂ جمال ہی بنا دیا بلکہ وادی ایمن کا عالم نظروں کے سامنے پھر گیا۔ بیخودی اور مدہوشی نے دامن کھینچا۔ سراپا کا ہوش باقی نہ رہا۔ جذب کی حالت طاری ہوگئی۔ شجرہ پڑھتے پڑھتے حالت متغیر ہونے لگی۔ بیعت سے فراغ کے بعد رنگ نیرنگی نے رنگ جمایا۔ نگارخانۂ عالم کی رنگ رلیاں بے لطفی و بیرنگی کی رنگت میں ظاہر ہو ہو کر نگاہوں سے گر گئیں۔ کچھ دنوں شیخ کے تازنگاہ سے دامان قبانی چولی دامن کا ساتھ رکھا نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے مگر جذب کی ولولہ خیز ترقیاں گریباں گیر تھیں۔ ان سے گلو خلاصی نہ ہو سکی

آخر گھر کو خدا حافظ کہہ کر جس طرف کو منہ اوٹھا چلدیئے - عرصہ تک یہی حالت رہی
بجز اوقات نماز ہر وقت ماسوا سے بیخبری رہتی تھی - بیخودانہ مستی کی دھن میں
خدا معلوم کہاں کہاں کی سیاحی کی کس کس جگہہ قیام کیا - مختلف اشخاص نے مختلف
رنگوں میں آپ کو مستغرق ریاضت پایا نفس کشی کے لیئے سخت سے سخت مجاہدات
آپ نے کئے - متقدمین کے انداز ریاض جو کانوں سے سنے تھے - دیکھنے والوں
نے اپنی آنکھوں دیکھے - کبھی لذت بادیہ پیمائی سے حلاوت پائی - کبھی دامن
کوہ سے دامن باندھ کر چلہ کشی فرمائی - بارہ سال تک اسی طرح اسمائے
جلالی و جمالی کے اشغال میں محو رہ کر منازل تلوین کو طے کیا - مسند تمکین پر جلوہ
افروز ہوئے - سیر فی اللہ کی محویت آخریں شاہراہ میں رسائی ہوئی - بیخودی نے
کام بنایا - نسبت چشت غالب آئی ہند الولی کی سرکار سے سند ولایت
کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت نے آپ کو بالکل اپنی طرف متوجہ کر لیا -
کشاں کشاں آپ دربار دربار حضرت قطب صاحب پر حاضر ہوئے - آستانہ
بوسی کی تہ میں راز کمال پائی اور سر کامیابی مضمر تھا - یہاں صبغتہ اللہ کی
رہی کا وہ چوکھا رنگ آپ پر چڑھا کہ بالکل رنگ گئے حالت جذب نے تنزل
کیا - سکر کی کیفیت سکون طبیعت کا سبب ہوئی - نعمت باطن اور دولت
عرفان کے ان گنت خزانوں سے جھولیاں بھر لیں - چند روزہ حاضری میں
برکات بیکراں کے علاوہ طے الارض کا خصوصی تمغہ عطا ہوا - جس نے سیر وادی الارض
کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا - انھیں ایام میں ایک بزرگ صاحب دل سے
ملاقات ہوئی باشارہ روحانیت حضرت دستگیر عالم رضی اللہ تعالےٰ عنہ
اونھوں نے ایک خاص درود شریف کی جو معمولات خاندان حضرت سید آل حسن[1]

---

[1] حضرت سید آل حسن رسول نما علیہ الرحمتہ دہلوی - آپ ہندوستان کے دور آخر میں نہایت

رسول نما دہلوی سے ہے اور قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر کی اجازت دیکر آپ کے اوراد میں داخل فرمایا

شعر[۲]

هو الحبيب الذى ترجى شفاعته لكل هول من الاهوال مقتحم

اس ورود شریف کی کثرت اور اس مبارک شعر کی برکت سے نوشاہ کون و مکاں عروس مملکت رانیہ جان جہاں جانان عالم حضور رحمت للعالمین روحی لہ الفداء کے نظارہ جمال باکمال سے چند بار مشرف ہوئے اور اس واقعہ کا مفصل تذکرہ آیندہ مکتوبات میں خود حضور اقدس کی زبان قلم سے ناظرین کے گوشگذار ہوگا۔ پہلی بار طالع بیدار نے اس انداز سے دربار پرانوار میں باریابی کا اعزاز حاصل کیا کہ حضور پرنور کو چاہ زمزم پر جلوہ افروز پایا۔ خود کو بھی خوبی قسمت سے وہیں حاضر دیکھا چاہ زمزم کا پانی جوش کھا کر اوپر آتا معلوم ہوا۔ آپ پانی کو اپنی ہاتھوں میں لیتے اور نکال دینے میں مشغول نظر آئے۔ رخسارہائے مبارک اس درجہ تجلی خیز ہیں کہ نگاہیں فروغ نور سے خیرہ ہوتی ہیں۔ دوبارہ لذت حضوری کا لطف اس آن بان سے حاصل ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ

صاحب کشف و کرامات بزرگ گذرے ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ محمد مقیم حجرہ والے سے شرف بیعت و خلافت حاصل تھا۔ آپکی نسبت دربار نبوت میں اس درجہ قوی تھی کہ جو شخص آپ سے بیعت ہوتا تھا پہلی ہی شب میں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا ۱۱۰۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ اویس ثانی و محبوب ابرار مصرعہ تاریخ وصال ہے خزینۃ الاصفیا میں جو قطعہ تاریخ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

زدنیا بزدوں چوں بجنت رسید حسن پیر لحت دل پنجتن
بگو پیر فیاض تاریخ او رقم کن دگر تاج اشرف حسن

[۲] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محبوب ہیں کہ ہر سخت مصیبت میں آپ کی شفاعت امید کیجاتی ہے

وسلم ایک جگہ جلوس فرما ہیں۔ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں خود کو بھی محو آمد و رفت پایا۔ لیکن واپسی کے وقت یہ محویت اس درجہ بیخودی کو پہونچی کہ سات بار حضور کا طواف کیا۔ تیسری بار کی رویت میں تجلیات رحمت العالمین کرم نے نئی سج دھج دکھائی ذوق تکلم اور عزت مخاطبت سے سرافرازی حاصل ہوئی حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی شعر قصیدہ بردہ شریف کا تلاوت فرماتے ہوئے پایا اور بکمال شان کرم ارشاد ہوا کہ قصیدہ بانت سعاد مصنفہ کعب رح کا ایک شعر بھی خوب ہے وہ بھی پڑھنا چاہیئے اور خود حضور اکرم روحی لہ الفدا نے اس پاک شعر کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرما کر اوسکے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن حضرت اقدس جب بیدار ہوئے یہ شعر ذہن مبارک سے اتر گیا۔ جی تڑپ کر رہ گیا۔ انقباض روح ہونے لگا کسی طرح کشود کار نہیں ہوئی۔ فوراً عریضہ خدمت شیخ میں یعنی حضرت والد بزرگوار کی جناب میں حاضر کیا۔ اوس شعر کو دریافت کیا قصیدہ بردہ شریف کی خاندانی معمولات کے مطابق اجازت چاہی۔ یہاں آئینہ قلب پر پیشتر ہی سے یہ تمام واقعات عکس افگن ہو ہو کر رونما ہو چکے تھے۔ تقاضائے ہمت عطا پاشی کے لیئے طلب صادق کا منتظر تھا۔ جب یہ عقیدت آفریں طلب نامہ لگا ہوں سے گذرا اکرام و انعام کی بچھا ور ہوئی سلاسل خمسہ قادریہ۔ چشتیہ سہروردیہ۔ نقشبندیہ۔ مداریہ کی اجازت معہ تمام معمولات خاندانی و سند خلافت کے دربار شیخ سے مرحمت فرمائیگی۔ تکمیل مراتب کے بعد مدارج تقرب میں جتنا جتنا غنود اتصال ہوتا جاتا تھا اسی قدر دربار نبوت کی حاضری کا شوق دل کو ابھارتا تھا۔

سفر حجاز

۱۲۵۵ھ قدسی ہیں سالہا سال کی ریاضت شاقہ کے بعد اوسی جذب وبیخودی کے عالم میں آستانہ حضرت قطب صاحب علیہ الرحمتہ نے حج کا احرام باندھ کر پیادہ پا تنہا سفر کر دیا۔ دہلی سے روانہ ہو کر دار الخیر یعنی دربار اجمیر میں حضرت سلطان الہند غریب نواز کی حضوری سے مشرف ہو کر فیوض و برکات کی بیش بہا نعمت بطور زاد راہ سلطان غریب نواز کی بارگاہ سے حاصل کی۔ یہاں سے بھی اوسی مستانہ دھن میں احمد آباد گجرات ہوتے ہوئے سورت میں ہمہ تن نور کی صورت داخل ہوئے۔ راستہ بھر خاصان الٰہی کی پاک روحیں اپنے اپنے مقام پر آپ کو برابر نوازتی رہیں۔ ہر جگہ سے دامن بھر بھر کر باطنی دولت عطا کی گئی۔
دہلی سے صورت تک پیادہ پا سفر کرنا کوئی آسان بات نہ تھا۔ بعد مسافت کا خیال کیجیے۔ راہ کی دشواریوں کو سوچیے۔ بہت سے دریا۔ پہاڑیاں جنگل وغیرہ کی طرف نظر دوڑائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ تن تنہا محض ایک شخص کے لیے کس قدر خطرناک سفر تھا۔ لیکن آپ کو ہر وقت آپ کی ہمت وارادت لا تحزن ان اللہ معنا کی حوصلہ بخش آیت پڑھ کر سنا دیتی نہ کچھ خوف تھا۔ نہ ہراس چھ مہینہ کا سفر با وجودیکہ راہ میں آستانوں پر قیام۔ اولیاء کرام کی زیارت کا اہتمام ملحوظ نظر تھا۔ پھر بھی صرف سترہ دن میں طے فرمایا۔ سورت میں جس وقت آپ کی اس وضع سے تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی خدائی بھر کی نگاہیں حیرت و استعجاب کے ساتھ آپ پر پڑنا شروع ہوئیں۔ بکثرت لوگ دامن دولت سے وابستہ ہونے لگے۔ چونکہ زمانۂ حج بالکل قریب آگیا تھا۔ اس لیے لوگوں کی مشتاق آرزوئیں آپ کو روکنے میں ناکام رہیں۔
سورت سے بذریعہ جہاز خورد بادبانی آپ نے سفر کیا۔ یہ جہاز بھی خلاف معمول بہت ہی قلیل عرصہ میں منزل مقصود تک پہونچ گیا اور جدہ میں جا کر

لنگر انداز ہوا۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک اگرچہ اونٹ کرایہ پر کرلیا گیا تھا۔ لیکن آپ کو پیادہ پا سفر طے کرنے کا ایک دوسرا سامان پیدا ہوگیا۔ ہمیشہ سے ہمّت عالی غربا ومساکین کی امداد واعانت کے لئے وقف تھی۔ یہاں رب کعبہ نے آپ کی مربیانہ خدمات کو ایک بیوہ عورت وتیم بچّے کی نگہداشت کیلئے مامور کر دیا۔ اس کا قصّہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ آپ حسن اتفاق سے مین پوری تشریف فرما ہوئے وہاں آپ کے شاگرد رشید جناب شیخ جمال صاحب مرحوم نے جو حکومت کے معزز عہدہ پر فائز تھے۔ کمال خلوص اور نیازمندی کے ساتھ اپنے مکان پر قیام کے لیۓ اصرار کیا۔ شب کو اپنے ملازمین سے ایک نوجوان شخص کو آپ کی خدمت کے لیۓ منتخب کرکے حکم دیا کہ وہ شخص غودمعہ دیگر ملازمین کے رات بھر پنکھا کرنے پر مامور رہیں اور یکے باددیگرے نوبت بہ نوبت بدلتے رہیں۔ مگر یہ نوجوان شخص ہی جب سے آپ شیخ صاحب کے مکان پر رونق افروز ہوئے، خودبخود محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت کو کمال سعادت سمجھتا رہا۔ شب کو سب سے اوّل خوشی خوشی حاضر خدمت ہوا اور اُس خدمت میں کچھ ایسا مستغرق اور محو ہوگیا کہ بالکل کسی دوسرے ملازم کو پاس نہ آنے دیا۔ یہاںتک کہ صبح ہوگئی۔ تہجد کے وقت بھی وضو کے پانی وغیرہ کا انتظام کیا۔ جب نماز فجر کے لیۓ اول وقت سے آپ مسجد کو تشریف لیگئے تو یہ شخص ضروریات سے فارغ ہونے کے لیۓ مکان کو گیا۔ رات کو مکان نہ آنیکا سبب اوس کی والدہ سے دریافت کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ہمارے شیخ صاحب کے وطن سے ایک بڑے بزرگ عالم حاجی حرمین تشریف لائے ہیں اون کی خدمت میں میرا جی خودبخود ایسا لگا کہ بالکل جدا ہونے کو طبیعت نہ ہوئی۔ رات بھر انھیں بزرگ کی خدمت بسر ہوئی اور ابھی پھر جارہا ہوں۔ لڑکے کی یہ تقریر سنتے ہی ماں کی حالت بدلی چہرہ پر عقیدت آگیں رنگ اوڑ گیا۔ لڑکے سے نام اور جاۓ سکونت دریافت کیا۔ نام ونشان معلوم ہوتے ہی بیساختہ جوش رقت

اُس نیک عورت کو طاری ہوا۔ اور لڑکے کے ہمراہ خود بھی شیخ صاحب
کے مکان پر حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ جبین نیاز قدموں کی جانب جھکا کر
عرض کیا کہ حضور نے اس جوان اور مجھ ناتواں کو پہچانا۔ حاضرین نے حضرت
اقدس کو خاموش دیکھ کر عورت نے استفسار حال کیا اس وقت اُس
ضعیفہ نے اپنا واقعہ سنانا شروع کیا کہ یہ بیکس اس لڑکے کے والد کے ہمراہ
حج کو گئی تھی۔ جہاز میں شوہر بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ بچہ شیر خوار تھا۔ جب
جدّہ میں جہاز سے مسافر اوتر کر مکہ مکرمہ کو روانہ ہونے لگے۔ میں اُس بچّہ کو
گود میں لیئے ہوئے پیادہ پا اُس مقام پر پہونچی جہاں اونٹ جمع ہوتے ہیں
بیکسی کا سفر۔ شوہر کے مرنے کا غم۔ زادِ راہ کچھ پاس نہ تھا۔ اسی عالم یاس میں
یہ سونچ کر کہ قافلے آتے جاتے ہیں۔ شاید کوئی خدا کا نیک بندہ بچّہ کے حال پر
ترس کھا کر اسکو اوٹھا لے۔ اس ضعیفہ نے بچّہ کو ایک پتھر پر لٹا دیا اور خود
قافلے کے پیچھے ہو لی۔ لیکن ماں کی محبت کب پیچھا چھوڑنے والی تھی تھوڑی
دور چل کر پھر واپس آئی بچّہ کو گود میں اوٹھایا۔ آنکھیں اشکوں سے پُر آب
ہو گئیں۔ آسمان کی طرف دیکھا اور بیساختہ آہ نکل گئی۔ پھر بچّہ کو خدا حافظ کہکر
چٹان پر لٹایا اور جی کڑا کر کے مکّہ معظمہ کی راہ لی۔ تھوڑی دور پھر چلی اور پھر
لوٹ آئی۔ یہی اتفاق کئی بار رہا۔ اسی اثنا میں حضور اقدس کی نگاہ پڑی
بچّہ کا پتھر پر بلکنا۔ عورت کا بیقرار ہو ہو کر بار بار آنا جانا دیکھا۔ شانِ کرم اور
جوش شفقت کی لہریں دل میں دوڑ گئیں ضعیفہ عورت سے فرمایا کہ مکہ معظمہ
تک یہ اونٹ جائیگا تم معہ اپنے بچّے کے اونٹ پر آرام و اطمینان سے بیٹھ کر چلو۔
بیوہ عورت اور یتیم بچے کی اس طرح دستگیری فرمائی خود بدولت پیادہ پا
روانہ ہوئے مکہ معظمہ پہونچ کر مقصود اصلی یعنی شرف حج سے فارغ ہو کر مدینۃ الرسول (صلعم)
کی حاضری کا قصد کیا۔ قافلہ کے ساتھ آپ کا اونٹ بھی روانہ ہوا آبادی سے
باہر نکل کر معلوم ہوا کہ ایک شیر خوار بچّہ زمین پر پڑا ہوا ہاتھ پیر مار رہا ہے۔

آپ کو فوراً خیال آگیا اونٹ سے اوتر کر بچّہ کے قریب آئے معلوم ہوا کہ وہی بچّہ ہے
آپ نے بچّہ کو گود میں اوٹھا لیا اوس کی ماں کو قافلہ میں تلاش کر کے بلوایا اور پھر نہایت
محبت و شفقت کے ساتھ اپنا اونٹ عورت کو مرحمت فرمایا اور خود پیادہ روی
سے یہ سفر برکت اثر طے کیا۔ راستہ بھر جہاں بچّہ دودھ کیلئے روتا آپ راستہ
میں اگر بدوؤں کے آبادی ہوتی مکانوں پر جا جاکر دودھ فراہم کرتے۔ ورنہ قافلہ
میں جس طرح ہوسکتا بچّہ کو دودھ پلواتے۔ مکّہ معظمہ میں یہ عورت خود جماعت مساکین
میں جاکر شامل ہوگئی تھی۔ لیکن مدینہ منورہ پہونچ کر عورت کو زادراہ بھی کافی مرحمت
فرمایا۔ یہاں تک وہ عورت صحیح و سلامت مع اوس طفل شیرخوار کے اپنے
وطن واپس آگئی اور وہ بچّہ اب جوان ہوکر اس قابل ہوا تھا کہ شیخ صاحب کو
یہاں نوکری کی خدمات انجام دیتا تھا۔ حاضرین نے جب یہ واقعہ اور اس
درجہ شفقت کا حال سُنا وجد کرنے لگے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہمکو بالکل اس
واقعہ کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ مدتوں کی بات آج اس نیک بخت نے یاد دلائی۔
غرض یہ پہلا سفر دہلی سے مدینہ طیبہ تک پیادہ پا طے ہوا۔ کعبہ میں تجلیات الٰہی
کی جلوہ ریزیاں نور باطن کے فروغ کا سبب ٹھہریں۔ مدینہ میں حضور رحمت
عالم روحی لہ الفدا کی خصوصی رحمتوں سے مالامال کیا۔ دونوں جگہہ علماء مشائخ
کرام کی مجالس میں شرکت فرمائی۔ اکابر حجاز و عرب کی زیارت کی اصحاب
عظام کے مزارات سے فیض روحانی حاصل کیا اسناد حدیث دونوں
جگہوں کے اجلۂ مشائخ سے جو اوس وقت تمام بلاد عرب میں استاذ العلماء
اور شیخ وقت مانے جاتے تھے لیکر ہندوستان کو مراجعت فرمائی۔

اجازہ بردہ

آپ نے قیام حرمین طیبین میں ایک بزرگ خدارسیدہ کا جو عامل
قصیدہ بردہ شریف تھے آوازہ کمال سنا تھا۔ خاطر اقدس میں تمنائے
اجازت قصیدہ بردہ شریف بدرجہ غایت پیدا ہوگئی۔ یہ بزرگ مشائخ و
سادات بلاد حضرموت سے تھے۔ اسم شریف سیّد تھا۔ جب جہاز

سب سے زیادہ اپنے شیخ کی خدمت کی اور شیخ کی توجہ خاص سے جو اس مستیٔ عشق الٰہی میں خصوصی شان رکھتے تھے فائز المرام ہوئے۔ اگرچہ حالت جذب سبز گنبد کی ایک جھلک نے سلوک سے بدل دی تھی۔ اور طبیعت کو سکون کامل ہو چکا لیکن اب شیخ کی مقدس و نورانی صورتیں شان محبوبیت کی وہ ہوشربا مستی تھی جس کا خمار آپ کو بھی مست بیخود بنا دیتا تھا۔ اور آپ محو شوق ہو ہو کر خدمات انجام دیتے اور سعادت و سیادت کا صلہ پاتے یہاں تک کہ اسی سفر میں معین الحق کے لقب سے سرفراز فرمائے گئے ایام حج میں مشائخ حجاز جو پہلی بار آپ سے واقف ہو چکے تھے آپ کے ہمراہ آپ کے والد ماجد کی ملاقات کے لئے آتے اور برابر فیوض روحانی حاصل فرماتے جس کا تذکرہ پیشتر آچکا ہے جب مدینۂ طیبہ قافلہ پہونچا اور حریم رسالت یعنی روضۂ اقدس کی حاضری نصیب ہوئی آپ نے ایک ہاتھ میں روضہ انور کی جالیاں اور ایک ہاتھ میں دامن شیخ کو مضبوط تھام کر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ (یا رسول اللہ انظر حالنا۔ یا حبیب اللہ اسمع قالنا) (بہ سلام آمدم جو ابم دہ مرہم بر دل خرابم نہ) اے رحمت عالم جہاں تیری رحمت نے چند ہفتوں اپنے جوار رحمت میں رکھا ہے وہاں اپنے خادم در کی یہ آرزو برلا کہ تا زیست یہی بارگاہ ہو اور یہ خادم۔ اسی ولولہ انگیز جوش اشتیاق میں گردن جھکا دی قیام حرم کی تمنا میں طالب اجازت ہوئے حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے علیک بالہند کی پاک اور مبارک ندا گوش حق نیوش میں پہونچی سرکار رسالت کی اس ذرہ نوازی سے بیحد فرحت و مسرت حاصل ہوئی یہ بھی بشارت ملی کہ تنبیہ و تادیب گمراہان اشرار کی جو ہندوستان میں اہل نجد کے متبعین ہیں ضروری ہے اس بشارت کبریٰ کی تعمیل آپ نے ہندوستان مع الخیر واپس ہو کر [illegible] ہجرت با جازت اپنے شیخ طریقت حضرت

سیدی عین الحق قدس سرہ کہروں سے روانہ ہوئے تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے باقی تمام حضرات مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ اسی طرح ۱۳۲۱ھ و ۱۳۲۲ھ قدسی میں بہمراہی اعزا واقارب ظاہر طور پر حج کو تشریف لے گئے بلدین طیبین کے تمامی اعاظم واکابر حضرات آپکے کمالات کے معترف آپکے فضائل و مناقب کے مقر ہوئے۔ یہ وہ سفر ہیں جو بالکل علانیہ طور پر کئے گئے ورنہ اہل بصیرت کے نزدیک تو پہلے اور دوسرے سفر کے بعد کوئی سال ایسا نہ ہوگا کہ آپ کے اثر روحانی نے بذریعہ طے الارض آپکو حرمین شریفین کی حاضری سے باز رکھا ہو۔ اور آپ برکت حج سے فائز المرام نہ ہوئے ہوں ۱۳۲۴ھ ہجری میں سفر عراق کا قصد فرمایا جوش عقیدت نے بکمال تکریم و تعظیم بغداد شریف حاضر کرایا۔ یہ سفر بھی اگرچہ پہلا سفر تھا لیکن دربار غوثیت میں جو کچھ عزت افزائی اور سرافرازی فرمائی گئی وہ برسوں کے مشتاقان جمال کو بھی شاید نصیب ہوئی ہوگی اس سفر میں صرف حاضری آستانہ حضور دستگیر عالم رضی اللہ تعالے عنہ کی نیت کی گئی تھی جس وقت آپ دربار پرانوار میں حاضر ہوئے آپکی تشریف آوری کی خبر سنکر قطب الافراد نقیب صاحب بغداد حضرت مولانا سید علی قدس سرہ سجادہ نشین دربار مقدس خود بنفس نفیس مسند مطہر سے اٹھکر تا در دولت سرا تکلیف فرما ہوئے اور بکمال اعزاز و اکرام ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دولت خانہ فیض کاشانہ میں لیگئے اور اس سجادہ عالی پر جسکی حاشیہ نشینی کی آرزو میں نہ صرف مشائخ وقت اکابر و سر رہتے بلکہ تاج و نگین والے بھی اس سلطان دوعالم کے مسند نشینوں کی نگاہ کرم کے ہمیشہ متمنی رہتے ہیں) بٹھا کر اپنے پہلو میں جگہ دی۔ یہ اعزاز و وقار حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر رحمت کا پرتو تھا۔ ایکطرف تو یہ عزت و یکجائی ہو کہ اپنی مسند فیض کے حقیقی وارث کی برابر بٹھایا جاتا ہو دوسری جانب یہ وقار افزائی بیکرو بیجا تی ہے کہ خود بے حجاب و بے نقاب اپنے جمال جہاں آرا کی عین بیداری میں خواب کا خواب و خیال بنا کر زیارت کرائی جاتی ہے

اس کے بعد سید صاحب محو استراحت ہوئے اور آپ وہیں منتظر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ سید صاحب نے اوٹھ کر نماز ظہر ادا فرمائی اور بروقت طعام آپکو اپنی برابر بٹھلا کر کھانا کھلایا۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہی افسر جہاز کا آدمی پیغام اجل کی طرح آیا اور کہا کہ جلد چلیئے ورنہ جہاز چھوڑ دیا جائے گا۔ مجبوراً آپ نے اجازت چاہی دعائے برکت کے ساتھ سید صاحب نے آپ کو رخصت فرمایا۔ اس عجلت میں ادعیہ واسناد لکھنے کی نوبت نہ آئی دوبارہ حضرت اقدس قدس سرہ المجید کی ہمرکابی میں جب جہاز پھر اس نواح میں پہونچا آپ نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ اس طرح اجازت قصیدہ بردہ شریفہ حاصل کی تھی مگر افسوس کہ بعض ادعیہ فراموش ہو گئیں۔ حضرت اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ تاسف کی اور دوبارہ شہر میں جانے کی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں سب معلوم ہے یہ فرما کر اپنی بیاض جو ہمراہ تھی آپ کو مطالعہ کے لئے عطا فرمائی۔ آپ نے بیاض میں تمام اسناد وادعیہ حرف بحرف جس طرح سید صاحب کی زبان سے سنے تھے مطابق پائے۔ اگرچہ بے انتہا مسرت کے ساتھ کچھ شک باقی نہ رہا۔ لیکن پھر بھی یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ صرف دو مرتبہ قصیدہ شریفہ سننے کی نوبت آئی ہے۔ شاید کوئی دعا زائد از بیاض عطیہ پیر و مرشد رہ گئی ہو۔ یہاں تک کہ تیسری مرتبہ عدن میں سید صاحب کے ایک مرید سے ملاقات ہوئی۔ اون کے پاس سید صاحب کی دستخطی اجازت معہ اسناد وترکیب کے لکھی ہوئی موجود تھی۔ آپ نے جب بیاض سے مقابلہ کیا تو بالکل حرف بحرف مطابق پایا اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ اس قدر اشتیاق وتمنا کے ساتھ سرزمین حجاز میں اگرچہ خاص بات حاصل کی تھی۔ وہ بھی اپنے گھر میں موجود تھی۔ سید صاحب کا سلسلہ طریقت حضرت صاحب قصیدہ بردہ شریف رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اس قصیدہ متبرکہ کے فوائد وخواص احاطہ قیاس سے باہر ہیں چنانچہ خود فرمایا ہے

فوائد این قصیدہ مبارکہ در حصول مطالب ظاہر وباطن بے شمار۔ وبر السنہ خلق مشہور

دور رسائل ودفاتر مسطور۔ اما عمدہ آنست کہ در بر عمل از ظاہر وباطن دنیا وآخرت

قطع نظر باید نمود - خالصا لوجہ اللہ مخلصین لہ الدین باید بود بر روئے توجہ نہ تخت و سلطنت باشد نہ سوئے جنت و ولایت در حدیث آمدہ - الدنیا حرام علی اہل الآخرۃ والآخرۃ حرام علی اہل الدنیا وکلاہما حرامان علی اہل اللہ آوردہ سیوطی فی الجامع الصغیر

بمبئی جب آپ کے ورود کی خبر ہوئی عمائد شہر نے ہاتھوں ہاتھ لیا - آپ کے کمالات و تصرفات مختلف عنوان سے ظاہر ہونا شروع ہوئے - کبھی معالجہ و ادویات کی صورت میں کبھی تعویذ و عملیات کے پیرایہ میں - اس فیض عام کو دیکھ کر نامی گرامی تاجر معزز و باوقار روساء حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے - بانی جامع مسجد بمبئی کے دونوں فرزند نواب جعفر علی خاں نواب سورت - نواب بیلہ چودھری امداد علیخاں نواب اسمعیل خاں روساء گرامی قدر ضلع پونہ ساکن قصبہ کلیانی وغیرہ سب آپکے مریدین باخلاص میں تھے - ابھی آپ بمبئی ہی رونق افروز تھے کہ مکان سے خبر آئی کہ حضرت کے والد ماجد حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید معہ قافلہ عظیم الشان کے عالم ضعیفی میں بکمال غلبۂ عشق بقصد حج و حاضری دربار رسالت وطن سے روانہ ہوکر ریاست بڑودہ تک تشریف لا چکے ہیں - فوراً بیتابانہ قدمبوسی کے اشتیاق میں بمبئی سے روانہ ہوکر بڑودہ پہونچے - شیخ کے جمال حق نما کی زیارت سے آنکھوں کو پر انوار بنایا - قدم پاک پر جبین نیاز رگڑ کر نوشتۂ تقدیر میں اضافہ حسنات کیا اور پھر ہمرکابی شیخ میں قصد حرمین فرمایا - اب یہ قادری برات بن سنور کر نوشاہ حجلۂ توحید حضرت مولانا شاہ عبد المجید قدس سرہ کو دولہ بنائے جانب حجاز روانہ ہوئی - بمبئی پہونچکر برائیوں میں اور اضافہ ہوا - پورے قافلہ میں تقریباً دو سو اہل دل شامل تھے جسمیں بعض اولیائے کرام بعض علماء عظام اور اکثر صلحاء و متقین تھے - اپنے شیخ وقت کو جھرمٹ میں لیئے کعبہ شریف پہونچے - راستہ بھر عجیب وغریب فیوض و برکات کا اظہار ہوتا رہا انواع و اقسام کے تصرفات اور خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے - آپ نے تمام راہ باوجود کثیر التعداد مریدین کے

بادبانی نواح حضرموت میں ایک شہر کے قریب جو ساحل بحر پر واقع تھا پہونچا معلوم
ہوا کہ وہ بلدہ جہاں قیام حضرت سید صاحب یہی شہر ہے جس کا نام بھی خیر سے
شہر ہے اُس وقت آپ کے اشتیاق دلی میں ہزاروں تمناؤں کا ہجوم ہوا
ارمان و آرزو نے بے اختیار سید صاحب کی زیارت پر آمادہ کیا۔ مگر مجبوری و مایوسی
کی مختلف صورتیں پیش نظر کرتی تھی کبھی یہ خیال کہ شہر بہت چھوٹی سی جگہ ہے جہاز
رُکے گا کیوں کبھی یہ خطرہ کہ مکان دور ہوگا جانا دشوار ہے اُمید و بیم کی
حالت میں لطف الٰہی اور کرم سرکار رسالت پناہی ڈھارس بندھاتا تھا کہ
انشاء اللہ تمنا ضرور پوری ہوگی یہی ہوا کہ جہاز ناموافقت ہوا کے باعث
بندرگاہ شہر پر دو روز تک لنگر انداز رہا ستم ظریف مسلمان ناخدائے
جہاز نے مسافرین کو جہاز سے اترنے کی ممانعت کر کے ایک اور نئی
مصیبت کا سامنا کرایا۔ مگر آپ کے شوق طلب نے آپ کو اجازت طلبی
پہ مجبور کیا۔ افسر جہاز نے ایک اور شرط کی قید لگا دی کہ صرف اُس شخص کو
اجازت دیجائے گی جس کی اہم ضرورت ثابت ہوجائے گی اس شرط کے
مطابق آپنے بھی اپنی ضرورت پیش کی جواب ملا کہ یہ کوئی ضرورت ایسی
نہیں ہے کہ جہاز سے اُترنے کی اجازت دیجاوے بذریعہ ملاحیان جہاز یہ
ضرورت رفع کر دیجاوے گی جب ہر طرح افسر جہاز کے خشک جوابوں سے
مایوسی ہوئی تو آپ نے بھی سکوت فرمایا اور دل پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے۔
از خود جانا اس وجہ سے پسند نہ فرمایا کہ معلوم کس وقت ہوا موافق ہوجائے
اور جہاز بلا انتظار مسافرین چھوڑ دیا جاوے۔ آپ کے جذبات روحانی
کو صدمہ پہنچانا قدرت کو منظور نہ ہوا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ افسر جہاز
نے آپ کو آواز دی مگر آپ پہلی آواز پر مخاطب نہ ہوئے دوبارہ
اس نے پھر قریب آکر آپ کو بلایا آپ نے فوراً فرما دیا کہ مجھے کوئی ایسی
ضرورت نہیں جس کا ثبوت پیش کروں۔ آپ کے جواب پر افسر جہاز نے ہنسکر کہا

کہ ابھی تک آپ کو مجھسے ضرورت وحاجت تھی اب مجھے آپ کی ضرورت ہے
یہ کہکر آپ کو ہمراہ لیا اور جہاز سے خشکی میں اتار کر سید صاحب کے مکان تک
آپ کی ہمراہی میں آیا۔ آپ جس وقت داخل مکان ہوئے اتفاق سے
وہ دکا وقت تھا طریقہ ورد یہ تھا کہ بعد نماز اشراق سید صاحب مسجد میں
پشت بقبلہ ہوکر بیٹھتے تھے جملہ طالبان سامنے صف بناکر بیٹھتے تھے دوسرے
اشخاص صف طالبان کے عقب میں ہوتے تھے سید صاحب خود بنفس نفیس
قصیدہ شروع فرماتے بقیہ اشخاص سنتے رہتے اعتصام واعتسام وادعیہ محل اجابت
پر جملہ طالبان اجازت سید صاحب کے ساتھ باواز بلند مجموعی طور پر
پڑھتے دوپہر کے قریب ورد ختم ہوتا۔ اس کے بعد فاتحہ ہوتی۔ لوگ منتشر اور
متفرق ہوجاتے۔ سید صاحب تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے پھر اٹھکر نماز ظہر پڑھتے
بعدہٗ جماعتہ حاضرین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ کھانا کھاکر جنگل کو تشریف
لیجاتے نماز عصر کے لئے واپس آتے عصر سے مغرب اور مغرب سے دوسری
صبح تک تلاوت قصیدہ شریفہ تک بالکل خاموش رہتے صرف نماز ظہر
سے فراغ طعام تک بات چیت فرماتے چنانچہ اس روز جب تلاوت
ختم ہوچکی اور بعد نماز کھانے کا وقت آیا افسر جہاز نے کھانے سے فارغ ہوکر سید صاحب کو کچھ
تذکرہ کی اور عرض کیا کہ یہ ہندی بزرگ حضور کا از حد مشتاق تھا اس وجہ سے میں اپنے ہمراہ لیکر آیا ہوں سید صاحب
نے جوابدیا کہ خوب کیا جو لائے اس کے بعد ناخدا نے کچھ حالات اپنے وطن کے عرض کئے ناخدا سید مصر کا رہنے والا
تھا صرف اس قدر گفتگو کے بعد آپ معہ ناخدا رخصت ہوکر جہاز پر آئے دوسرے روز آپ تنہا تشریف لیگئے
اور قبل شروع ورد مسجد میں پہنچگئے حسب معمول سید صاحب اپنی جگہ پر اور طالبان موجودہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے آپ کو جب
حلقہ میں جگہ نہ ملی تو آپ دست بستہ کھڑے ہوگئے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا اے ہندی چہ استادہ بیروں شو سید صاحب نے
اس شخص سے غصہ میں فرمایا بیروں رو وہ شخص پیچ وتاب کھاکر حلقہ سے اٹھگیا سید صاحب نے آپکو اسجگہ
پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ آپ بھی بارشاد سید صاحب شریک ورد ہوئے بعد فراغ جب سید صاحب قیلولہ کیلئے تشریف لے گئے
آپ بھی ... آرامگاہ ... ہوئے اور سید صاحب کے ... کا قصد کیا سید صاحب نے نہایت شفقت ومحبت سے خلاف عادت سلسلہ تکلم شروع کیا

اور اسی طرح اپنے مشتاق جمال کو لذّت دیدار سے وارفتہ و بیخود بنایا جاتا ہے۔
اسی بے پردہ نظارۂ عارض کا نقشہ حضرت سیدی تاج الفحول قدس سرہ نے
ایک شعر میں کھینچا ہے ؎

وہ جن کو عین بیداری میں تھا بغداد میں تمنے
دکھایا چہرۂ گلفام یا محبوب سبحانی

بغداد شریف میں آپ نے عرصہ تک قیام فرمایا۔ حضرت نقیب صاحب نے
بکمال کرم حضور پیران پیر رضی اللہ عنہ کے باطنی اشارہ سے مثال خلافت خاندانی عطا فرمائی
اور اپنے فرزند اکبر حضرت سیدی سید سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ آپ سے تلمذ و
اجازت حاصل فرمائیں۔ سرکار غوثیت کی چشم عاشق نواز نے تمام عراق و شام
میں آپ کے کمالات کی دھوم مچادی۔ چنانچہ جب سنہ ۱۲۹۱ھ میں حضرت
تاج الفحول سیدنا فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ حاضر بغداد شریف ہوئے
حضرت سیدی مولانا سید سلیمان صاحب نے جو اس وقت مسند نشین
دربار معلے تھے۔ نگاہ اوّل ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ انت ابن فضل رسول اللہ
چنانچہ تحفہ فیض میں خود ارشاد فرماتے ہیں :-

بعد آستانہ بوسی روضۂ مقدسہ برائے قدمبوسی زیب سجادہ عالیہ
غوثیہ زینت دودمان عالیشان قادریہ مخدوم الانام مرجع الخواص والعوام۔
قرۃ العینین حضرات امام حسنین علیہما السلام و نور دیدہ جناب غوث الثقلین
رضی اللہ عنہ العزیز العلام جناب کرامت مآب حضرت نقیب صاحب مولانا
سید سلیمان ادام اللہ تعالےٰ برکاتہم ما طلع القمران در مدرسہ شریفہ رسیدہ
جمالے دیدم کہ حیران گردیدم و کمالے دیدم کہ در بحر تحیر رسیدم آداب و
سلام عرض نمودم میخواستم کہ دور ایستادہ مانم تا گاہ حضور پرنور نظر انور
جانب فقیر برداشتہ ارشاد فرمودند انت ابن فضل رسول اللہ از ہیبت و
جلال ایں کلام قریب بود کہ از خود روم اما خود را جمع ساختہ بمجبوری کار خود را

از اخفا دور دیدہ عرض نمودم نعم کان قدس سرہ ابی فی النور بشیر طلبیدند تقدیم نمودم و بر قدم افتادم بالجملہ بطوریکہ اعزاز و اکرام فقیر فرمودند یارائے شرحش نہ دارم۔ ملخص کلام آنکہ اندران مجلس مبارک تا دیر ذکر جمیل حضور اقدس ابی و ربی شیخی و مرشدی رضی اللہ تعالی عنہ بزبان کرامت ترجمان از حاضرین نمیاں ماند دریں اثنائے بزرگی دیگر ہم کہ حاضر دربار بودند ذکر فضل و کمال حضور اقدس ابی و مرشدی شروع نمودند آندم حضرت نقیب صاحب ارشاد فرمودند[1] فان فضل رسول اللہ لیس لہ۔ حد فیعرب عنہ ناطق بفم

اسی طرح جب حضرت شیخی و مرشدی سیدی و مولائی مولانا شاہ غلام مطیع الرسول محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہ العالی بربیع الثانی شریف ۱۳۳۲ھ ہجری میں حاضر دربار مقدس ہوئے۔ پہلی ملاقات میں کہ اس سے پیشتر حضرت نقیب صاحب قبلہ مولانا سید پیر عبد الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے نہ صورت دیکھی تھی نہ نام سے واقف تھے۔ نظر اوّل ہی میں آپ کو دیکھ کر فرمایا۔ ہو[2] اشبہ بجدہ فضل الرسول لکن لحیتہ اطول منہ۔ بلساختہ اس وقت مجھے وہ وقت اور وہ جلوہ رنگیں سما یاد آگیا کہ اس واقعہ کو میرے مخدوم زادہ و شہزادہ حضرت مولانا عاشق الرسول محمد عبد القادر صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالے نے مجلس عرس شریف میں خاص آستانہ قادریہ کے اندر کچھ عجیب تیور کے ساتھ دوران وعظ میں بیان فرمایا تھا۔ حضرت مخدومی و مطاعی مولانا حکیم عبد الماجد صاحب نبیرہ حضرت سیف اللہ المسلول فرماتے ہیں کہ۔

بغداد شریف کی حاضری کی بدولت اپنے حضرت جد امجد کی کمال شان ارفع اعلی کا پتہ چلا دہ معمر بزرگ جنکی نورانی صورتیں شان تقدس کا آئینہ تھیں یہ سنکر کہ حضرت مولانا فضل رسول کی اولاد حاضر دربار پر انوار ہے۔ ہماری فرودگاہ پر تشریف فرما ہوتے اور دیر تک حضرت جدی قدس سرہ کے مناقب و فضائل بیان

---

[1] فضل رسول اللہ کی کوئی حد نہیں جس کو کوئی شخص بیان کر سکے۔

[2] یہ اپنے دادا فضل رسول کے ساتھ بہت مشابہ ہیں۔ لیکن انکے داڑھی کے مقدار ان سے زیادہ ہے۔

فرماتے ایک بزرگ نے بیان کیا کہ پہلی بار جب حضرت سیف اللہ المسلول تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک قیام فرمایا یہانتک کہ واپسی کا قصد کر دیا تو حضرت نقیب صاحب نے اپنے صاحبزادہ مولانا سید سلیمان صاحب سے فرمایا کہ مولانا کو حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے مزار فائض الانوار کی زیارت تو کرالاؤ اتنا عرصہ ہو گیا ابھی تک آپ اماکن متبرکہ پر حاضر نہیں ہوئے۔ حضرت نقیب صاحب کے اس ارشاد کو سن کر مولانا نے جو جواب دیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں حضور غوثیت مآب رضی اللہ تعالے عنہ سے کوئی سچی عقیدت اور زبردست نسبت رکھنے والی ذات اس وقت تھی تو وہ صرف ایک مولانا کی ذات تھی۔ آپ نے جواب میں کہا کہ مجھے طریقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں گھر سے حضرت غوث اعظم کی آستانہ بوسی کی نیت سے چلوں اور ضمناً حضرت امام اعظم کی زیارت کو حاضر ہوؤں۔ یہ احرام صرف سرکار غوثیت کے لیئے باندھا ہے۔ وکل ذنب سوای الاشراک مغفور ایک جلیل القدر حنفی عالم کی زبان سے جو تمام علماء احناف کا مقتدا مانا جاتا ہو ان کلمات کا نکلنا دراصل ایک راز سربستہ ہے۔ جسکو فقط حقیقی معرفت شناس ہی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس سفر میں آپ اسی طرح تشریف لائے۔ اسکے بعد متعدد مرتبہ جب سفر عراق کیا تو تمام اماکن مقدسہ کی زیارت کی دربار حضرت امام اعظم پر جبیں فرسا ہوکر کاظمین شریفین۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ بیت المقدس وغیرہ متبرک مقامات سے فیوض روحانی حاصل فرمائے۔ نواب مولانا شاہ ضیاء الدین عون الحق قادری حیدرآبادی جو حضور اقدس کے نہایت مخلص عقیدت مند اور صاحب ارشاد خلیفہ و مرید ہیں فرماتے ہیں کہ آخر بار جب آپ حاضر بغداد شریف ہوئے اور بمصداق انعمت علیکم نعمتی تکمیل مراتب کے بعد واپسی کا قصد فرمایا۔ دربار غوثیت سے ایک تھیلی جس میں شانہ کنگھی۔ مصلح سر وغیرہ زنانہ سامان تھا مرحمت ہوئی حکم ہوا کہ بندر بمبئی میں ایک عورت ہے اوس کے حوالے کرنا جب آپ بمبئی تشریف لائے اور حسب معمول مکان جناب شیخ حسام الدین صاحب کشمیری کے بالاخانہ پر جو عقب مسجد نواب ایاز واقع ہے مقیم ہوئے۔ آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز مغرب بحکم سیروا فی الارض تنہا مشی و گشت فرماتے

اس معمول میں اب چونکہ ایک حکم کی تعمیل دوسرے امانت کو حقدار تک پہونچانا مقصود تھا۔ لہذا سخت تلاش اون گمنام اور لاپتہ بی بی کی فرماتے تھے۔ ایک شب ایک عورت شکستہ حال پریشان خاطر آشنا راہ میں آپ سے ملی اور آپ کو دیکھ کر گویا ہوئی کہ مولوی صاحب اگر ہمیں کچھ رشوت یا معاوضہ دو تو ہم اون بیگم صاحبہ سے جن کی امانت تمہارے پاس ہے ملاقات کرادیں۔ اس رابعہ عصر کے کمال کشف کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اچھا جو مانگوگی دیا جاوے گا۔ عورت نے جواب دیا اب موقعہ نہیں ہے۔ کل شب کو اسی وقت اور اسی جگہہ ملنا۔ دوسرے روز وقت مقررہ پر اُسی جگہہ ملاقات ہوئی وہ نیکبخت عورت آپ کو اپنے ہمراہ ایک ویرانہ میں لے گئی۔ آپ نے دیکھا ایک تخت پر بیگم صاحب جلوہ افروز ہیں سر کے بال چھوٹے ہوئے۔ ہر دو چشم کشادہ سرخ رنگ عرفان الٰہی کی مستی آنکھوں میں زمین سے آسمان تک تجلیات الٰہی کا شامیانہ۔ چھ عورتیں تخت کے ادھر اودھر خدمت میں حاضر۔ ساتویں یہ بی بی صاحبہ بھی جو ہمراہ لیگئی تھیں اُنکے شامل ہوگئیں۔ تخت نشین بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب وہ ہماری لیفا دوشالہ کی امانت کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا حاضر ہے اور تھیلی پیشکش کی ارشاد ہوا کہ امانت پہونچانے میں بہت دیر کی فرمایا جائے قیام کی عدم وقفیت باعث تاخیر ہوئی۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ فوراً حیدرآباد دکن تشریف لیجائیں آپ اوس نواح کے صاحب ولایت اور صاحب خدمت مقرر کئے گئے۔ یہ بیگم صاحبہ بموجب ارشاد اولیائے تخت قبای لابیر فہم غیری اوس وقت بین مرتبہ قطبیت ہند پر فائز تھیں اور وہ سات عورات درجہ ابدالیت پر متمکن تھیں رموز باطن کے واقف کاران معاملات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جس طرح نظام عالم کی باگ عالم ظاہر میں بتدریج حکام وقت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح حکام باطن باعتبار اپنے مدارج کے باطنی تصرفات سے انتظام عالم کرتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت سیف اللہ المسلول زیادہ تر حیدرآباد تشریف فرما رہا کرتے تھے۔ آپ کو سفر و سیاحت کرنے کے لیئے آپ کے چاہنے والے ربانے بہت آسانیاں کردی تھیں اوّل تو آپ درجہ ابدالیت پر فائز تھے۔ جس کے لیئے

قوت طیران مخصوص اور لازمی امر ہے۔ دوسرے حاکم طے الارض ہونے کے باعث طبقۂ ارض پر آپ کے تصرفات حاوی تھے۔ قطع نظر ان متبرک سفروں کے ایام گم شدگی مولانا فیض احمد صاحب علیہ الرحمتہ میں آپ کا بلاد اسلامیہ میں بسلسلۂ جستجو مولانا ممدوح سیاحت کرنا۔ عرصہ تک خاص قسطنطنیہ میں سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین خادم حرمین الشریفین حضرت سلطان عبد الحمید خاں خلد مکین کے قصر دولت میں بکمال اعزاز و اکرام مہمان رہنا اور بوقت رخصت سلطان المعظم کا بسعی بلیغ آپ کو روکنا مشہور واقعات ہیں۔ جب سے آپ اقلیم حیدرآباد دکن کی خدمت پر خاص طور پر مامور فرما دیئے گئے سیاحت کم کر دی۔ خدائے پاک نے ایک عالم کو سیراب کرنے کے لیے یہ سفر آپ سے کرائے۔ ہر جگہ ہزاروں بندگان خدا آپ کے فیض ظاہر و باطن سے مستفیض ہوئے۔ کہیں آپ کے چشمۂ علم نے موج خیز ہو کر رشد و ہدایت کی آبشاری فرمائی۔ ہزاروں غیر مذاہب والوں نے دولت ایمان پائی۔ فرق باطلہ نے مذہب حقہ اہلسنت اختیار کیا۔ کہیں دریائے عرفاں نے جوش زن ہو کر تشنگان فیوض روحانی کو سقانی الحب کا سات الوصال کے تیز و تند ساغر پلائے دیار و امصار میں آپ کے معترف اور متوسلین کثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت تاج الفحول ؒ نے بعض اشعار میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ شعر

وہ جن کی ذات اشرف سے ترے باعث ہیں سب واقف
حجاز و مصر و روم و شام یا محبوب سبحانی
شہ فضل رسول پاک جن کے ہاتھ سے پھیلا
جہاں میں تیرا فیض عام یا محبوب سبحانی

کئی سال تک آپ حیدرآباد اس طور پر مقیم رہے کہ کبھی تھوڑے دنوں کے لیے وطن تشریف لے آتے اوس کے بعد پھر واپس چلے جاتے۔ وہاں جس سج دھج اور جس آن و بان کے ساتھ آپ اوقات بسر فرماتے تھے۔ وہ ادا بھی اپنی شان میں سب سے انوکھی ہے۔

جناب نواب ضیاالدین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے قیام کا یہ انداز
تھا کہ جب آپ کسی جگہ قیام پذیر ہوتے عمائد و روساجنہیں واسطے متروکہ
وجائداد و وراثتی وغیرہ کے کچھ مناقشہ اور جھگڑا برپا ہوتا حاضر خدمت
ہوتے اور آپ کو تکلیف تصفیہ معاملات ان کی خاطر برداشت کرنا ہوتی
جو آپ فرمادیتے فریقین بلا عذر قبول و منظور کرتے جب ان کے
مزاج مبارک پر برخواستگی وحشت ہوتی تو سب سامان آرام اور
تمام اشیاء اسباب وغیرہ وہیں چھوڑ کر صرف ایک عصائے چوبی
شیشم سیاہ رنگ کی دست مبارک میں لیکر جہاں طبیعت چاہتی
وہاں روانہ ہوجاتے اور جب کسی دوسری جگہ آپ پہونچتے جملہ
سامان آسایش فرش و لباس وغیرہ آناً فاناً میں مہیا ہوجاتا
کچھ آپکو کسی سامان کی پروانہ ہوتی دوسری جگہ بھی جب تک
جی چاہتا رہتے اور جب چاہتے وہی ایک عصا اور چادر لیکر تشریف
لیجاتے۔ نذر وغیرہ جو پیش ہوتی فقراء و مساکین کو تقسیم فرمادیتے ورنہ
وہ بھی خدام وکفش بردار دیگر سامان کی طرح تصرف میں لاتے
دنیا اور اہل دنیا کی صحبت سے اکثر گھبراتے صحرا میں رہکر بنا سینکی
کھانے میں بہت خوش رہتے چنانچہ اسی حالت صحرانشینی میں فصوص الحکم
کی ضخیم شرح تحریر فرمائی کچھ حصہ جو شرح لکھنے سے باقی رہگیا تھا اسکی
نسبت فرماتے تھے کہ جب صحرا میں تنہا رہنا ہوگا انشاء اللہ شرح
کتاب پوری کیجائے گی اس قدر تحریر کے بعد نواب صاحب نے
جن حسرت آمیز الفاظ کے ساتھ اس پاک صحبت سے اپنی جدائی
پر اظہار تاسف کیا ہے وہ دراصل آپ کے سچے جذبہ کا اظہار
ہے۔ ایک شعر میں اپنے مفہوم کو یوں ادا کر دیا ہے ؎

اوقات ہمیں بود کہ با یار بسر شد ۔ باقی ہمہ بیحاصلی و بیخبری بود

مشائخانہ زندگی

آپ کی زندگی کا ایک حصہ تو وہ تھا کہ سن تمیز کو پہونچتے ہی طلب
علم میں عمر کے پندرہ سال گزار کر ۳ برس تک تحصیل طب میں صرف
کئے۔ یہ زمانہ طالبعلمانہ زندگی کا زمانہ تھا اُس کے بعد منجملہ قیصر سالی
اہل ضلع و وطن تعلقات ظاہری پانچ یا چھ سال تک وابستہ
دامن دولت رہے گویا ستائیس برس کی عمر تک افاضہ و استفاضہ
علم کا سلسلہ تمدن و معیشت کا دور تھا اس کے بعد کا زمانہ عالم باطن
کی سیاحی گلشن روحانیت کی گلگشت میں بسر ہوا جس قدر مدارج
قرب الٰہی میں ترقی ہوتی گئی دنیا آپ کی نظر میں ذلیل و خوار
اور آپ دنیا کی نظر میں مقبول ہوتے گئے جس قدر مخلوق الٰہی کے قلوب
آپ کی طرف متوجہ ہوئے اُس سے زیادہ خلاق حقیقی کا عشق آپ کے
قلب میں موجزن ہوتا گیا۔ سوا خدا کے ماسوا سے بیخودی و بیخبری
نے آپ کی رفعت شان کو خدائی بھر میں اعلیٰ و بالا کر دیا۔ وہ
ایک عالم تھا کہ جب بدایوں میں آپ رونق افروز ہوتے مدرسہ
قادریہ کی مسجد نور کے تڑکے نمازیوں کے نورانی وجود سے بھری
نظر آتی ہر صف میں غربا و امرا کی جماعتیں نیچی گردنیں کئے ہوئے
یاد الٰہی میں مستغرق دیکھی جاتیں۔ مدرسہ عالیہ کی چوکھٹ سے باہر
جوتیاں اوتار کر بڑے بڑے ثروت و جبروت والے برہنہ پا پنجوں کے
بل چلکر مدرسہ میں داخل ہوتے سنتیں ادا کر کے خاموش اور محو
اوراد و وظائف تمام حضرات منتظر رہتے یہانتک کہ جب حنفیہ کا
خاص وقت آتا دولت خانے سے سنتیں پڑھکر خود بدولت تشریف لاتے

کبر تکبیر اقامت کرنا آپ مسجد سے محراب امامت تک پہنچکر امامت فرماتے۔ بعد نماز طلوع آفتاب تک خدا طلب ہاتھ دعا کے لئے بارگاہ الہی میں پھیلے رہتے۔ ادھر دعا ختم ہوئی اودھر صفوں سے نمازی بیجودانہ اضطراب کے ساتھ مصافحہ کے لئے دوڑتے۔ دست بوسی اور قدمبوسی کا سلسلہ دیر تک قایم رہتا۔ مریض و بیمار۔ غریب و تیمار دار۔ کوئی مدرسہ کے اندر کوئی سڑک پر ہجوم کئے ہوتے کسی کے ہاتھ میں پانی کے کٹورے ہوتے کوئی بچوں کو گود میں لئے ہوتا غرض و غائت سبکی یہی ہوتی کہ جس وقت سرکار مسجد سے باہر تشریف لائیں آیاتِ الہی دم فرماتے جائیں۔ یہ روح پرور اسلامی منظر اب بھی نظر آجاتا ہے لیکن اگلی سی عقیدت کہاں۔ اوقات کے سے خاص پاک قلوب اور سیدھے سادے مسلمان سچی محبت رکھنے والے خواب عدم سے ہم آغوش ہوچکے۔ خلوص کی بجائے ہوا و ہوس دلوں میں گھر کرگئی۔ اس کے سوا وہ زمانہ تھا کہ شرفاء بدایوں میں بمشکل سے کوئی متنفس ایسا ہوگا جو سلسلۂ تلمذ یا سلسلۂ ارادت میں منسلک نہو۔ اب مریدین و مستفیدین اپنے اپنے تفکرات میں مبتلا ہیں۔ تاہم ادب و احترام کی وہی لہریں اب بھی موج خیز معلوم ہوتی ہیں۔ اس زمانہ میں آپ امام باد اکے لقب سے تمام لوگوں میں یاد کئے جاتے تھے آپ کا احترام طبائع میں اس درجہ جاگزیں تھا اگر آپ مدرسہ کے اندر ہوتے تو آنے جانے والے اس خیال سے کہ پیر کی آہٹ نہ ہو ایڑیوں اور پنجوں کے بل چلتے یہ احترام خواہ اس وجہ سے کہئے کہ آپ میں شان جلال کی جھلک پائی جاتی تھی خواہ اس باعث سے سمجھے کہ آپ کا نورانی چہرہ ہیبت و جبروت الہی کا آئینہ تھا۔ خواہ اس عظمت کو خداداد تصور کیجیے

بہر حال کوئی شخص کیسا ہی جری صاحب اثر مقرر وگویا کیوں نہو آپ کے چہرہ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا نہ کوئی مقرر آپ کے سامنے بے تکلف گفتگو کر سکتا تھا۔ ہر وقت کے حاضر باشں بھی خلاف مزاج نہ ایک لفظ زبان سے کہہ سکتے تھے نہ دخل دیسکتے تھے۔ اس حالت میں بھی وسعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ جو ایک مرتبہ حاضر ہو کر اظہار مدعا کرلیتا اُس کو یہ دعوی ہوتا کہ میری برابر دوسرے کسی شخص سے آپ کو اُنس نہ ہوگا۔ دراصل آپ کا یہ خلق سرکار ابد قرار مدنی تاجدار کے خلق عظیم کا خاص ظل و پرتوہ تھا جو کمال اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث آپ کے عادات واطوار سے ہر لحظہ آشکار تھا۔ اوقات شبانہ روز میں شب کا کل حصہ یاد الہی کے لئے وقف تھا۔ شب بیداری کی عادت طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی فجر کی نماز سے فارغ ہو کر چاشت کے وقت تک ورد و وظائف کا معمول تھا۔ ۹ بجے کے بعد مسند درس پر جلوس ہوتا تھا ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ درمیان میں تھوڑا وقت قیلولہ کا ہوتا تھا ظہر کی نماز کے بعد پھر تھوڑی دیر وظائف میں صرف ہوتی باطنی فیضان کے طالب عصر تک استفادہ کرتے شہر کے اکابر و اصاغر حاضر ہو ہو کر اظہار مدعا کرتے عصر و مغرب کا درمیانی وقت بھی بالکل اشغال واذکار میں صرف ہوتا۔ نماز مغرب کے بعد نوافل وغیرہ سے فارغ ہو کر مسائل علمیہ پر گفتگو فرماتے چند طلبہ آپس میں آپکے سامنے مکالمہ کرتے تحریرات جو بسلسلہ تصانیف قلمبند کیجاتی آپ کو سنائی جاتیں ۱۲ بجے کے بعد نماز عشا پڑھکر دولتخانہ میں تشریف لیجاتے آخر عمر میں بالکل مدرسہ ہی میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔ نسبت اویسی رشح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتھ ہر وقت

غالب تھی۔ کبھی خواجگان چشت کا عشق ماسوا سے بیخود کر دیتا تھا اور چشتیت سے جو فیض عظیم آپ کو حاصل ہوا اُس کا اندازہ احاطہ خیال سے باہر ہے۔ خصوصاً حضرت سلطان الہند غریب نواز و حضرت قطب صاحب و حضرت گنجشکر اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی نسبت باطنی نہایت زبردست تھی اور یہی چاروں حضرات آپکے قصر کمال کے چار ستون تھے۔ اس زبردست نسبت نے ان چاروں حضرات کی مدح میں آپکی زبان سے جو عقیدت انگیز الفاظ نکلوائے ہیں وہ اس نظم سے آشکار ہیں۔

چہار ارکان نور عالم بالائے علیین
شریعت معرفت میں اور طریقت میں حقیقت ہیں

دعا جب مانگئے ان چار پیرونکے توسل سے
بہار بیخزان جنت قرب الٰہی ہیں

جو مینا ہے سو وہ مانا چار ان چار پیرونکا پیرو ہے
انھیں چاروں کے عکس چہرہائے آفتابی سے

انھیں چاروں کے گلہائے جمال نوبہاری سے
چہار اطراف عرش قرب پر بیٹھی ہوئی ہر اک

دل ان کے مصحف اسرار ہیں چار یہ کتب آسمانی ہیں
چہار ارکان ہیں یہ چار کرسی عرش وحدت کے

معین الدین قطب الدین فرید الدین نظام الدین
عیاں یہ چار باغ زردو ریحان سفیل و نسرین

فرشتے چار جو خاص خدا ہیں وہ کہیں آمین
ہر اک ان چار کا ہی یکہ تاز عرصہ تمکین

ہر نوران کا محیط چار سوئے عالم تکوین
چہار آئینہ و چار عنصر عرفان کی ہے تزئین

ہوا ہے چار باغ چار سوئے معرفت رنگین
کرامت کرسی عزت کا ان کے پایہ پائین

رباعی انتخاب فرد ابیات حدیقین
جو ہو خاک قدم ان کا وہ ہو سرتاج عرشین

یہ ساقی میکدوں پر چار سوئے ملک وحدت کے
پلادیں مست کو بھی جام سیر برے نوشین

سرکار غوثیت کے ولولہ عشق نے حضرت شیخ اکبر محی الدین عربی[۱] اور

[۱] حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ آپ کی مفصل سوانح عمری ضیائی بینوا کے ابی و مربی جناب خالو صاحب قبلہ ادیب والاتحریر مولوی علی احمد خانصاحب اسیر مدظلہ نے نہایت تحقیق کیساتھ (حیات شیخ ۱۳۲۹) میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ کا اسم گرامی آفتاب سے زیادہ روشن ہو آپ کو

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمہم اللہ اجمعین کی محبت بھی بدرجہ غایت آپ کے قلب میں جاگزین کر دی تھی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور غوث پاک کے فرزندان مجازی میں شمار ہوتے ہیں ارباب کشف جو حضور غوث پاک کو ذو الجناحین کہتے ہیں

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے زبردست روحی نسبت ہے بلکہ آپ کا وجود با جود حضور ہی کی دعا کی برکت کا اثر ہے مسئلہ وحدت وجود کی تجلیات کا ظہور آپ کے نورانی وجود کے باعث دنیاء اسلام میں ہوا۔ سنہ ۵۶۰ھ میں دوشنبہ کی شب سترھویں رمضان المبارک کو بمقام فرنسیہ اندلس میں پیدا ہوئے سنہ ۵۶۰ ہجری میں حضرت ابو الحسن علی بن عبد اللہ موصلی سے سرکار غوثیت کا عطیہ خرقہ پایا حضرت خضر علیہ السلام سے بھی خرقہ حاصل ہوا۔ آپ نہایت زبردست صاحب تصانیف ہیں حضرت شیخ مجد الدین فیروز آبادی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ کا ایک دستخطی اجازت نامہ بچشم خود دیکھا ہے جسمیں اپنی تصانیف کی روایت کی اجازت شاہ حلب کو لکھی تھی اس میں چار سو کتب کے نام درج تھے غرض یہ کہ آپ کے مناقب ظاہری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں۔ آپ اوناسی برس چھ یوم زندہ رہکر شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ بمقام دمشق واصل اللہ ہوئے مزار شریف جبل قاسون کے دامن میں ہے۔

۱؎ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ۔ آپ حضرت شیخ محمد عبد اللہ عرف بشی سہروردی کے فرزند اور حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القادر سہروردی قدس سرہٗ اپنے عم حقیقی کے صاحب مجاز و مسند نشین ہیں آپکے والد محض لاولد تھے والدہ کی بیچین تمناؤں نے دربار غوثیت میں دعا طلبی کیلئے حاضر کیا حضور غوث پاک نے دعا فرمائی مژدہ ولادت فرزند سنایا۔ اسی شب آپکی والدہ حاملہ ہوئیں بعد انقضائے مدت حمل دختر ہوئی اگرچہ والدین نے یہی غنیمت سمجھا لیکن حضور غوث الثقلین کی جناب میں اطلاع دہی کیلئے آپکے والد آپ کو گود میں لیکر حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا دختر نہیں پسر ہے اور خود شہاب الدین نام مقرر فرمایا اور آپ کے مدارج اعلیٰ کی بشارت دی چنانچہ آپکے سوے ابر داود ... حالات و مجاہدات اظہر من الشمس ہیں آپ ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے ۶۳۲ھ میں بغداد شریف میں وصال فرمایا قطعہ سال وصال از خزینۃ الاصفیا رہبر اکبر شہاب الدین ولی دو جہاں کو مقتدائے دین و دنیا شیخ عالم دستگیر کاشف عالم نگر جو صاحب عرفان کن رقم ... تا ترا حاصل شود ... شہاب الدین بگو ... ہم بیا ... با تفضل و زاہد شہاب الدین میر

وہ اسی باعث سے کہ آپ کے جناح اوّل حضرت شیخ الشیوخ عمر سہروردی اور جناح دویم حضرت شیخ اکبر ابن عربی ہیں حضرت سہروردی شریعت واتباع سنت میں وارث علوم غوثیہ ہیں اور حضرت محی الدین ابن العربی علوم حقائق و معارف میں شمع شبستان قادریہ ہیں۔ چنانچہ جب آپ تنہائی اور اعتکاف یا صحرا نشینی کی حالت میں ہوتے حقائق و معارف کا فیضان ابن عربی کی روح پر فتوح سے بیحجابانہ ہوتا شرح فصوص الحکم میں اس فیضان خاص کی جھلک موجود ہے۔ بدایوں میں جب آپ رونق افروز ہوتے تو نسبت سہروردیہ کا رنگ گلگونہ عارض پر نور بنتا۔ اُس کا اظہار اس طرح ہوتا کہ بعد نماز عشا جب آمد و رفت بند ہو جاتی اور تنہا فقط آپ ہی مسجد مدرسہ میں رہجاتے تو شب بھر آپ آستانہ حضرت[1] سلطان العارفین شیخ شاہی روشن ضمیر موے تاب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر رہکر اذکار و اشغال میں

---

[1] حضرت برہان الکاملین سلطان العارفین شیخ شاہی موے تاب اقدس سرہٗ۔ اسم شریف خواجہ سید حسن ہے شیخ شاہی روشن ضمیر۔ موے تاب مبارک القاب ہیں سلطانجی صاحب کے پیارے خطاب سے ہر شخص آپ کو یاد کرتا ہے مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کو آپ ہی کے دم قدم سے چار چاند گے ہیں سلطان شمس الدین التمش کے عہد برکت عہد میں آپ کے والد بزرگوار یمن سے تشریف لاکر بدایوں میں اقامت پذیر ہوئے نسبًا حسینی سید ہیں۔ آپ کے آئینہ قلب کی صفائی نے آپ کو روشن ضمیر مشہور کیا کسب حلال سے قوت لایموت کے لئے معاش پیدا کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ بالوں کی رسیاں بٹکر فروخت فرماتے تھے اسی وجہ سے موے تاب کہے جاتے تھے سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رح کے محبوب و مقبول خلیفہ تھے قاضی صاحب حضرت شہاب الدین شیخ الشیوخ رح کے مخصوص خلفا میں ہیں

محو رہتے مدرسہ عالیہ سے شب کو چلکر بارگاہ حضرت شاہ ولایت بدرالدین
سوختہ تاب سہروردی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ میں ہوتے ہوئے حضرت
شیخ شاہی رح کے مزار فائض الانوار پر بطور معمول اکثر جاتے - اُس طرف سے بھی
حجاب اُٹھا دئے گئے تھے بے پردہ حضوری ہوتی تھی - متواتر چلّے کشی کیجاتی
اعمال و اوراد کی زکات دیجاتی - رات کو نہیں مقیم رہکر فجر کی نماز
مدرسہ آکر ادا فرماتے سرکار روشن ضمیر سے طرح طرح کے انعامات و اکرامات
ہوتے چنانچہ کتاب برکت انتساب احقاق الحق خاص حضرت سلطانجی صاحب
کے ارشاد سے تصنیف کی گئی تھی غرض یہ کہ آپ سلاسل خمسہ کے اکابر

مناقب [illegible]

حضرت قطب الاقطاب چشتی دہلوی کے مجلس عرفان کے رکن رکین تھے ہندوستان
کے مشاہیر اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں دہلی میں ــــ میں انتقال فرمایا
قطب صاحب کی درگاہ متصلی میں مزار پر انوار ہے زندگی بھر میں صرف تین حضرات کو
خلافت عطا فرمائی جنمیں سے حضرت احمد نہروالی اور حضرت شیخ شاہی بدایوں میں
استراحت فرما ہیں تیسرے بزرگ خواجہ جین الدین قصاب لاہور میں آسودہ
ہیں - فوائد الفواد میں حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت سلطانجی صاحب
کے مناقب بہت کچھ مذکور ہیں چنانچہ حضرت سلطانجی صاحب کا یہ مقولہ بھی
مرقوم ہے کہ اگر میری وفات کے بعد کسی شخص کو کوئی مہم پیش آئے تو اُس سے
کہدینا چاہئے کہ وہ میرے مزار پر تین روز آئے اگر تین دن گزر جائیں تو چوتھے روز
آئے اگر حاجت براری نہ ہو تو پانچویں دن میری قبر کی اینٹیں کھود کر پھینک دے
ایک خدا والے کی پاک زبان سے یہ مبارک ارشاد کس ناز دلبری کے ساتھ نکلا ہے
عبد کا اپنے معبود کی شان بندہ نوازی پر اس درجہ نازاں ہونا کمال عبدیت
کی دلیل ہے - آج صدیاں گزر گئیں لیکن ایک جہان ہے کہ آپ کے مزار پاک پر
اُمڈا چلا آتا ہے اطراف ہند سے لوگ ہمیشہ بکثرت آتے رہتے ہیں اور عطائے الٰہی

اور صاحب سلاسل کے منظور نظر تھے ہر بزرگ کی چشم کرم آپ پر تھی اور ہر جگہ سے بے شمار فیوض و برکات آپ کو حاصل ہوئے تھے اپنے شیخ سلسلہ کی نگاہوں میں بھی آپ کی اس درجہ عظمت و عزت تھی کہ جس زمانے میں آپ نے پیادہ پا سفر حجاز کیا ہے اُن ایام میں حضرت استیذی شاہ نیاز الحق رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود نقاہت کبر سنی چارپائی پر استراحت ترک فرما دی۔ آپ کی یہ خلش اور اضطراری حالت ایک راز سربستہ تھی مریدین با اختصاص میں میر خادم علی صاحب قدس سرہٗ ہر وقت کے مزاج دان اور ادا شناس تھے پیرومرشد کو اس طرح متکلف پاکر ایک دن عرض کیا حضور ان آرام فرمانے کا حال ظاہر نہیں ہوتا کہ اس طرح کیوں تکلیف برداشت کیجاتی ہے اور چارپائی پر کیوں آرام نہیں فرمایا جاتا۔ زمین پر شب کا بسر کرنا غلام و کفش بردار نہیں دیکھ سکتے جواب میں ارشاد ہوا کہ میر صاحب مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ برخوردار

بقیہ صفحہ ۸۳

آپ کے وسیلہ سے مرادیں پاتے ہیں۔ آپ کی روشن کرامات روزانہ ہزاروں نگاہیں دیکھتی رہتی ہیں۔ شاہان سلف نے کثیر جائید او مصارف درگاہ کیلیے وقف کرکے اپنی اولوالعزمانہ عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ ایک گاؤں مسلّم اور تین مواضعات نصف نصف وقف ہیں جن کی کثیر آمدنی خدام کے تصرف میں صرف ہوجاتی ہے۔ اکثر کتب سیر آپ کے حالات کی آئینہ ہیں عرس شریف یوم الوصال ۲۴ رمضان المبارک کو صرف ایک روز ہوتا ہے جس میں شہر کے تمام مسلمان اور بکثرت اہل ہنود شریک ہوتے ہیں ہر جمعرات کو ایک میلہ لگ جاتا ہے مزار مبارک سوت ندی کے پار آبادی سے ایک میل کے قریب زیارت گاہ خلائق ہے ۱۸۹۵ء میں سید فضل علی ڈپٹی کلکٹر نے اہل شہر کے چندہ سے یہ پختہ سڑک

مولوی فضل رسول تو پیادہ پا ہزاروں مصائب و نوائب برداشت کرکے شوق حج میں سفر کریں اور میں چارپائی پہ آرام کروں اسی طرح کبھی کبھی یہ بھی ارشاد ہوتا کہ جس طرح النذر اور لیا اللہ کا ارشاد۔ مثلاً حضرت محبوب الٰہی رح نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر خدا مجھسے پوچھیگا کہ کیا تحفہ لائے ہو تو امیر خسرو کو پیش کردوں گا۔ اسی طرح اگر میرے رب نے مجھسے سوال کیا تو میں مولوی فضل رسول کو دربار احدیت میں پیش کرونگا۔ یہ وہ خصوصی عزت ہے جو آپ کے مدارج فیضہ کا

تعمیر احاطہ [illegible]

زیارت تک تعمیر کرائی اس کے بعد تحریک مولوی قاسم علی صاحب وکیل شیبی رؤسار شیخوپور کی امداد سے ڈاکٹر عطار علی صاحب نے جو اس فقیر کے برادر طریقت اور حضرت مرشدی و مولائی حضور اقدس مولانا عبد المقتدر زاہد ارسند قادری کے خصوصی خادم ہیں حریم مزار کے اندر ایک احاطہ جو مستورات کے لئے مخصوص کردیا گیا اور ایک دروازہ کلاں جہاں سے ایک دوسری راہ اس زنانہ احاطہ کے دروازہ تک نکالی گئی ہے تعمیر کرایا جس کی تکمیل ۱۳۳۳ھ میں ہوئی دروازہ گلشن بہشت ۱۳۳۴ فقیر راقم الحروف نے اس دروازہ کی تاریخ عرض کی تھی۔ اُس کے بعد مہمانوں کے آرام و آسائش کیلئے منشی احمد حسین الہ آبادی تحصیلدار بدایوں نے ۱۳۳۱ھ میں چند حجرہ روسار شہر کو اُبھار کر تعمیر کرائے۔ تاریخ وصال حضرت سلطانجی صاحب در طبقات الاولیاء میں شب بست پنجم ماہ رمضان المبارک ۶۳۲ھ ہجری تحریر ہے چنانچہ فرماتے ہیں

در بجا کہ اُمید گاہ انام حسن شیخ شاہی ذوالاحتشام بفردوس در لیل ادینہ رفت شب بست و پنجم زماہ صیام چو تاریخ جستم زسال رحیل بگفتہ خرد اہل تحقیق عام عظمت الاولیاء میں خواجہ علی صغر مشہور بہ علاء الدین موج دریا ابن حضرت بدر الدین سلیمان رح ابن حضرت فرید الملک والدین شکر گنج رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں شیخ شاہی جناب پیر کبیر مقتدائے جہاں خدا آگاہ۔ رفت چوں از جہاں بخلد بریں، سال وصلش بداں خدا آگاہ ۶۳۲ھ

اظہار کرتی ہے۔ جادہ سلوک کے مسند نشین جو کچھ وقار آپ کا کرتے
تھے وہ ایک حد تک واجبی تھا تعجب تو یہ ہے کہ بادۂ عشق کے
مدہوش وہ بے خبر مجاذیب کیوں اس قدر ادب و احترام میں سرگرم
نظر آتے ہیں۔ لیکن حبیب خدا کی دین پر نظر ڈالئے تو کچھ حیرت و استعجاب
باقی نہیں رہتا۔ ضیاء المکتوب میں ہے کہ ایک زمیندار ذی مقدور نے

تذکرہ شیخ شاہی

حضرت شیخ اولیا امام العارفین شاہ ولایت صاحب بدرالدین موئے تاب قدس سرہٗ۔ آپ
حضرت قطب الاقطاب دہلوی کے فرمان کے مطابق بدایوں کے صاحب ولایت اور
حضرت سلطانجی صاحب کے برادر اصغر ہیں۔ بعد وصال حضرت سلطانجی صاحب آپ کے
اور آپ کے حقیقی بھائی خواجہ محمد عثمان رح کو جانشینی کا خیال پیدا ہوا دونوں صاحب باشارہ
باطنی حضرت سلطانجی صاحب حضرت قطب صاحب کی جناب میں دہلی حاضر ہوئے جس وقت
قطب صاحب کی نظر ان دونوں حضرات پر پڑی آپ نے حضرت خواجہ بدرالدین کو
مخاطب کرکے فرمایا۔ بیا بدرالدین صاحب ولایت بدایوں۔ اور خواجہ محمد عثمان سے
فرمایا تمھارے لئے تمھارے بڑے بھائی حضرت سلطان العارفین کا قرب کافی ہے چنانچہ
حضرت خواجہ محمد عثمان علیہ الرحمہ قریب مزار حضرت سلطانجی صاحب محو استراحت ہیں
حضرت شاہ ولایت صاحب کو سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سلطانجی صاحب سے
بیعت وخلافت حاصل تھی سلسلہ چشتیہ میں بھی حضرت قطب صاحب کے خلفاء
کرام میں آپ کا نام نامی نظر آتا ہے آپ بھی نہایت جلیل القدر اولیاء اللہ میں ہیں۔
حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے فوائد الفواد شریف میں اظہار فرمایا کہ در بدایوں
دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دومی ابوبکر موئے تاب پس ابوبکر موئے تاب
را دیدہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ ام۔ آپ بھی مثل اپنے بھائی کے بان کی رسیاں
بٹکر کسب حلال سے گزر فرماتے تھے۔ آپ کا لقب موئے تاب شاہ ولایت اور کنیت
ابوبکر ہے۔ آپ کا مزار اقدس روحانی فیوض کا سرچشمہ ہے بدایوں کے اکابر اولیاء اللہ ہمیشہ

متوّل صاحب اسناد و جائیداد و اراضی کے ہندوستان میں تھے
اُن کی آراضیات سرکار انگریزی میں ضبط ہو گئی تھیں تمام کوششیں
بے سود اور تمام تدابیر بیکار ہو چکی تھیں۔ حرماں نصیبی نے مایوس محض
کر کے ان کو آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر پہنچا دیا عرصہ دراز
تک عیش و عشرت میں گزر ہو چکی تھی مزاج نازک اور ہمت مستقل تھی سمجھکر

اس وقت تک آپ کے باب فیض سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں نہ صرف
بدایوں بلکہ دور دراز سے مشائخ کرام آپ کے آستانہ پر حصول فیض کے لئے
حاضر ہوئے ہیں صاحب گلزار ابرار سید غوثی حسن قادری نے سید عبد اللہ
شطاری علیہ الرحمۃ کا تذکرہ میں ان کا بدایوں آکر آپ سے فیضیاب ہونا لکھا ہے فقیر
نے ضمناً اس تذکرہ کو اس لئے لکھدیا کہ ابھی تک مورخین بدایوں کی نگاہیں اس واقعہ
تک نہیں پہونچی تھیں۔ اس آستانہ میں بھی روزانہ اہل حاجت کا ہجوم رہتا ہے آستانہ
قادریہ کے روزانہ کے حاضرباش بلاناغہ دربار صاحب ولایت میں حاضر ہوتے ہیں
آپ کے تصرفات و کرامات کا اظہار عالم آشکار ہے حضرت سید تاج الفحول علیہ الرحمۃ
جب ایک مقدمہ میں اشرار کی بدولت بلا سبب کچہری میں طلب کے گئے تو ایک
خاص انداز کے ساتھ حاضر ہوئے اور ایک خاص فقرہ کسی قدر بلند آواز سے فرمایا جس کا
اثر یہ ہوا کہ فوراً حکم امتناعی اسی وقت آگیا۔ اور آپ کشمکش سے محفوظ ہے ایسے
راقم الحروف کے خالو صاحب جناب اسیر مظہم جو ہا در ان وطن کی سازش سے ایک
مقدمہ میں مبتلا ہو کر سخت پریشان ہو گئے تھے۔ آپ کی گردش چشم کرم کی بدولت نہ صرف
اس بلا سے محفوظ ہوئے بلکہ جمال باکمال حضور غوثیت مآب سے سرفراز کئے گئے۔ غرض آپکا
فیض عام ہے۔ وہ موضع مسلّم اور دو نصف آپ کے آستانہ کیلئے ابھی وقف ہے آمدنی
خدام کی ملکیت کہی جاسکتی ہے جواہر فریدی میں ۱۲ رمضان المبارک تاریخ وصال تحریر ہے
سن کچھ نہیں ہے لیکن عظمت الاولیا سے ۵۹۰ھ میں آپ کا وصال ہونا پایا جاتا ہے جیسا کہ قطعہ تاریخ

کہ غریب نوازی ہندو نوازی میں مشہور ہے کوئی محروم جاتا ہی نہیں ہے مواجہۂ مزار شریف میں حاضر ہوکر یہ عہد واثق کرلیا کہ جبتک تمام امر اضیات اور کل جائداد نہ ملجائے گی نہ اس پاک در سے جدا ہونگا نہ کچھ کھانے پینے سے تعلق رکھونگا۔ یہ کہکر بارگاہ قدس منزل میں مچلکے تین روز متواتر بے آب و دانہ باب اجابت پر کھڑے گذارے عشاق کے ناز بردار خدام کے حاجت روا سرکار بندہ نواز نے اس مچلے ہوئے آرزومند کو اپنی دھن کا پکا بات کا پورا پاکر بے نقاب اپنے جمال کی ایک جھلک دکھادی اور اپنی غریب نوازی سے دریافت فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ ان حضرت نے وہی جواب دیا جو دلکی خواہش تھی عرض کی کہ آراضیات و جائداد کا خواستگار ہوں۔ ارشاد ہوا جو زبان سے کہے گا وہ پورا ہوگا۔ اس بخشش بیکراں نے ان زمیندار صاحب کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ عالم ملکوت اور لوح محفوظ کا انکشاف ہوگیا۔ ظرف ان کا اتنا وسیع نہ تھا کہ اس دولت گراں بار کا متحمل ہو سکتا۔ فوراً مجذوب ہوگئے

[illegible]

وصال سے ظاہر ہے۔ عظمت الاولیا۔

کرواز دنیا چو بدرالدین سفر | سال وصل اوبگو بے قال و قیل
بازر دین مہدی دین بدر کمال | شہ ولایت شاہ بدرالدین جمیل
۹۰ | ۶۹۰
طبقات الاولیا۔

شیخ بوبکر موسے تاب ولی ۔ بدر دین صاحب ولایت بود حیف درلبست و دوزماہ صیام روز آدینہ انتقال نمود ۔ الف غیب سال ترحیلش ۔ شیر مسعود بر محل فرمود مزار مبارک آستانۂ قادریہ سے قریب دو فرلانگ جانب غرب عقب عیدگاہ شمسی ہے رستہ خام ہے جس کے پختہ ہونے کی تحریک کی جارہی ہے ۱۲

صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی اختیار کی ادھر ہمارے سرکار عالم جذب
میں دشت نوردی کو اپنا شعار کئے ہوئے تھے کسی صحرا میں دونوں
بزرگ ملاقی ہوئے بقول شخصے خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے
دیوانے دو۔ لطف یکجائی وہم مشربی نے صحبت بے تکلف کردی
یہ زمیندار صاحب جو خواجہ کی چشم کرم سے مالامال ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ
مولوی صاحب آپ کو میں ایک اسم اعظم بتاتا ہوں جو ہمیشہ کشودکار
کے لئے اکسیر کا کام دے گا اس کو آپ یاد رکھیں اور جس کو چاہیں اجازت
عطا فرمائیں۔ وہ اسم اعظم یہ ہے۔ الہی بحرمت حضرت خواجہ معین الدین
چشتی مشکل کشا۔ اس کے بعد صاحب ضیاالمکتوب نواب مولانا
ضیاء الدین خانصاحب فرماتے ہیں کہ اس اسم اعظم کی اجازت حضرت
پیرومرشد نے اکثر اکابر کو عطا فرمائی اور مجھے بھی کرم خاص سے اجازت
مرحمت فرمائی گئی۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ ان مجذوب صاحب
کے دو مرید تھے وہ بھی مجذوب اور صاحب تاثیر تھے جن میں سے
ایک کا حال معلوم نہیں دوسرے مرید جن کا نام سدا شاہ مجذوب
تھے ہمیشہ بہیڑی (اسلام آباد) کسی میکدہ یا ویرانہ میں سرتا پا برہنہ
پڑے رہتے تھے جس زمانہ میں حضرت اقدس نواب دلیرالملک
سپہ سردار عبدالحق صاحب مرحوم کے والد کے یہاں فروکش ہوتے
تو یہ مجذوب کسی پارچہ افتادہ سے ستر عورت کرکے بکمال ادب
وتعظیم حاضر خدمت ہوتے اور دیر تک دوزانو مودبانہ بیٹھے رہتے
بعض وقت کچھ نقدی وغیرہ حضرت اقدس سے طلب فرماتے ارشاد
ہوتا ضیاء الدین ان کو کچھ نقد دو۔ نواب صاحب دوانی چونی وغیرہ
پیشکش کرتے مجذوب صاحب ان سکوں کو لیکر حضرت مولانا کی نعلین
پر نچھاور کرتے اور پھر فرماتے کہ اب اس کی شیرینی لاؤ۔ نواب صاحب

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجذوب صاحب نے حسب معمول شیرینی منگائی
ہیں شکر پارہ لیکر حاضر خدمت ہوا۔ تین شکر پارہ اپنے ہاتھ سے اُٹھاکر
مجھے دئے اور کہاکہ یہ شکر پارہ محی الدولہ محمد یار خاں کو دیکر میری طرف سے
تین سلام کہنا اور ہدایت کی حیدرآباد جاؤ اور خواجہ حافظ کا یہ مصرعہ
پڑھا۔ مصرعہ رفت آں صومعہ اے خواجہ کجا زم بینی
اُس کے بعد تین ٹکڑے برفی کے مجھے عنایت کئے۔ نواب صاحب
لکھتے ہیں کہ ان تین ٹکڑوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری تین شادیاں
ہوئیں۔ اصل غرض اس تحریر سے یہ تھی کہ ایسے صاحب تصرف
مجاذیب کی نگاہ میں حضرت کا کس قدر ادب و احترام تھا۔ درحقیقت
باطن بین نگاہیں آپ کی رفعت شان بخوبی دیکھتی تھیں جس زمانے میں
آپ بمقام حیدرآباد نواب شرف الدین کے مکان کے بالاخانہ پر تشریف
فرما تھے یہ دستور تھا کہ عصر مغرب عشا کے وقت نماز کے لئے مسجد
شرف الدین میں تشریف لاتے اور پھر بالاخانہ پر چلے جاتے درمیان
عصر و مغرب کے کتاب فصوص الحکم کا درس ہوتا۔ نواب ضیاء الدین صاحب
قاری ہوتے اور قریب بیس پچیس دیگر ذی علم اہل بلدہ صاحب استعداد
و مذاق سلیم والے شریک درس ہوتے۔ اس حلقۂ درس میں اکثر
نواب محی الدولہ محمد یار خاں مرحوم اور نواب وقار الدولہ اوّل
مرحوم بھی بغرض حصول برکت و استفاضہ حاضر ہوتے۔ اُس وقت ایک
خاص حالت حضرت پر طاری ہوتی تھی عجیب لطایف و دقایق اور
معنا میں و اسرار اظہار فرماتے سامعین و حاضرین اپنی اپنی
استعداد و ظرف کے مطابق لذت و حظ حاصل کرتے ایک
وجد ہی کیف میں سب سرشار نظر آتے اُس کے بعد خاصہ تناول
فرماتے۔ بعد نماز عشا جب سب مریدین و متوسلین رخصت ہوجاتے تو

آپ گشت کے لئے بلدہ سے باہر نکلتے صرف نواب صاحب تنہا ہمرکاب
ہوتے تھے۔ مقام حسین ساگر سے مقام الوال تک جو تقریبا سات کوس تک
گشت روزانہ ہوتا تھا۔ کبھی ایک بجے اور کبھی دو بجے شب کے واپسی
ہوتی تھی راہ میں عجیب بات قابل دید نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک
مقام پر کچھ مرد اور کچھ عورتیں مل کر نہایت تپاک و اشتیاق کے ساتھ
ملاقات کرتی تھیں۔ جن کی صورتیں کبھی بلدہ یا باہر کسی جگہ نہیں دیکھی
جاتی تھیں۔ مرد مصافحہ اور معانقہ کرتے اور مستورات نہایت ذوق و
شوق کے ساتھ بلائیں لیتی تھیں۔ نواب صاحب تحریر کرتے ہیں تخمیناً دو برس
یہ سلسلۂ ملاقات جاری رہتا تھا مجھ پر جو حالت طاری ہوتی تھی اس کا
لطف و ذائقہ تحریر میں نہیں آسکتا تین برس یہ شبی گشت جاری رہی روزانہ
اس لطف سے نگاہوں کو سرور حاصل رہا یہ سب رجال الغیب صاحب
باطن اور حضرت کے رتبہ شناس تھے اسی طرح حیدرآباد میں ایک ضعیفہ
مجذوبہ صاحب تصرف و کرامت جو محلہ اندرون گھڑکی کی بہو والی
جھنڈی قبر پر ہمیشہ نظر آتی تھیں یہ قبر ایک بزرگ مجذوب کی ہے
اور بکثرت مجاذیب اس قبر پر ہمیشہ حاضر رہتے ہیں منجملہ ان کے یہ
مجذوبہ بھی اکثر وہیں فروکش رہتی تھیں ان کے تصرفات بلدہ میں بہت
مشہور ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ سید معین الدین صاحب مرحوم
شادی کے بعد عرصہ دراز تک لاولد رہے اور اسی تمنا میں رہتے
کہ کاش اولاد ہو اتفاق سے ایک دن یہ بی بی صاحبہ مجذوبہ ایک
ڈولی میں بیٹھ کر سید صاحب کے مکان پر تشریف لائیں اور کچھ گڑیاں
پارچہ کی جس سے کمسن لڑکیاں کھیلا کرتی ہیں سید صاحب کی
والدہ کو دیں یہ عنایت الٰہی چند روز میں سید صاحب کی بیوی حاملہ
ہوئیں اور خدا نے اولاد عطا فرمائی۔ نواب محی الدولہ بہادر مرحوم نے

ایک دن حضرت اقدس سے عرض کی وہ بیوی صاحبہ مجذوبہ اب بہت
ضعیف ہوگئی ہیں اور ان کا بالکل آخر وقت ہے اگر حضور بطور عیادت
تشریف لیجائیں تو میں بھی ہمراہ چلوں۔ نواب صاحب کے کہنے پر حضرت
اقدس اُن مجذوبہ کی ملاقات وعیادت کو تشریف لے گئے جس وقت
یہ دونوں حضرات مجذوبہ کی گزرگاہ پر پہونچے اور مجذوبہ کی نگاہ حضرت
اقدس کی جانب اُٹھی باوجود ضعف وناتوانی کے اشاروں سے مراسم
تکریم ادا کرنے کے لئے اُٹھنے کا قصد کیا اور اس کے بعد نہایت خاطر و مدارات
کی اور ایک پیالہ پانی کا منگوا کر آپ کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ لو لیجیا
یہ پیالہ حضرت دستگیر عالم پیران پیر محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے
اس کو پی لیجئے آپ نے بے تکلف پیالہ پی لیا۔ اُس کے بعد اُن مجذوبہ نے
نواب محی الدولہ بہادر کو بھی یہ کہکر بڑے شیخ کا ہمراہی ہے دو ٹکڑے روٹی کے
دئے بعد ازاں اُن کا انتقال ہوگیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) گویا سرکار غوثیت
کی امانت تھی جو وقت رحلت حضرت اقدس کے سپرد کردی گئی۔ مولوی
سید یعقوب صاحب قدس سرہٗ گولسہ باڑی میں سکونت پذیر تھے لیکن
دکن کے مشاہیر سادات کرام میں سمجھے جاتے تھے اگرچہ ان کے بھتیجے نواب
سید سعد الدین صاحب معتمد مدار المہام ریاست کے عہدہ پر فائز تھے لیکن
مولوی صاحب مذکور نہایت خدارسیدہ اور بہت بزرگ تھے ایک دن
نواب نصیر جنگ مہاجر مرحوم نے جو حضرت اقدس کے شاگرد رشید تھے
سید صاحب کا تذکرہ کچھ اس عنوان سے کیا کہ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا
ہم بھی بغرض ملاقات سید صاحب جائیں گے۔ نصیر جنگ مرحوم نے
اپنا میانہ فوراً حاضر کیا حضرت فوراً پالکی میں اور نصیر جنگ بہادر اور نواب
ضیاء الدین ہاتھی پر سوار ہوکر میانہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے جس وقت
سید صاحب کے دولتکدہ پر پہونچے۔ سید صاحب نے بے انتہا تعظیم

تکریم کی اور آپ نے بھی حسب عادت مراسم ادب و تکریم جو سادات کرام کے ساتھ مخصوص تھے برتتے تھوڑی دیر ادھر ادھر کی عارفانہ گفتگو رہی اس کے بعد سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا حضوری حضور سید عالم رسول اکرم روحی لہ الفداہ کی گاہے گاہے ہو جاتی ہے۔ ایسا عمل بتائیے کہ جب میں چاہوں زیارت سے مشرف ہوا کروں۔ آپ نے سید صاحب سے صرف نظر ملا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری چاہت کو کیا دخل ہے وارو مدار سارا سرکار کی چاہت پہ ہے صرف یہ کلمہ آپ کی زبان سے ادا ہوا ہی تھا کہ سید صاحب کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی ایک خاص ذوق و کیف میں تمام بدن کے اندر لغزش پیدا ہوگئی اور دیر تک یہی رنگ رہا حاضر بھی اس کیف سے لطف بیخودی حاصل کرتے رہے اس کے بعد حضرت اقدس نے کچھ آہستہ آہستہ سید صاحب سے کہا اور فرودگاہ کو واپس تشریف لائے۔ غرض یہ کہ تمام مشائخ عصر اور علماء وقت اور اکابر عرب و عجم و بلاد اسلام میں آپ کے علوم ظاہری اور فیوض باطنی کی دھوم مچی ہوئی تھی ایک طرف علوم شریعت کے طالب دیار و امصار سے آ کر اپنی تمنا کے دامن کھلے مقصود سے بھرتے دوسری جانب بادہ عرفاں کے بیخوار دور دراز سے ساقی مست کے میخانہ میں آ کر شراب معرفت سے مخمور و مدہوش ہو کر جاتے مدرسہ قادریہ میں جہاں قال اللہ اور قال رسول اللہ کے نعروں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی وہیں اللہ ہو اور لا الہ الا اللہ کے اذکار و اشغال کی دلکش اور روح پرور آوازیں قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں بڑی قوت دکھاتیں۔ خدا والے تزکیۂ نفس کے لئے حاضر خدمت ہوتے مدرسہ عالیہ کے حجروں میں چلہ کشی اور پاس انفاس میں مشغول ہوتے حصول کمال کے بعد اجازت و خلافت کی نعمت حاصل ہوتی۔ اسی طرح قیام حیدر آباد میں بہت سے مشائخ شرف خلافت سے

فیضیاب ہوئے جن کا تذکرہ خلفاء کے احوال میں مذکور ہوگا۔ یہاں صرف آپ کی ہشتائیخانہ زندگی کے بعض وقائع کا اظہار منظور ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں اکثر آپ معتکف رہتے اور بالکل تنہائی کو پسند فرماتے تھے ضیاء المکتوب میں ہے زمانہ قیام ریاست حیدرآباد دکن میں جب نصف ماہ شعبان گذر گیا۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے اعتکاف کے لئے کوئی مسجد آبادی سے باہر جہاں آمد و رفت نہ ہو تلاش کیجائے۔ نواب ضیاء الدین صاحب قبلہ واسط بر کا تہم سے جو اخص خلفاء میں ہیں ایک گھوڑا سواری کے لئے جناب محی الدولہ مرحوم کے اصطبل سے لیا اور حسب الارشاد تمام دن تلاش کر کے موضع ادیل اور حیات نگر کی دو مسجدیں منتخب کیں اور دونوں کا حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں مساجد مناسب حال نہیں ہیں حیات نگر کی مسجد آبادی میں ہے اور ادیل کی مسجد لب سڑک واقع ہے وہاں آمد و رفت رہتی ہے۔ نواب صاحب متعجبانہ خاموشی کے ساتھ چپ ہوگئے۔ اسی اثنا میں آپ کا خادم و ملازم خاص محمد جمال نامی عرض پیرا ہوا کہ میرے موضع کے قریب ایک مسجد آبادی سے دور صحرا میں واقع ہے یہ شخص محمد جمال موضع انکیر پال گاؤ جو بلدہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے رہنے والا تھا ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتا تھا اور وہ وقت آپ کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھا کر اپنی قسمت پر ناز کرتا تھا۔ آپ ملازم کی بات سنکر خاموش ہوگئے اور بات رفت و گذشت ہوگئی چند دن کے بعد کہ ستائیس تاریخ ماہ شعبان المعظم کی تھی آپ یکایک بلدہ سے معہ ملازم کے غائب ہوگئے روزانہ کے حاضرباش اور تمام متوسلین بلا اطلاع آپ کے تشریف لیجانے سے سخت پریشان ہوئے۔ ہرچند تلاش کیا مگر آپ کا پتہ نہ چلا یہانتک کہ رمضان المبارک کا کل مہینہ ختم ہونے کو آیا ستائیسویں رمضان شریف کو

پس ایک محمد جمال معہ صحیفہ گرامی نواب ضیا الدین صاحب کے مکان پر
پہنچا نواب صاحب اس حسن اتفاق سے بیحد مسرور ہوئے حضرت اقدس
کی خیریت دریافت کیا محمد جمال نے گرامی نامہ وسپرد خدمت دیکر زبانی کہا کہ
حضور اقدس میں بالکل طاقت رفتار باقی نہیں کوئی پالکی وغیرہ آرام دہ
سواری ہمراہ لیچلو نواب صاحب محی الدولہ بہادر کی خدمت میں پہنچے
اور قیام پہونچایا محی الدولہ مرحوم نے اپنی سواری کا ہیا نہ معہ کہار و
نواب صاحب کے ہمراہ کیا نہیں سے نواب صاحب نے اپنے لئے
ایک گھوڑا اور دو عرب جوان ہمراہی کو لئے آخر شب بلدہ سے روانہ
ہوکر در راہ مبارک کو قریب عصر حاضر خدمت ہوئے دیکھا کہ حضور اقدس
مسجد کے ریتیلے فرش پر رونق افروز ہیں جسم مبارک ضعف نقاہت
سے نیلا پڑگیا ہے آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ نواب صاحب
پیرو مرشد کی یہ حالت دیکھکر گریہ کناں قدموں پر گر پڑے یہاں تک کہ
افطار کا وقت آیا۔ صحن مسجد میں ایک بڑا درخت گولر کا کھڑا ہوا تھا اور
کثرت سے گولر لدے ہوئے تھے آپ نے ان گولروں کا شربت اپنے دست
مبارک سے تیار کیا اور تھوڑا سا گاڑا لکر وقت افطار خود بھی نوش فرمایا
اور نواب صاحب کو بھی دیا۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اس
شربت کی حلاوت نے جو لذت بخشی تا عمر پھر وہ مزہ اور حلاوت حاصل
ہوئی تھی نہ ہوسکا اس کے بعد مجھکو حکم ہوا کہ یہ صحرا ہے تم آبادی میں موضع
میں جاکر شب بسر کرو بعد نماز صبح یہاں آنا۔ نواب صاحب تعمیل حکم
بجا لائے موضع میں جو مسجد سے زائد از ایک میل ہوگا رات کو مقیم
ہوئے دن نکلے حسب الارشاد حاضر ہوئے شان جمال پیر و مرشد
میں جلوہ گر دیکھی چشم کرم کو اپنی جانب متوجہ پا یا عطیات کے امیدوار
ہوئے گھڑاؤں پائے مبارک کی اور ایک کاغذ جس میں تینتالیس اسماء الٰہی

معہ اعداد و ترکیب کے تحریر تھے عطا ہوئے حکم ہوا کہ تالاب میں غسل کرکے دروازہ مسجد میں بیٹھکر ان اسماء الٰہیہ کی تلاوت کرو نواب صاحب کہتے ہیں کہ تالاب مسجد سے دور ایسے صحرا کے لق و دق میں تھا کہ جہاں درندے اور شیر چیتے وغیرہ آکر پانی پیتے تھے اور یہ صحرا ان حیوانات کا مسکن تھا۔ دن میں وہاں جاتے ہوئے سخت وحشت معلوم ہوتی تھی لیکن پیرومرشد متواتر شب کو تہجد کے وقت اسی تالاب میں جاکر غسل فرماتے تھے اور تمام درندے اور صحرائی جانور پاسبانی کرتے تھے اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے غسل سے فارغ ہوکر حسب الحکم تلاوت اسماء الٰہیہ کی شروع کی عجیب کیفیت وسرور حلاوت واطمینان قلب کو حاصل ہوا جس کا بیان قوت تحریر سے باہر ہے۔ اسی عالم اعتکاف میں نعت شریف کا یہ مقبول قصیدہ جس کا اندراج ذیل میں ہے آپ نے تصنیف فرمایا تھا۔ اسی تاریخ ہلال طالع ہوا اعتکاف سے باہر تشریف لائے سواری حاضر تھی شب کو چلکر تا صبح بلدہ واپس تشریف لائے تمام اہل بلدہ نماز عید میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عید میں دوسری عید آپ کی دید ہوئی۔

قصیدہ

نعت میں حضرت کے فکر شعر حالی کا خیال	وہم باطل ہے کہ ہو نقش محالی کا خیال
ہے خدا مداح ان کا اور نہیں بندہ خدا	تا کرے مثل خدا مضمون عالی کا خیال
بندہ کی تخئیل و حس کی بس یہی معراج ہے	ذکر اشتیاق و مضامین خیالی کا خیال
نے بسمل نے جوش خوں ہے بلکہ ہے یہ جھلکیا	آنکھ کے پردہ میں اس مہرو کی لالی کا خیال
کیا حلاوت ہے مدینہ کے سفر کے قصد میں	بحر مالح پر کبھی ہے ایک نہر حالی کا خیال
عالم بالا تہ و بالا ہے کیوں کیا آگیا	دیکھ لینے کا مدینہ کی حوالی کا خیال

آمد و رفت نفس کی ہوگئی مسدود راہ
آیا جب مسدود ہی بابِ فنا جالی کا خیال

تجربہ ہی خضر ہو جاوے جہاں وہی لیں جگہ
قبۂ خضرا کی اُس سبز جالی کا خیال

سینہ چھلنی ہو گیا آنکھوں میں جالے پڑ گئے
بندھ گیا جب شبکۂ عالی کی جالی کا خیال

نورِ حق آنکھوں کے آگے بس چمکتا ہو صاف
آئے ہو جس وقت اُس الماس عالی کا خیال

ساقئ کوثر مئے اطہر پلا دیں اے خدا
راست آجائے پئے مستی لاابالی کا خیال

مشائخ کرام کی روحانی زندگی اور اُن کا روزمرہ جن واقعات سے لبریز ہوتا ہے حضرت اقدس کے شبانہ روز بالکل ہر لمحہ اور ہر ساعت اُسی نوع اُسی حیثیت پر بسر ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام کی زندگی میں جو محبوب و مقبول شئے قابلِ دید ہوتی ہے وہ اتباع سنّت نبوی اور شریعت مصطفوی ہے کیونکہ اہل شریعت کا فتوے ہے

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

الحمد للہ کہ بدرجہ غایت و بکمال علویہ حقیقی اتباع آپ کی زندگی کا جزوِ اعظم تھا۔
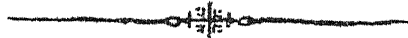
تصرفات و خوارق عادات

آجکل کے زمانہ میں خصوصاً نئی روشنی کے پروانے اکابر کے حالات
میں جن واقعات سے چونکتے ہیں وہ بزرگوں کے تصرفات ہیں مسلمانوں میں
دو گروہ اس وقت موجود ہیں جو کرامات اولیا اللہ کے قائل نہیں ہیں
پہلا گروہ تو یہی نئی روشنی کا دلدادہ فلسفہ جدیدہ کا متوالا گروہ ہے ان کے
نزدیک کیمسٹری اور مسمریزم کے ذریعہ سے خواہ کیسی ہی عجیب باتیں ظہور پذیر
ہوں بعید از عقل و قیاس نہیں ہیں لیکن جہاں یہ کہدیا کہ ایک خدا والے کی
قوت روحانی حقائق اشیاء کے لیے مثل آئینہ ہے یا اس کے تصرفات
دیگر طاقتوں کو مغلوب کر سکتے ہیں تو خدا معلوم ان کے قیاس کی تنگ
کوٹھریاں کیوں بند ہو جاتی ہیں۔ کہ یہ باتیں ان کی عقلوں میں سماتی ہی نہیں
دوسرا گروہ پرانے خیالات والوں کا ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا کاسہ لیس
ہندوستان کے غیر مقلد وہابیہ کا فرقہ ہے تعجب تو ان لوگوں سے ہے کہ
مقتدای فرقہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی رائے بریلی کے ایک سیدھے
سادے بے پڑھے لکھے سپاہی پیشہ سید کو مجسم کرامت اور سراپا کمال
بنا کر نعوذ باللہ حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کا ہمسر بنا دینے کی
کوشش کریں اس کی جہالت کو تو بہ تو بہی اُمّی روحی لہ الفداہ کی شان
امیت کے ساتھ مشابہت دیں۔ اس کے گھوڑے کی عنان فرشتوں کو ہاتھ میں
دینے سے باک نہ کریں غیب سے من و سلویٰ اُتروائیں عجیب و غریب تراش
خراش سے پیران مخفی پر ندھیان می پرانند کا زور دکھائیں۔ لیکن صاحبان
خدا اور مقبولان بارگاہ الہ جو برسوں مجاہدات شاقہ اور ریاضات
سخت میں گزار کر کمال تزکیہ نفس کی بدولت مرتبۂ قرب نوافل سے

فرمائیں جنکی نسبت خود حدیث قدسی میں ارشاد ہو۔ لایزال عبدا ے یتقرب الی بالنوافل فاکون سمعہ وبصرہ الحدیث جن کی مدح سرائی قرآن عظیم ان مبارک الفاظ میں ہو کرے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ یہ برگزیدہ حضرات ان مستم شریعت نافہموں کے نزدیک کچھ بھی نہیں خیر یہیں کیا یہ جانیں اور ان کی قوت ایمان۔ آخر مرنا ہے خدائے جلیل و جبار کی جناب میں سب کو جانا ہے ؎

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

اصل یہ ہے کہ بمصداق حدیث بالا ان مقدس بندوں کا چاہنے والا رب ان کو وہ زبردست قوتیں عطا فرماتا ہے کہ یہ دلق پوش حضرات تاجداروں کی افسر و دیہیم کو ٹھکراتے چلتے ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے کراتے ہیں جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں عطائے الہی ان کی جنبش لب کا صدقہ۔ رحمت باری ان کی دعاؤں کو ثمرہ ہوتا ہے۔ تصرف و کرامات ان کی ادنے جلال و جمال کا نام ہے ورنہ ان مقدس نفوس کے نزدیک تو دنیا کے اہم ترین امور معمولی سے معمولی بات ہیں۔ اولیاء اللہ کی زندگی کا آثار منفد سہ میں خوارق عادات شائبہ زندگانی ہیں اس لئے ہم بھی بعض اون واقعات کا تذکرہ عقیدتاً کرنے کے لئے مجبور ہیں جن کو ہم یقیناً اپنے حضرت کے تصرفات یا کرامات سمجھے ہوئے ہیں۔ اور جن کی تصدیق و توثیق خیرسگال اصحاب کی ثقاہت اور پاک نفسی نے ہمارے عقیدت آگین دلکو پورے طور پر کرا دی ہے یا بعض واقعات کا ماخذ بعض مطبوعہ مشہورہ اور بعض غیر مطبوعہ تحریریں ہیں۔

جناب استاد مولانا میر رضا علی صاحب استاد سر سالار جنگ مختار الملک اوّل مدار المہام ریاست حیدر آباد دکن نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کے

مشاہیر اکابر سے ہیں حضرت اقدس کے مخصوص تلامذہ میں ہیں انکے خسر مرزا ہاشم بیگ صاحب تعلقہ دار مدگل معہ اپنی اہلیہ و تمام متعلقین کے حضرت اقدس سے بیعت رکھتے تھے میر صاحب موصوف بکمال ادب حضرت سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کرنے میں شرماتے تھے ایک مرتبہ جب حضرت اقدس میر صاحب کے خسر مرزا ہاشم بیگ صاحب کے یہاں مقیم تھے میر صاحب نے اپنے خسر کی تحریک سے عرض کیا کہ حضور ہم دونوں میاں بیوی بالکل ضعیف ہو چکے دنیا میں چند دن کے مہمان اور ہیں صرف اولاد کی حسرت ظاہر اقبر تک ساتھ جاوے گی۔ خدائے پاک کے مخصوص بندے اگر دعا فرماتے ہیں تو باب اجابت سے قبولیت کا سہرا اُن کی دعاؤں کے ماتھے سجایا جاتا ہے میر صاحب نے کچھ اس انداز سے عرض حال کی کہ حضرت اقدس کا قلب بھی بیچین ہوکر تڑپ گیا۔ فرمایا میر صاحب دعا تو ہم کرتے ہیں لیکن فرزند ہو یا دختر یہ مرضی الٰہی پر منحصر ہے۔ چنانچہ جبتک آپ مرزا صاحب کے یہاں مقیم رہے روزانہ عود اور لوبان اور شیرینی اور پانی پر کلمات طیّبات اور آیات الٰہیہ دم فرماکر میر صاحب کو مرحمت فرماتے رہے یہانتک کہ زوجۂ میر صاحب حاملہ ہوئیں۔ بعد ایّام حمل لڑکی تولد ہوئی جو جوان ہوکر حسین یار خاں برادر زادہ نواب محی الدولہ بہادر کے عقد میں آئی۔ (منقول از ضیاء المکتوب)

بدایوں کے ایک معزز رئیس جو شہر کے رکن رکین تصوّر کئے جاتے تھے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک معاملہ میں جو اُن کے نبی اعمام کیساتھ تھا۔ حضور اقدس سے اس درجہ منحرف ہوئے کہ آپ کے دشمنوں کی جان کے خواہاں ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حضرت اقدس بعد نماز عشا درگاہِ معلّیٰ اور آستانہ حضرت شاہ ولایت رح میں حاضر ہوتے ہوئے

پیراہ حضرت مولانا حاجی جمال ملتانی روزانہ سلطانجی صاحب میں شب باش
ہو کر چلہ کشی فرماتے ہیں۔ مدرسہ عالیہ سے تن تنہا بلاکسی خادم وخدمتگار
کے جاتے ہیں۔ یہ صاحب دل میں بہت خوش تھے کہ جس دن موقعہ
پاؤں گا خدانخواستہ کام تمام کردوں گا ایک دن اسی خام خیالی نے
ان کو آمادہ کشت وخون کیا تلوار باندھکر پیشتر سے بن میں ایسی جگہ
جا بیٹھے جہاں سے حضرت اقدس گزرا کرتے تھے یہ اسی انتظار میں
تھے کہ وقت مقررہ پر انوار الٰہی کی تجلی کی زمین سے آسمان تک
تجلیات ہی کی ایک ہلکی لہر دوڑ گئی دیکھا حضرت مولانا تنہا اس نور میں خراماں
خراماں چلے آتے تھے انھوں نے تلوار سنبھالی جی کڑا کیا سپاہیانہ
جوش نے بہت کچھ ابھارا۔ مگر ہیبت حق نے حوصلے پست کر دیے
دل بیٹھ گیا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آیا کچھ نہ کرسکے اور وہ نور کی تصویر
سامنے سے نکل چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حواس درست ہوئے
اپنی اس بزدلانہ حرکت پر نفرین کی نامردی پر دانت پیسے اور
یہ ارادہ کیا کہ خیر اب واپسی کے وقت دیکھا جائے گا اسی دھن میں
رات جنگل ہی میں گزاری صبح سویرے نور کے تڑکے جب قبل از
نماز حضرت اقدس پھر واپس ہوئے ان پر وہی مصیبت پھر طاری
ہوئی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور وہ مسکراتے ہوئے پاس سے
گزرے ارادہ کے پورے بات کے پکے تھے پشیمان تو ہوئے پھر بھی اکڑے
رہے اور ایک ہفتہ تک اسی حماقت میں گرفتار رہے۔ آخر جب
تمام آرزوؤں پہ پانی پھر گیا سارے منصوبے خاک میں مل گئے
تو سخت ندامت کے ساتھ توبہ کی نیازمندانہ عقیدت کے ساتھ
خدام میں شامل ہوگئے۔

نگاہت دشمناں را دوست کردہ ۔۔ اثرہا در رگ و در پوست کردہ (از لوائح)

حاجی قاضی عرفان علی صاحب مرحوم جو رفتگان بدایوں میں ایک ممتاز شان رکھنے والوں میں سے تھے وہ ہر تبہ حضوری حرمین شریفین سے مشرف ہوکر امکنہ طیبہ دارالسلام بغداد و شریف نجف اشرف کربلا و معلیٰ کاظمین معطین کے پاک آستانوں میں جبہ سائی کی دولت پائی تھی۔ ایک مرتبہ سخت بلائے ناگہانی میں مبتلا ہوکر عیش و آرام کی زندگی سے محروم ہوچکے تھے۔ دشمنوں کے اغوائے حاکم وقت درپے آزار و ایذا رسانی تھا سنگین جرم میں ماخوذ ہوکر سشن کے اجلاس تک مقدمہ کی نوبت پہونچ چکی تھی دنیاوی پیروی میں کوئی وقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ لیکن حرماں نصیبی گلے کا ہار بنی ہوئی تھی مایوسی نے زندگی تلخ کردی تھی۔ تمام تدابیر بے سود و بیکار ہوچکی تھیں۔ اسی سراسیمگی اور کمال یاس کے عالم میں ایک دن تنہائی میں حضرت اقدس کے قدموں پر خود کو ڈالکر ساری سرگذشت غم عرض کی۔ ابن غنی کی بارگاہ سے محروم لوٹنا تو سنا ہی نہیں تسلی و تشفی سے فوراً طمانیت قلب کردیگئی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے قاضی صاحب نے گریہ خود رفتگی میں دیکھا کہ حضرت اقدس کے دہن انور سے ایک بقعہ نور برآمد ہوا اور اس نے اس مجسمہ پریشانی کے سارے جسم کو گھیر لیا۔ اور لپنے روح پرور جلووں سے دل و دماغ پر محیط ہوکر تمام اضطراب و آلام تفکرات و مصائب کو یکلخت زائل کردیا۔ قاضی مرحوم بالکل مطمئن اور دلشاد ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے زبان مبارک سے مقدمہ کا حکم آخر سنا دیا۔ یہ بدرگ خوش و خرم گھر کو واپس آئے جب مقدمہ کی پیشی کا روز آیا کچہری میں حاضر ہوئے ججز نے بلفظہ وہی حکم سنایا جس کا وقوع زبان اقدس سے پیشتر ہی ہوچکا تھا۔

بدایوں کے معزز ہنود کے ایک رکن منشی بہادر سنگھ نامی قوم کے کایستھ کسی مرض میں مبتلا تھے طبیب حقیقی کی ہدایت سے معالج روحانی کی جناب میں حاضر ہونے کے قصد سے مدرسہ قادریہ میں پہنچے معلوم ہوا جمعہ کا دن ہے حسب معمول حضرت اقدس آستانہ مجیدیہ میں ختم کلام الٰہی کے لئے معہ طلباء و خدام تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی وہیں پہونچے۔ اس وقت قرآن شریف کا دور ہو رہا تھا۔ درگاہ معلی کے ایک گوشہ میں مودبانہ خاموش بیٹھ گئے۔ جس وقت قرآن شریف ختم ہوا معمول کے مطابق بعد فاتحہ شیرینی تقسیم ہوئی۔ قاسم تبرک نے جب ان کا نمبر آیا قصداً غیر مذہب سمجھکر ان کو چھوڑ دیا۔ اور آگے بڑھنا چاہا۔ حضرت اقدس نے وہیں سے جہاں آپ تشریف فرما تھے اشارہ کیا کہ آستانہ کے تبرک سے کوئی محروم نہ رہنا چاہئے۔ چنانچہ فوراً منشی بہادر سنگھ کو شیرینی دی گئی۔ اس عطیہ کو منشی صاحب نے بے اختیار کھالیا۔ فوراً حالت متغیر ہوئی ظاہری علاج یاد سے اتر گیا باطنی علاج کا ولولہ دل میں پیدا ہوا جگہ سے بیتابانہ اُٹھے رقت کے جوش میں قدموں پر جا پڑے قبول اسلام کی تمنا ظاہر کی حضرت اقدس نے خود کلمہ طیبہ تلقین فرمایا جس وقت اُنھوں نے کلمہ شریف پڑھا حجابات اُٹھ گئے حقانیت اسلام کی تجلی برق ظلمت سوز بنکر دل میں پیوست ہو گئی مستغرق محض ہو گئے ہاتھوں ہاتھ بدقت تمام مدرسہ شریفہ میں لائے گئے تین روز تک کمال محویت اور انتہائی استغراق کیساتھ یاد الٰہی میں زندہ رہے دوشنبہ کے روز اسی عالم میں انتقال فرمایا۔ سارے شہر میں شہرت ہو گئی ہجوم کثیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی بے تعداد ہندو مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے جوار روضۂ مقدسہ میں شرف دفن پایا (از طوالع الانوار) اخوند حاجی محمد ضمیر صاحب دلایتی

جو حضرت مولانا سید شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے مریدان باختصاص میں سے تھے اور اُس زمانہ میں اپنے پیر و مرشد کے آستانہ میں چلّہ کش تھے بیان کرتے ہیں کہ شب کو رفع حاجت کے لئے اتفاقیہ آستانہ سے میں باہر آیا عقب آستانہ شریفہ اُس طرف سے ہو کر گزرا جہاں یہ بزرگ نومسلم شیخ عبدالرحیم نامی دفن ہیں دفن کئے گئے تھے یکایک پھولوں کی تیز خوشبو کی مہک نے دماغ معطر کر دیا ولایتی صاحب قبر کے قریب پہنچے دیکھا کہ قبر کثرت بارش کے سبب سے شق ہو گئی اندر سے اس درجہ روح افزا اور مست کن خوشبو آرہی ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی خوشبو نظر میں نہیں جچتی۔ اُنھوں نے جھک کر لغور قبر کے اندر دیکھا معلوم ہوا کہ میّت گلہائے تر کے ہاروں سے بالکل ڈھکی ہوئی ہے پھولوں کی رنگت اور خوشبو ایسی فرحت خیز ہے کہ کسی پھول اور خوشبو سے کوئی مناسبت اور مشابہت ہی نہیں۔ ولایتی صاحب اس سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر اس خیال سے کہ درگاہ معلّے اور شب باش لوگوں کو اس واقعۂ عجیبہ کی زیارت کراوں اپنے ہمراہ لوگوں کو قبر پر لے گئے لیکن بمصداق مصرعہ این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشندہ او کسی دوسرے کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ منشی بہادر سنگھ بدایوں کے کائستوں کے مشہور طبقے میں سے تھے نہایت ذی استعداد اور قابل شخص تھے فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے عربی صرف و نحو سے بھی واقف تھے اپنی قوم میں معزز و ممتاز سمجھے جاتے تھے اسلامی نام عبدالرحیم رکھا گیا تھا۔

(از بیاض قادری)

ایک شخص مسلمان حسن و عشق کے کرشموں میں مبتلا ہو کر مجازی راستہ سے حقیقی منزل تک اس طرح پہونچے کہ محلہ ٹکٹ گنج بدایوں کے ایک ہندو حسین لڑکے مسمی پیارے لال کی نظر فریب صورت پر مائل ہو کر وارفتہ و

ہنچو دہوگئے گھربار خویش و اقربا کو خیرباد کہکر دلدار کے طواف میں
اوقات بسری کرنا شروع کی ہر وقت پیارے پیارے کی رٹ لگی ہوئی
تھی زبان سے جو بات نکلتی تھی وہ پیارے کی پیاری صورت کا خیر مقدم
کرتی ہوئی نکلتی۔ کوئی لمحہ کوئی ساعت مکان سے جدائی گوارا نہ تھی
لڑکے ہر طرف سے انگشت نمائی کرنے لگے رفتہ رفتہ سارے شہر
میں شہرہ ہوگئی غول کے غول ان نوگرفتار عشق کی زیارت کو آنا شروع
ہوئے اودھر لڑکے کے والدین ہر چند کوشش کرتے ہیں کہ یہ مائل
شتو زیادہ کسی حکمت سے مکان سے جدا ہو مگر ممکن نہیں ہوتا شرم سے
گردن اوپر نہیں اٹھتی آخر پیارے لال کے والد صاحب اپنے حاصل لڑکے
حضرت اقدس کی جناب میں حاضر آئے آپ کی ذات سراپا کمالات
تو ہر فرقہ و ہر مذہب کے لئے قبلہ حاجات تھی آپنے ان کے معروضہ کو
شرف سماعت بخشا ان کو اور بیراستا ہوئی قدموں پر سر رکھدیا عرض کیا
حضور میری بڑی ذلت ہوتی ہے شرم کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں
نکل سکتا۔ حضور کرم فرما کر تھوڑی سی تکلیف گوارا فرمائیں اور اُس
جنون گرفتہ بادہ عشق کی رہبری فرمائیں۔ چونکہ ایک شخص کو اس بہانے سے
جادہ حقیقت تک پہونچانا مقصود تھا آپ پالکی میں دولتخانہ سے
تشریف لے گئے دیکھا دروازہ پر وہ از خود رفتہ موجود ہے۔ آپنے
نگاہ بھر کر اوّل اُس شخص کو دیکھا اُس کے بعد قریب طلب فرما کر خدام علوم
کان میں کہا آہستہ سے کہدیا کہ اُن بزرگ کو دوسرے رنگ میں رنگتے یا
پالکی جس وقت اس مکان سے مدرسہ عالیہ کو روانہ ہوئی۔ اب یہ
بزرگ پالکی کے ساتھ ساتھ ع

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست

کہتے ہوئے چلے آرہے تھے یہانتک کہ مدرسہ میں پہونچے فیض باطنی سے

مستفیض ہو کر شام تک مدرسہ عالیہ میں نظر آئے دوسرے دن کچھ
ایسے غائب ہوئے کہ پھر کبھی نظر نہ آئے۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے
ابھی بدایوں میں موجود ہیں۔

بریلی میں بالکل اسی واقعہ کے مطابق جناب میاں شہیدی علیہ الرحمہ
کا واقعہ ہے یہ بھی اسی طرح کسی ہندو کے لڑکے پر ابتداً فریفتہ ہو کر بیخود
مخفی ہو گئے تھے حضرت اقدس کی جو حسن اتفاق سے بریلی رونق افروز
تھے ایک دن سواری جا رہی تھی راستہ میں شہیدی حسن مجازی کا شکار بنے ہوئے
نظر آئے خدام ہمرکاب نے عرض کی شہیدی بھی بزرگ ہیں حضرت نے چشم
خدا بیں کی ایک گردش ان کی طرف بھی کر دی صبغۃ اللہ کے رنگ میں
رنگ گئے ساتھ ہوئے۔ فرودگاہ پر آئے تو محبوب حقیقی کے روضہ مقدسہ کی حاضری
کی ہدایت ہوئی دوسرے روز قصیدہ نعتیہ جو سلطان عرب کی بارگاہ میں شرف
قبولیت پا چکا ہے لکھکر لائے۔ جب یہ شعر سنایا کہ ؎

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

حضرت اقدس نے زبان اقدس سے آمین کہکر فرمایا کہ انشاء اللہ تمنا پوری ہوگی۔
چنانچہ یہی ہوا کہ جب آپ اسی سال حج سے فارغ ہو کر مدینۃ الرسول کی زیارت
کو چلے یہ عالم تھا کہ کبھی مستانہ دھن کے ساتھ پیادہ پا چلتے کبھی ناقہ پر سوار ہوتے
تھوڑی دیر نہ گزرتی کہ پھر ولولہ عشق نیچے اوتار دیتا یہاں تک کہ طیبہ مطیبہ
کے قریب قافلہ پہونچا۔ سبز کھجوروں کے جھرمٹ میں فضائے قدس
کے جلوے روضہ اقدس کے سبز گنبد کو اپنے آغوش میں لئے نظر آئے
شہید عشق حضرت شہیدی کی نگاہیں ایک طرف لپک کر
قبہ سبز کے طواف میں مشغول ہوئیں دوسری طرف ہجوم آرزو
نے یہ مصرعہ زبان سے نکلوایا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے

عروس اجابت نے شہیدی کے طائر روح کو فوراً اپنے دامن میں لیکر
اشجار حرم پر ابد تک آشیانہ بنا کر رہنے کی اجازت دی صرف یہ معلوم ہوا
کہ لاشہ تڑپ کر شہ نشین پر سے گرا اور روح پرواز کر گئی۔ شہیدی کا مصنفہ
شجرہ راقم الحروف نے پڑھا ہے عجیب سوز و گداز کا منظوم مرقعہ ہے ایکمرتبہ
بہ ہمرکابی پیر و مرشد آپ دہلی میں مقیم تھے انھیں ایام میں دہلی کا مشہور میلہ
پھول والوں کی سیر جو حضرت قطب صاحب میں ہمیشہ نہایت آب
و تاب کیساتھ ہوتا ہے۔ ہو رہا تھا ایک دن آپ مسجد میں رونق افروز
تھے دالان کے اندر آپ کے پیر و مرشد قدس سرہ المجید اوراد میں
مشغول تھے اتنے میں چند اشخاص مسجد میں آئے اور آپ سے میلہ میں
چلنے کو کہا مگر آپ نے یہ کہکر کہ وہاں آج ہجوم بہت ہوگا رقص و سرود
کی مجلسیں ہوں گی ہمارا آج جانا ٹھیک نہیں ہے آستانہ کی حاضری
تنہائی میں کیف انگیز ہوتی ہے۔ دوبارہ آپ کے اور احباب آئے
اُن سے بھی آپ نے یہی کہدیا تیسری بار کچھ اور لوگ آئے اُنھوں نے
بھی اصرار کیا کہ ضرور چلئے۔ آپ انکار کرنا چاہتے تھے کہ اندر سے پیر و
مرشد کا اشارہ گویا حاضری دربار کا حکم ہوا۔ چلنے کو تیار ہو گئے جب
قطب صاحب میں پہونچے صدر دروازہ پر بہ کثرت ہجوم تھا اس
طرف سے گزر محال سمجھکر کھڑکی کی جانب سے اندر جانے کا قصد کیا۔
وہاں ایک نو عمر رقاصہ جو باعتبار حسن و جمال کے فرد تھی مجرے میں
مشغول تھی۔ آپ نے نیچی نگاہیں کئے نہایت تیزی سے اندر جانیکا قصد
کیا اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو جاؤں مگر اندر سے آدمیوں کا ایک
غول دھکے دیتا ہوا اس انداز سے برامد ہوا کہ آپ اس کشمکش میں بجائے
اس کے کہ اندر پہونچ جاتے عین حلقے میں گھر گئے ہر چند کوشش کی
کہ کسی طرح نکلجائیں مگر ممکن نہ ہوا مجبوراً اسی طرح تھوڑی دیر رکنا پڑا۔

اسی اثنا میں بھیڑ کم ہوئی اور آپ فوراً مزار پر نور تک پہونچ گئے فاتحہ
پڑھی مراقبہ کیا۔ یکایک مراقبہ کی حالت ہی میں اُٹھکر پھر وہیں پہنچے
اور اُس طوائف سے دریافت فرمایا کہ بدبخت تو نے کس قدر نوافل
پڑھے ہیں کتنی بار حج کیا ہے کتنی عبادت کی ہے۔ عورت جس کے
کان ان باتوں سے آشنا نہ تھے کیا جواب دیتی عرض کیا حضور
میں ایک بازاری عورت نماز روزہ سے بے تعلق حج وزکات
سے نابلد محض ہوں۔ ریاضت وعبادت کی بجائے اسی رقص و
سرود کو ریاض سمجھتی ہوں۔ البتہ خداوند کریم نے دامن عفت کو داغ
معاصی سے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا آج
جو انعام واکرام حضرت قطب صاحب کے دربار سے تجھیں اوس
خلوص کے صلہ میں جو تبرک درگاہ کی تعظیم میں تجھ سے عقیدت ظاہر کیا تھا
ملا ہے اس کا تبادلہ ہماری عبادات ہمارے حج وزکوۃ سے کرنا چاہتی ہو
رقاصہ نے عرض کیا نہایت خوشی سے منظور ہے۔ آپ نے فرمایا
عہد وانق کرتی ہو اس نے کہا کہ ہاں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے
نظر ملائی اور فوراً یہ کہکر کہ سپردم بتو مایۂ خویش را فرودگاہ کو تشریف
لے آئے وہاں اُس حسین سراپا جمال رقاصہ کی یہ حالت ہوئی کہ فوراً
کپڑے چاک کر ڈالے۔ جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ایک مستانہ
انداز کے ساتھ روضۂ اقدس کا طواف کرنا شروع کردیا۔ اب جو شخص
بدنظری سے اُس کی برہنگی پر نظر ڈالتا ہے بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھتا
ہے۔ ایک ہفتہ تک یہی عالم رہا تمام میں ایک ہلچل مچ گئی آستانہ شریف
کے خدام کرام یہ رنگ دیکھکر آپ کی خدمت میں تشریف لائے
اور ان واقعات کی اطلاع کرکے کہا کہ حضرت بندگان الہی پر رحم فرمایئے
بہت سے لوگ نابینا ہو چکے ہیں۔ رقاصہ کا ظرف اس بار عظیم کا

متحمل نہیں ہو سکتا آستانہ چلکر اس کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ آپ دوبارہ پھر حاضر دربار ہوئے حسن کی اس چلتی پھرتی تصویر کو اس رنگ میں دیکھکر دوش مبارک سے اپنی چادر اوتاری اور اس کو مرحمت فرمائی۔ عورت عرض پیرا ہوئی ؎

این خرقۂ ہستی را در میکدہ وحدت
صد بار گرو کردم عریان خراباتم

حضور نے خرقہ وجود کی پردہ داری کے لئے جو خرقہ عطا فرمایا خوب کیا لیکن انتو اس بیخبری میں ہی کچھ لطف تھا۔ آپ نے نہایت تسکین و تشفی فرمائی اپنے ہمراہ شہر میں لاکر ایک شخص کے ساتھ نکاح کر دیا اور حکم دیا کہ یہ نکاح صرف محرم بنانے کے واسطے کیا گیا ہے یہ شرط ہے کہ اس عورت کو مدینہ منورہ تک پہونچا دو۔ اور دونوں زوج اور زوجہ کا زاد راہ اپنے پاس سے عنایت فرمایا۔ آپکی بدولت دونوں کو حج کی نعمت بھی بہم پہونچی عورت جس وقت روضۂ مقدسہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے قریب پہونچی بلند آواز سے السلام علیک یا رسول اللہ کہکر بے اختیار رخندہ زناں ایک چیخ ماری اور فوراً جان دیدی۔

ایام غدر میں جب کہ ہر طرف ایک ہنگامہ اور طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ ہر شخص مطلق العنان ہو کر جو چاہتا کرتا تھا۔ روزمرہ لوٹ کھسوٹ کے نت نرالے واقعات ظہور پذیر ہوتے تھے۔ ضلع بدایوں میں اگرچہ ہر طرف آتش فساد شعلہ زن تھی لیکن شہر میں حضور کی توجہ قلبی امن و امان کی ضامن تھی۔ تحصیل داتا گنج کے جھنکارے ٹھاکر موقع کو غنیمت سمجھکر آمادہ غداری ہو گئے۔ موضع بکسینہ کے ٹھاکر بلی سنگھ تمام ٹھکرائن میں سر برآوردہ اور با اثر سمجھے جاتے تھے ان کو ٹھاکروں نے

اپنا سرگروہ بنایا تھا۔ اور ایک جماعت کثیر بطور فوج کے ترتیب دی تھی لمبی لمبی لاٹھیوں میں لوہے کی گنڈاسیاں جڑواکر اسلحہ نبرد آزمائی کی ایجاد کو شرمایا تھا۔ اُٹھے گنڈاسا۔ چلے گنڈاسا فوجی قواعد کے جنگی استعارات تراشے گئے تھے۔ سکہ اس سجعہ سے مسجع کیا گیا تھا۔

نیچے دھرتی اوپر رام
کرے کچہری دا لو دھام

غرض یہ کہ ان ونا قبین نے اپنی فہم و فراست کے مطابق اپنے دھن میں ایک جاہلانہ حکومت کی بنیاد ڈالکر بدایوں پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ ایک چارپائی متعدد بانسوں پر باندھکر تخت رواں کے مشابہ بنائی گئی اُس پر ملی سنگھ ٹھاکر جلوس کناں ہوئے جیتے جی اس ارتھی کو چند دہقانوں نے کاندھے پر اٹھایا ڈھول اور نقارے بجاتے ہوئے اس گروہ ناشکوہ کے گنوار گاؤں میں لوٹ کھسوٹ کرتے آگ دیتے ہوئے موضع شتاب نگر تک جو بدایوں سے چند میل پرہے آ گئے۔ اہل شہر کو وقتاً فوقتاً ٹھاکروں کی جاہلانہ حرکات اور اُن کی جماعت کی نقل و حرکت کی خبریں پہونچتی رہتی تھیں۔ اور سراسیمگی کے آثار نمایاں ہوتے جاتے تھے جب اس قدر نزدیک ان کے پہونچ جانے کا حال معلوم ہوا تو بعض شرفا و عمائد شہر سخت پریشان ہوکر مدرسہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور حضرت اقدس سے تمام واقعات عرض کئے آپ نے کلمات تسکین ارشاد فرمائے اور کہا کہ انشا اللہ تعالے بدایوں تک یہ اشرار نہیں آئیں گے مگر لوگوں کی پریشانی کم نہ ہوئی یہانتک کہ کھیڑہ نواوہ تک ان لوگوں کے آنے کی خبر شہر میں گونج گئی۔ اس وقت معتقدین نہایت اصرار کے ساتھ طالب اعانت ہوئے آپ نے فرمایا اچھا ہم خود چلکر یہ تماشہ دیکھیں گے۔ اہالی شہر جن میں ہر فرقہ و ہر مذہب کے

لوگ شامل تھے بہ کثرت حضور کے ہمراہ ہوئے آپ مدرسہ قادریہ
مزار فائز الانوار حضرت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ تک تشریف لیگئے[1]
بعد فراغ فاتحہ کوٹ سے نیچے اوتر کر کچھ دیر توقف فرمایا اور تین بار
زمین سے خاک اٹھا کر شاہت الوجوہ کہکر جانب شمال حضرت نے اٹھا کر پھینکی

[1] حضرت میراں ملہم شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے وجود باجود کی برکت نے سن ہجری کی پانچویں صدی میں بدایوں کو اسلامی برکتوں کا مخزن بنایا۔ آپ سیادت ولایت علوم شریعت شہادت کے عطر مجموعہ ہیں۔ مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی مجلس اولیاء اللہ میں نوشاہی وسرداری کا سہرا آپ کی نورآسا جبین پر عروس قدرت نے سجایا ہے۔ تمام اولیاء بدایوں اپنے اپنے وقت میں آپ کے آستانہ فیض سے مستفیض ہوئے ہیں حضرت سیدنا شاہ ولایت بدرالدین ہوئے تاب بکمال تکریم مدینہ پا آپ کی درگاہ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ حضرت سید سالار مسعود غازی سلطان الشہدا ہند اپنی والدہ کو بحکم محمود غزنوی غزنی سے لیکر اجمیر میں تشریف لائے تھے ۔۔۔ ہجری میں جب محمود غزنوی کے وجود محمود کی بدولت ہندوستان میں رایات اسلام کے پرچم نورافروز ہوئے۔ جوار قنوج میں بدایوں بھی راجگان ہند کی چھوٹی سی حکومت کا دارالامارت تھا اسی زمانہ میں مسلمانوں کی آمد ادھر بھی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ اکثر شہدائے بدایوں نے اسی زمانے میں اپنے مقدس خون کو بدایوں کی روئے زمین کا گلگونہ بنایا ہے سلطان الشہدا کی ولادت ۴۰۵ھ اور شہادت ۴۲۴ھ ہجری قدسی میں ہوئی ہے سولہ برس کی عمر میں آپ امیر لشکر اسلام ہو چکے تھے۔ اور ہندوستان میں حقانیت اسلام کی شعاعیں آپکی جبین مبین سے طالع ہو کر دور دور تک پہونچ چکی تھیں حضرت میراں ملہم شہید اجمیر شریف میں روک لئے گئے۔ حضرت مسعود غازی پیدا بھی ہوئے اور قرآن شریف بھی آپ سے پڑھا۔ محمود غزنوی کی نواح قنوج میں تشریف آوری

آنے کی خبر تھی وحشت خانہ ایسا سے ہو امیں پھیلنگی اہل عقیدت عرض پیرا ہوئے اب حضور کی زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہماری تسکین بخوبی ہو گئی حضور واپس تشریف لیجائیں بہت لوگ اس خیال ہیں کہ کس طرح گنوار و نکی امیدیں خاک میں ملتی ہیں مشتاقانہ

۱۱۴ میراں جی شہید

نور باطن سے آپ کو معلوم ہوئی فوراً اجمیر شریف سے چلکر تھوڑی سی فوج کے ہمراہ بدایوں تک تشریف لائے راجہ بدایوں کی کثیر فوج سے لڑکر شہید ہوئے اصل نام آپ کا سید عبد اللہ ہے آپ میراں جی صاحب کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں - آپ کے حریم مزار میں بہت سے شہدا رکرام محو استراحت ہیں پیشتر احاطہ درگاہ پر اسنے زمانے کا تھا جس کی خستہ و شکستہ حالت زبان حال سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنی درستی کی خواہاں تھی - اس پاک خدمت کو ڈاکٹر عطا علی قادری محب رسولی نے نہایت سرگرمی سے اپنے ذمہ لیا - اور اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کر دیا چنانچہ اب نہایت شاندار - خوشنما - دلکش عمارت تیار ہو گئی ہے

قاضی شمس الدین قادری نے جو آستانہ قادریہ کے مخصوص ارادتمندوں میں ہیں اور جن کا دماغ مادہ ہائے تاریخ کا بحر بیکراں ہے اس جدید روضہ کی لاجواب تاریخ تکمیل تعمیر کے لحاظ سے (روضۂ شہید) نکالی ہے۔
۱۳۴۳

حاجی افتخار الدین قادری محب رسولی نے نئی بات یہ کی ہے کہ مزار اقدس کے ان آثار قدیمہ کو جو متقدمین و متاخرین اولیاء و مشائخ بدایوں کی پاک نگاہوں کا بوسہ گاہ تھا ایک جدید قبہ سے ڈھانک دیا ہے۔

طبقات الاولیا میں تاریخ احمدی مولفہ علامہ حمیدی نیشاپوری سے آپ کی تاریخ وصال نقل کی گئی ہے جو بجنسہ درج ہے:

ندا از آسمان آمد بسیصم ۔۔ درینا شہسوار ذی کرم
ز تیغ کافران شد مرد و اظلم ۔۔ شہادت شد نصیب میر ملہم

تماشا دیکھنے کے لئے آگے کو روانہ ہوئے دور سے دیکھا کہ گنواروں میں
ہلڑ مچا ہوا ہے ہر شخص خائف و ترساں اُلٹے پاؤں بھاگا جا رہا ہے
سارا گروہ تتر بتر ہو کر جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو لوٹا جا رہا ہے۔ اس
واقعہ کی چشم دید شہادت چند ثقہ اکابر نے بیان کی بدایوں میں
ابھی بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو روزانہ کے اپنی آنکھوں دیکھے
ہوئے واقعے بیان کرتے ہیں۔
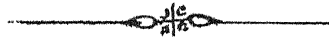
تذکرہ خلفاء مجاز و صاحب ارشاد و مریدان خاص

ل۵ کاشف اسرار حقیقت واقف امور طریقت حضرت مولانا حکیم
عبدالعزیز مکی قدس سرہ۔ آپ خاص مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے عقب
میں سکونت رکھتے تھے جملہ علوم و فنون کے عالم تھے عرب شریف
میں طبی شہرت تقوی و تورع کے دوش بدوش تھی۔ حج کے زمانہ میں
حرم محترم کے اندر مقام حطیم میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے
کمال تزکیہ نفس کی بدولت مثال خلافت سے سرفراز ہوئے۔ کعبہ مقدسہ
کی تجلیات قدسیہ نے آپ کے کمال نورانیت اور علو روحانیت کو
زمین حجاز پر خوب چمکایا۔ آپ کے خاندان کے باوجاہت و باوقار
لوگ حضرت اقدس کے سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔ بعد وصال پیرو
مرشد مکہ معظمہ سے بدایوں آئے۔ آپ میں بشان تواضع و انکسار
جو خدا والوں کی خصوصی شناخت ہے عجیب تجمل کے ساتھ جلوہ گر تھی
عرس شریف میں شریک ہو کر واپس وطن ہوئے۔ آپ کی توجہ قلب
جہاں روحانی مریضوں کی معالج تھی وہاں آپ کا دست شفا جسمانی
بیماروں کے لئے طبیب حاذق تھا مکہ محترمہ میں آپ کا وصال ہوا
تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی۔ حضرت اقدس نے جب تیسری بار ۱۲۷۷ھ
میں سفر حج کیا اُس وقت آپ بیعت ہوئے ہیں اور رسالہ طریقت صرف
آپ کی ہی خاطر حضرت اقدس نے تصنیف فرمایا تھا۔

ل۵ آپکے دوسرے بھائی حکیم عبدالصمد صاحب بھی مشاہیر عرب سے ہوئے آپ کے تیسرے بھائی
عبدالشکور صاحب نے علوم زبان ترکی حاصل کئے حکومت ترکی کے معزز عہدے پائے اور لقب

سلالہ خاندانی [illegible] شاہجہانپوری
قدس سرہ - آپ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کی اولاد امجاد
سے ہیں قصبہ کانٹھ ضلع شاہجہان پور میں سکونت پذیر تھے ابتداً میں
مولانا تدبیر احمد صاحب [illegible] بدایوں سے تعلیم پائی انتہائی مدرسہ
قادریہ میں آکر حضرت اقدس سے تکمیل فرمائی - زمانہ طالبعلمی ہی سے
اہل فضل و کمال کی جناب تھی - بعد فراغ علوم لذّت یاد و عرفان سے
ہمآغوش کیا اور سرکار حضور دستگیر عالم کی جناب سے اپنے فقر کی تکمیل

حکیم عبد الصمد صاحب

سرشکری آفندی کا حاصل کیا حکیم عبد الصمد صاحب کے صاحبزادوں میں ایک
عبدالوہاب تھے جن کی دوکان باب السلام پر تھی - عرصہ دو تین سال کا ہوا
کہ آپ کا انتقال ہوگیا دوسرے صاحبزادے حاجی حکیم مولوی عبد الرزاق صاحب
تھے جو ۱۳۰۹ھ میں حضرت اقدس تاج الفحول کے ہمراہ بدایوں تشریف لائے
اور مدرسہ عالیہ قادریہ میں تکمیل علوم کی اور سند اجازت باوجودیکہ اپنے چچا مولانا
عبدالعزیز صاحب رکھتے تھے حضرت تاج الفحول سے بھی حاصل کی - حیدر آباد میں محلہ مغل پورہ
کے ایک شریف خاندان میں شادی کی جس سے ایک لڑکا عبد الخلاق نامی اپنی یادگار
چھوڑا ہے جو مدرسہ قادریہ زیر تعلیم ہے چھوٹی سی عمر میں وعظ خوب کہتا ہے
جو محض مخدومی حضرت مولانا حکیم عبد الماجد صاحب قادری مہتمم مدرسہ شمس العلوم کی خاص
توجہ کا اثر ہے اللہ تعالے اس کو بزرگان دین کا سچا جانشین بناوے - حاجی عبدالرزاق صاحب
مرحوم نے فتاوے حرمین کی تکمیل میں جو ردّ خیالات ندوۃ العلما میں مولانا احمد رضا خاں صاحب
کی طرف سے شائع ہوا ہے خاص کوشش فرمائی ہے - عرب شریف میں انتقال فرمایا
تاریخ وفات صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکی -
تیسرے صاحبزادے حاجی عبد الفتاح صاحب ہیں جو جدہ میں ہشتی خیالی سے بسر اوقات فرماتے ہیں جو ان
صالح متشرع و متقی ہیں اپنے چچا حکیم عبد الصمد صاحب سے مشرف بیعت ہیں زیادہ حال آپکی اولاد کا معلوم نہیں ۱۲

مراتب کے باطنی اشارات شروع ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر عرصہ تک شیخ کے پیش نظر رہکر ریاضت شاقہ اور مشاغل و اذکار میں مصروف رہے۔ مدارج عالیہ روزانہ مائل بہ ترقی تھے یہانتک کہ خرقہ خلافت و سند اجازت سلاسل اربعہ کی دربار شیخ سے حاصل ہوئی۔ ہزاروں بندگان خدا آپسے مستفیض ہوئے۔ باطنی کمال کی شہرت دور دور پہونچی۔ سفر پنجاب میں آپ مشغول تھے کہ مژدہ وصال حقیقی پہونچا مقام بٹالہ ضلع گورداس پور میں ۱۲۷۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

سید السادات منبع السعادات حضرت مولانا سید نور الحسن حسنی حسینی حیدرآبادی قدس سرہٗ۔ آپ نواح دکن میں نہایت تقدس و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے دربار ریاست میں آپ کا وقار مسلّم تھا۔ قادر الدولہ بہادر کے لقب سے ملقب تھے سلسلہ نسب کے اعتبار سے حضور غوث اعظم رضؓ کی پاک اولاد ہونے کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ آپ کی نورانی شکل آپ کو اسم باسمیٰ بنائے ہوئے تھی اپنے خاندان میں آپ کو پیشتر سے بیعت و اجازت حاصل تھی اور نسبت قوی و کامل تھی لیکن باشارہ باطنی ترقی مدارج و زیادت کمال کے لئے حضرت اقدس سے طالب بیعت و تجدید ہوئے۔ آپ کے اصرار بیجا سے بیعت مصافحہ سے آپ کو سرفراز کیا گیا علاوہ عقیدت و ارادت کے علم تصوّف کو بکمال ذوق حضرت اقدس سے آپنے اخذ کیا تھا آپ کا چشمۂ فیض دکن میں ہزار ہا تشنگان معرفت کو سیراب کرتا رہا۔

سید الاتقیا سند الاذکیا حضرت مولٰنا سید شمس الضحیٰ بخاری قدس سرہٗ۔ آپ سادات بخاری سے ہیں۔ حیدرآباد میں آپ کے اجداد نے اقامت اختیار فرمائی تھی۔ اہل دکن آپ کے خاندانکی

بہت کچھ عظمت کرتے ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت آپ کے مصنفہ رسائل
تصوف وغیرہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ آپ بھی سلسلہ چشتیہ میں پیشتر سے
بیعت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس کے کمالات کے گرویدہ ہو کر
سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اذکار و اوراد کی اجازت لیکر عرصہ تک
ریاضات میں مشغول رہے۔ کمال تزکیۂ نفس کے بعد اجرائے سلسلہ کی
اجازت حاصل کی حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔
آپ کے مریدوں کا سلسلہ نواح دکن میں احاطہ شمار سے باہر ہے۔

مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا حاجی حمید الدین قدس سرہ۔ آپ
مچھلی شہر کے سرمایۂ عزت و تمکین شہزادوں سے تھے محکمہ قضا کی مسند خاندانی
میراث تھی حیدرآباد کی علم پرور سلطنت نے آپ کی خداداد قابلیت
کی قدر افزائی عدالت افتا کی کرسی آپ کو سپرد کر کے بخوبی فرمائی۔ آپ
علوم معقول و منقول کے جید عالم تھے خصوصاً فقہ میں تبحر کامل حاصل تھا۔
حضرت اقدس جب سفر عروس البلاد حضرت بغداد سے واپس آکر حیدرآباد
تشریف فرما ہوئے ہیں اس وقت آپ بیعت سے مشرف ہوئے ۱۲۸۷ھ
میں نعمت حج اور حضوری دربار رسالت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نہایت
مرتاض بزرگ تھے۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا روزانہ کا شغل تھا جسکے باعث
روحانی قوت نے اس درجہ ترقی کی کہ آپ بھی صاحب ارشاد ہوکر رہے۔
دوئم ماہ جمادی الاخرہ ۱۲۹۵ھ میں بمقام حیدرآباد متاع جان کو جان آفرین
کے سپرد فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے قاضی رشید الدین صاحب بھی اپنے
بزرگ باپ کے فضل و کمال کی زندہ تصویر تھے اور عرصہ تک حیدرآباد
میں منسلک رہے فارسی میں ذوق سخن رکھتے تھے

غزل

اے سرگروہ انبیا لعل تو تاج صفا	از خاک اقدس زینت فزا گردید عرش کبریا

نعلین موسیٰ شد جدا بالائے طور از حکم حق
نعلین تو بر عرش هم هرگز نشد از پا جدا

نعلین پائے خود اگر بخشی مرا از مکرمت
بر سر نهم تا حشر کنم این فخر باشد بس مرا

خاک نعال پائے تو بارے نصیب من شود
با عین شوق آنرا کشم در چشم و دل صبح و مسا

چوں خاک پائے تو شود در چشم ما کحل البصر
تمثال نعلین تو بس از بهر حرز جان ما

تمثال نعلین تو گر لوح مزار من بود
گردد منور قبر من از نور نعل پر ضیا

ظل لوا الحمد را جو یند جمله اهل حشر
من ظل نعلین ترا جویا شوم روز جزا

آنجا بدستم گر بود تمثال نعل پاک تو
باشد خط آزادیم از بند اندوه و بلا

چوں نامہ اعمال خود هر کس بمحشر آورد
حاضر شهید آندم شود با نقش نعل مصطفا

یہ پاک غزل آپ کے ولی جذبات کی شاہد ہے۔

عارف حق آگاہ مقبول بارگاہِ الہ حضرت مولانا شیخ عطا اللہ قدس سرہ

آپ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی انجمن اخلاف کے روشن چراغ اور حضرت مخدوم اولیا قاضی ضیا الدین رحمۃ اللہ علیہ المعروف یہ قاضی جیا کے دولتخانہ نورکا ستانہ کے سراج منیر تھے۔ پیرزادگان نیوتنی شریف میں آپ صاحبِ علم و فضل اور وارث سجادۂ طریقت تھے جس طرح آپ کے نانا حضرت مولانا شیخ اسد اللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ سے اکتساب بیعت کر کے اجرا سلسلہ کی اجازت حاصل فرمائی اسی طرح آپ بھی باوجود پیرزادگی کمال ذوق و شوق نیوتنی شریف سے چلکر بدایوں تشریف لائے اور حضرت اقدس سے مشرف بیعت ہو کر مثال خلافت حاصل کی۔ گھر کی دبی ہوئی دولت اس طرح پر گھر میں واپس لی۔ عرصہ تک توجہ شیخ سے اذکار و اشغال میں مصروف رہکر مرتبہ کمال حاصل فرمایا اور فائز المرام ہو کر مسند آرائی پر فیوض عرفاں کی جلوہ ریزی فرمائی۔

مخزن علوم مجمع کمالات حقایق آگاہ مولانا محمد عبید اللہ قدس سرہ

آپ حضرت مولانا عبد اللہ مکی قادری کے صاحبزادے حضرت مولانا شیخ
عبد الکریم قدس سرہ کے پوتے تھے جمیع علوم فقہ و حدیث تفسیر کامل
تحقیق کے ساتھ حرمین طیبین کے مشایخ اجل سے حاصل کئے معقول
کی تکمیل۔ تصوف کی تحقیق حضرت اقدس سے فرمائی اپنے زمانہ میں
استاذ الاساتذہ تھے۔ علم تواز روسار بمبئی کے اصرار سے ہندوستان
تشریف لاکر مسجد جامع بمبئی میں مدت العمر خدمت درس انجام دی
صاحب زہد و تقوے اور مہر و فتوے تھے نواح سورت و کاٹھیاوار
میں ہزاروں آپ کے ارادتمند ہیں باوجود کثرت مشاغل و اذکار
آپ کا قلم فرق باطلہ خصوصاً طائفہ وہابیہ کے حق میں صولت ذوالفقار
رکھتا تھا۔ آپ کی تصانیف سے رسالہ سیف المسلول عن علم غیب
الرسول کے مطالعہ سے راقم الحروف کو بھی شرف حاصل ہے یہ رسالہ
مطبع گلزار حسینی بمبئی میں چھپوا کر ایک سنی سورتی سیٹھ نے وقف کر دیا تھا
غیر مقلدین نے سیکڑوں رسالے مفت منگا منگا کر بدعقیدگی و گمراہی کی
جان کو اس چمکتی ہوئی تلوار کی آنچ سے اپنی چلتی بہت کچھ بچایا۔
لیکن لکھنے والا جو لکھ گیا اُس کا جواب نہ ہوا نہ آئندہ ہوسکے گا۔ آپ کی
نسبت اپنے شیخ سے اس درجہ قوی تھی کہ خود کو بھی ہمیشہ بدایونی لکھا
کرتے تھے۔ ہر سال بمبئی سے ایام حج میں کعبہ کے طواف کا شوق آپکو
حرمین طیبین پہونچاتا تھا۔ آپ باوجود صاحب ارشاد ہونیکے بہت
کم مرید فرماتے تھے تاہم آپ کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور ایک بزرگ
مولانا سید شاہ غلام حسین صاحب مدظلہ جن کو آپ سے تلمذ و بیعت
و خلافت کا شرف حاصل ہے آپ کے سلسلہ میں مرید کرتے ہیں۔
سید صاحب جامع علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ آپ ریاست جوناگڑھ کے

مشاہیر اکابر سے ہیں بندر ویراول میں بمقام اگول سکونت پذیر ہیں
آپ سادات کرام ترمذی سے ہیں نواح کاٹھیاوار میں آپ کا فیض
ظاہری و باطنی جاری و ساری ہے آپ ۱۳۱۱ھ میں بغرض حاضری
عرس شریف حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ بدایوں تشریف لائے۔ مگر
عرس شریف ایک ہفتہ پیشتر ختم ہو چکا تھا آپ نے کلکتہ سے جہاں آپ کے
مریدین کی کافی تعداد موجود ہے بدایوں کا قصد کیا تھا۔ آپ واعظ بھی ہیں
میں نے آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول
محبوب حق محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مظلہم العالی کی جناب میں جس قدر
مودب پایا باوجود کفش بردار ہونے کے کبھی دوسروں کو کیا کھول
خود کبھی اتنا مودب نہ دیکھا۔ یا یہ کہئے کہ اداب شیخ ہم غلامان بارگاہ نے
سمجھا ہی نہیں۔ سید صاحب کے صاحبزادہ مولوی سید غلام عباس
صاحب تقریباً ڈیڑھ دو سال تک مدرسہ قادریہ میں حاضر رہے اور
قبل تکمیل والدین کی محبت اور وطن کی کشش نے ان کو اپنی جانب کھینچ لیا
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں سے جناب مولانا الحاج حافظ
عبد الغفور صاحب مرحوم ہندوستان کے مشاہیر علما میں سے تھے بمبئی
میں ۱۳۲۲ھ میں وصال ہوا راقم الحروف نے تاریخ وصال ہوا الغفور ۱۳۲۲ سے اخذ
کی تھی۔ آپ زنگاری محلہ بمبئی کی مسجد کے پیش امام تھے۔ علاوہ ان کے
جناب مولانا سکندر خاں صاحب امام مسجد مریم لین بمبئی۔ مولوی محمد حسین صاحب
مولوی حکیم مرزا صاحب وغیرہ ہیں جناب مولانا عمر الدین صاحب فاضل
ہزاروی بھی جو آجکل علماء اہلسنت میں ایک ممتاز علمی وقار رکھتے ہیں
حضرت مولانا قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ اور حضرت اقدس تاج الفحول
کے مخصوص مریدین میں سے ہیں۔

حقائق پناہ معارف دستگاہ مولانا الحاج محمد اکبر شاہ ولایتی قدس سرہٗ۔

صاحب تذکرہ علماء ہند نے آپ کو کشمیری لکھا ہے لیکن درحقیقت آپ علاقہ ہوتی مردان مضافات ولایت (ششویعنی) سرحد کی طرف کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ طلب علم کا شوق آپ کو وطن سے بدایوں تک لایا۔ تحصیل علوم کی تحصیل و تکمیل آستانہ شیخ پر رہ کر فرمائی مسائل فقہیہ میں امام وقت تھے۔ زہد و اتقاء میں بالکل متقدمین اولیاء کرام کا نمونہ تھے شبانہ روز عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے۔ صائم الدہر قائم اللیل تھے شیخ کے خلفاء خاص و مقربان با اختصاص میں تھے دربار رسالت میں نسبت اویسیہ کا خصوصی شرف حاصل تھا اکثر رویت جمال کی دولت عالم منام میں حاصل ہوتی رہتی تھی بارہا لذت سماع کلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ ایک مرتبہ دولت حضوری اس شان سے نصیب ہوئی کہ حضور رسالت مآب علیہ التحیہ والصلاۃ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ تشریف فرما ہیں حضور نے حضرت فاروق اعظم سے خطاب فرمایا دیا عمر انت حی لحیاتی مولانا نے بکمال تعظیم عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس زمانہ میں بعض اشخاص حضور کے حیات النبی ہونے کے منکر ہیں ارشاد ہوا کہ ان کی جانب التفات نہ کرنا چاہیے۔ آپ نے عرصہ دراز تک بمبئی میں مسند درس پر جلوہ افروز رہکر افاضہ علمیہ کا اجراء فرمایا۔ مولوی مفتی عبد اللطیف مولوی سید عماد الدین رفاعی۔ مولانا سید عبد الفتاح گلشن آبادی وغیرہم علماء کرام کو آپ سے تلمذ حاصل تھا آخر عمر میں نواح سرحد پر آپ کا فیض باطنی مدت العمر جاری رہا۔

سالک ذیجاہ عارف حق آگاہ مولانا الحاج شاہ محمد قدرت اللہ کشمیری قدس سرہ۔ آپ کشمیر کے مشہور بزرگ ہیں سیاحی کا شوق تھا۔ اکثر تذکرہ

حرمین شریفین - بغداد و سید البلاد بیت المقدس نجف اشرف کربلائے معلیٰ کاظمین معظمین وغیرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے - بعض مقامات پر مجاہدہ اور چلہ کشی کرکے مدارج عالیہ حاصل کئے حضرت اقدس سے بیعت و اجازت حاصل کر کے عالم اسلام کی سیاحی شروع فرمائی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ حاضری بغداد شریف کے بعد جب آستانہ حضور غریب نواز سلطان الہند اجمیری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حضوری سے مشرف ہوئے تو حضرت شاہ صاحب بھی وہاں موجود تھے - نہایت ادب و احترام سے پیش آئے اور اپنے شیخ کے فیوض باطنی کا تذکرہ اور اپنی سیاحت کا حال سنایا -

سر دفتر مشائخ کبار مولانا شیخ عبدالہادی الملقب بہ شاہ سالار سوختہ قدس سرہٗ - آپ لکھنؤ کے کا یستھ روسا میں سے تھے آپکے آبا و اجداد دربار اودھ میں ہمیشہ معزز عہدوں پر فائز رہے اور شہرت کامل حاصل کی - آپ کو ابتدائے جوانی میں اختلاج قلب کا سخت مرض لاحق ہو گیا تھا اور بحالت خفقان ہر وقت طاری رہتی تھی آپ کے مرض نے آپکے والدین کو سخت پریشان کر رکھا تھا ہر چند علاج کرتے تھے لیکن افاقہ نہ ہوتا تھا - حسن اتفاق سے حضرت اقدس لکھنؤ تشریف لے گئے -

آپ کی شان کمال زمانہ طالب علمی سے مسلم تھی - تشریف آوری کی شہرت ہوتے ہی لکھنؤ کے حاجتمند آنا شروع ہو گئے شاہ صاحب موصوف کے والد بھی حاضر خدمت ہوئے اور آپ پیش کر کے آپکے امراض سخت کی کیفیت بیان کی - نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض تشخیص ہو گیا - فرمایا روحانی مریض کو جسمانی علاج سے کیا علاقہ - البتہ ان کی روح کا علاج ابھی ہوا جاتا ہے - یہ فرما کر توجہ باطنی کی ایک جھلک شاہ صاحب کے سینہ پر ڈالدی پھر فرمایا کہ کیا حال ہے مریض نے

اپنے والد کے سامنے عرض کیا ؎

فرقتِ یار میں ہاں جان مجھے بھاری ہے
یہ سمجھتے ہیں کہ مجھکو کوئی بیماری ہے

اور فوراً ہی بکمال رغبت اسلام قبول کیا۔ شاہ صاحب کے والد نے جو ایک معزز اور باوقار شخص تھے یہ حالت دیکھکر غیض آمیز نگاہوں سے لڑکے کو دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر لیگئے۔ اہل برادری نے مقفل مکان میں بند رکھنے کی صلاح دی۔ آپ مجبور ہو کر مقید ہو گئے لیکن اسی وقت سے والدین کے ہاتھ کا کھانا مطلق نہ کھایا۔ دن بھر سخت بے چینی اور اضطراب میں گذر کی شب کے وقت شورش باطنی اور زیادہ ہوئی۔ رہائی سے مایوس ہو کر خودکشی کا خیال پیدا ہوا۔ اسی دھن میں چاہتے تھے کہ دیوار سے سر پھوڑ کر اپنا کام تمام کریں یکایک غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ان کی دستگیری کر کے مقید مکان سے باہر نکالدیا اب جو نگاہ اُٹھائی اپنے آپ کو ایک جنگل میں موجود پایا۔ چاروں طرف نظریں ڈالیں کچھ نہ دیکھا بیخودی میں ادھر اودھر قدم مارے ایک درخت کے قریب ایک مشعل نور چمکتی معلوم ہوئی قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ہیں قدموں پر گر پڑے حضرت اقدس نے کلمہ تلقین کیا بیعت سے مشرف ہوئے عرصہ دراز تک ہر کالی شیخ میں صحرانوردی اور مجاہدات میں مشغول رہے جب آتش حقیقی نے زنگ کفر و معاصی کو جلا کر دل کو مجلّی کر دیا آپ کا لقب سالار سوختہ قرار دیا گیا۔ اسی وقت سے آپ چشم مردم سے چھپکر بادیہ پیمائی میں مصروف رہنے لگے۔

حضرت سید کاظم علی شاہ صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین کا کوری شریف کا بیان ہے کہ آپ کو ابتدائے جوانی میں بسبب صحبت و قرابت

اکثر مولوی اولاد حسن قنوجی سے مکالمہ کرنے کا موقعہ ہوتا رہتا تھا اور مولوی اولاد حسن بہ تقلید مولوی اسمٰعیل دہلوی مسائل وہابیہ کی تائید اور اہل تصوّف کی تردید کیا کرتے تھے۔ بعض بعض اعتراض کبھی کبھی قوی معلوم ہونے لگتے تھے۔ اور دل میں شکوک اور شبہات پیدا ہوتے تھے۔ آخر الامر حضرت کالپی شریف کی ارواح طیّبات سے رجوع کی ایک شب خواب میں معلوم ہوا کہ اطمینان تمھارا اور جملہ اشکال کا حل شاہ سالار سوختہ سے ہوگا۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ میں متحیّر تھا کہ یہ سالار سوختہ کون بزرگ ہیں عرصہ تک ان کا منتظر رہا۔ اسی اشتیاق میں چھڑہ سے عید الفطر کے روز حسب معمول کالپی شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہوا۔ بعد مغرب ایک بزرگ دلق پوش سے ملاقات ہوئی خواب میں جو آثار دیکھے تھے ان کی شباہت سے بالکل ملتے جلتے نظر آئے۔ مزید اطمینان کے لئے نام دریافت کیا معلوم ہوا کہ شاہ سالار سوختہ یہی بزرگ ہیں اور ہمارے ہی گھر کے فیض یافتہ ہیں شاہ صاحب نے اپنا تمام قصّہ بیان کیا اور حضرت مولانا کے ساتھ عرصہ دراز تک سیاحت و صحرا نوردی کا حال سنایا اس کے بعد فرمایا کہ حضور شیخ سے اب یہ ارشاد ہوا ہے کہ اپنی زوجہ کو جس کے ساتھ حالت کفر میں شادی ہوئی ہے لکھنؤ جا کر ہدایت کروں اور براہ کالپی جاؤں کیونکہ حضرت پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے مخدوم زادہ کو فلاں فلاں شکوک ہیں ان کو فلاں فلاں اسرار سمجھاتے جانا۔ اس کے بعد حضرت سید صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ سالار سوختہ نے اوّل وہ تمام شکوک جو دل میں پیدا ہوگئے تھے بیان کئے اس کے بعد باطنی توجہ کے ساتھ سب شکوک مدلّل طریقہ سے رفع کر دئے۔

عالم باعمل مفتی بے بدل زبدۃ الصالحین حضرت مولانا نواب

ضیاالدین صاحب دامت برکاتہم۔ حضرت اقدس کے خلفا میں صرف آپ کی ذات بابرکات اس وقت تک نگارخانہ ہستی میں زیب و زینت وجود کا باعث ہے آپ مدتوں ریاست حیدرآباد میں مفتی دوہم رہے۔ اس وقت حضور نظام کے جاگیرداروں میں سے ہیں آپ کے والد ماجد نواب محی الدین خاں صاحب مرحوم باوجود خاندانی ریاست و امارت کے خداشناس دل اپنے پہلو میں رکھتے تھے اور اس زمانہ کے صاحب باطن اور اہل اللہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ ابتدا اثر جذب آپ کی طبیعت میں ساری تھا۔ جس کو ناواقف جنون سمجھتے تھے۔ لیکن بعد کو جب ذوق طبیعت کا انکشاف ہوا تو اس خیال خام سے لوگ باز آئے۔ آپ کی جود وسخا کا شہرہ تھا روپیہ کی قدر خاک سے بھی کم آپ کی نظر میں تھی۔ نواب صاحب قبلہ ابتدائے عمر سے زہد واتقا سے آراستہ تھے زمانہ طالب علمی میں قرآن شریف حفظ کیا بعد فراغ تعلیم لذت فقر سے طبیعت آشنا ہوئی شیخ طریقت کی تلاش میں نگاہیں جستجو کناں ہر طرف دوڑائیں آخر حضرت اقدس کی جناب میں باریابی ہوئی۔ حیدرآباد سے بمبئی پہونچے بغداد شریف سے حضرت اقدس بمبئی آکر مقیم ہوئے تھے۔ نواب صاحب کی عقیدت مند طبیعت ریاست و امارت کو خیرباد کہکر فقر کی طرف مائل ہوئی شرف بیعت حاصل کرکے عرصہ تک ہمرکابی شیخ میں تزکیۂ نفس کرتے رہے خدمات جلیلہ کے صلہ میں پیر کی نگاہ کرم کو اپنی جانب منعطف کرلیا۔ حیدرآباد اپنے ہمراہ بکمال عقیدت وشوق شیخ کو ہمراہ لائے۔ عرصہ تک حضوری میں رہکر منازل تقرب کو طے کیا یہانتک کہ خرقۂ خلافت اور سند اجازت حاصل ہوئی عون الحق کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔ اس وقت آپ کی ذات بابرکات

منبع کمال مرجع اہل حاجات ہے دربار غوثیہ میں نسبت قوی حاصل ہے پیر و مرشد کا عشق پیرزادوں کے سچے احترام سے ظاہر ہے باوجود کبر سنی وظیفہ ریاست جو حضرت سیدی مولانا شاہ مطیع الرسول صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس کے نام ماہانہ آتا ہے اس کے متعلق وصول ترسیل کا کل انتظام آپ ہی فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنی بزرگانہ شفقت سے اس نیازمند راقم الحروف کی عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا اور اپنا مرتبہ رسالہ ضیاء المکتوب جس کا اقتباس جابجا ناظرین کے ملاحظہ سے گزرا مرحمت فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ بغرض شرکت و حاضری عرس شریف حیدرآباد سے معہ جناب محترم نواب خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب دام برکاتہم بدایوں بھی تشریف لائے تھے۔ اگرچہ راقم الحروف ضیاء زیارت سے محروم ہے لیکن دل میں دونوں حضرات کی عقیدت کی جھلک پاتا ہے۔ اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم دونوں بزرگوں کا سایہ تادیر عزت و اقبال کے ساتھ قایم رکھے۔ آمین۔

زبدۂ ارباب کمال عمدۂ انتخاب جود و افضال عالیجناب معلی القاب مولنا محمد یار خاں صاحب المخاطب بہ محی الدولہ بہادر۔ آپ ریاست دکن کے سب سے اعلی عہدہ احتساب پر فائز تھے محتسب عام اور صدر الصدور سلطنت کہے جاتے تھے نسباً آپ صدیقی تھے بیعت آپ کو سلسلہ چشتیہ اہل بہشت میں زبدۃ العارفین قدوۃ الکاملین حضرت مولانا حافظ محمد علی صاحب چشتی خیرآبادی قدس سرہ سے تھی جس وقت حضرت اقدس بغداد شریف سے معاودت فرماکر وارد بمبئی ہوئے جناب ممدوح کے غایت اصرار و اشتیاق سے جس کا اظہار بوسیلہ حضرت شاہ عون الحق نواب ضیاء الدین صاحب وقتاً فوقتاً ہوتا رہا حضرت مولانا تشریف فرمائے دکن ہوئے۔ تمام اہل دکن میں ایک دھوم مچگئی

ہزارہا بندگان خدا نعمت بیعت سے مشرف ہوئے تمام شرفا با وجاہت غربا با عقیدت داخل سلسلہ ہوئے۔ نواب صاحب بھی حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے آجتک آپ کا نام تمام ریاست دکن فیضرسانی خلق کے لئے مشہور ہے۔ ماہ محرم الحرام ۱۲۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آیہ کریمہ (الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون) سے آپ کا مادۂ تاریخ رحلت برآمد ہوتا ہے۔ چونکہ نواب صاحب کو روح پر فتوح حضرت مولٰنا فخر الملتہ والدین قدس سرہٗ سے خاص علاقہ تھا لہذا اس نسبت قویہ نے یہ رنگ دکھایا کہ تاریخ وصال بھی اوس آیہ شریفہ سے برآمد ہوئی جس سے حضرت فخر صاحب کی تاریخ کا اخراج ہوتا ہے۔ حضرت فخر صاحب کی تاریخ اولیاء اللہ لاخوف علیھم و لاھم یحزنون سے نکلتی ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں باعتبار شمار عدد ہمزہ کا نہیں لیا گیا ایسی تاریخوں کی مفصل ومبسوط بحث شرح رسالہ فخر الحسن۔ کتاب بہجۃ المرجان۔ اور شرح قصیدہ ملا نقشبند میں موجود ہے۔

حضرت اقدس کے خلفا میں بدقت تمام جن حضرات کے حالات دستیاب ہوسکے قلمبند کر دئے گئے سند اجازت صرف اون باکمال حضرات کو دی گئی جو علم و فضل میں یگانۂ آفاق ہونے کے علاوہ مدارج باطنی کی تکمیل سے مستحق اجازت ہو چکے تھے یہاں بعض مخصوص مریدین کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا منجملہ مریدین کے۔ جناب نواب ریاست علی خاں صاحب حیدرآبادی ہیں۔ آپ ریاست دکن کے رکن اعظم تھے آپ کا خطاب رفیق یار الدولہ بہادر تھا۔ ابتدائے عمر سے آپ کو عقیدت و ارادت مشایخ کے ساتھ تھی۔ اور مرشد کامل کی جستجو میں پیک خیال کو ادھر اودھر دوڑایا آخر بمقتضائے من

جد وجد جب حضرت اقدس حیدرآباد میں رونق افروز ہوئے آپ کے شوق طلب نے آپ کو حاضر دربار کرایا ہم آغوش تمنا ہوئے شرف بیعت حاصل ہوا ہمیشہ ظاہر و غایب کمال محبت و خلوص کے ساتھ عمر بسر کی آپ کا بذل و ایثار مشہور تھا اہل کمال کی قدردانی اہل حاجت کی حاجت برآری آپ کا خاصّہ طبیعت تھا۔ تمام عمر فیض رسانی خلق میں مصروف رہے۔ آپ کے تمام اعزّا و احباب اور اہل قرابت بھی سلسلہ بیعت میں داخل تھے۔

مظہر فیض دینجاب شیخ چاند محمد صاحب متوطن بمبئی علیہ الرحمہ۔ آپ بمبئی کے مشہور سیٹھ اور صاحب ثروت بزرگ تھے۔ اصل وطن آپ کا سورت تھا عقیدت کامل حضرت مولانا ابراہیم باعکظہ قدس سرہٗ[۵] سے رکھتے تھے اور حسب ارشاد مولانا ممدوح جب حضرت اقدس رونق افروز

[۵] حضرت مولانا سیّد ابراہیم قدس سرہٗ۔ آپ اجلّۂ مشائخ عرب سے ہیں نسباً سیّد مذہباً شافعی ہیں۔ بانیٔ مسجد جامع بمبئی سیٹھ محمد علی ناخدا عرب شریف سے باصرار تمام آپکو مسجد جامع کی امامت کے لئے بمبئی ہمراہ لائے تھے۔ ہندوستان میں آپ کے فضل و کمال کی شہرت علمی طبقہ کے ہر گوشہ میں مسلّم ہے۔ بمبئی میں آپ شیخ المشائخ اور قطب وقت سمجھے جاتے تھے آپ کے حلقہ درس میں جلیل القدر علماء استفاضہ علمیہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ مفتی عبد اللطیف۔ سیّد عماد الدین۔ قاضی۔ مولوی عبد الفتاح گلشن آبادی وغیرہ نے آپ ہی ایسے ہی اکتساب علم کیا ہے حضرت اقدس سے مراسم خلوص و اتحاد بدرجۂ کمال مضبوط تھے۔ باوجود اس کے کہ آپ صاحب ارشاد مشائخ میں سے تھے۔ لیکن زمانہ قیام بمبئی میں اپنے متوسلین کو ہدایت کر کے حضرت اقدس کے سلسلۂ بیعت میں داخل کراتے تھے۔ شیخ چاند اور سیٹھ محمد علی ناخدا کے دونوں لڑکوں کو نیز بہت سے اہل عقیدت باوجاہت تجار کو حضرت اقدس سے

بمبئی ہوئے تو شیخ صاحب داخل سلسلہ ہوئے۔ روز مرہ عقیدت جوش خلوص کے ساتھ ترقی کرتی گئی یہانتک مرتبہ فنا فی الشیخ کہ اصل اصول طریقہ وصول الی اللہ کا ہے خصوصی امتیاز کے ساتھ حاصل کیا۔ ہر سال متعدد اشخاص کو آپ اپنے صرف سے حج بیت اللہ شریف کو بھیجا کرتے تھے بروقت واپسی حجاج ناداروں کی امداد کرنا قلت زاد راہ کے باعث جو لوگ بے وطنی کے عالم میں پریشان ہوتے

پیغام شیخ ص ۱۵۹

بیعت کرایا جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی وارد بمبئی ہوئے۔ ناخدا مذکور جو ایک علم دوست قلب اپنے پہلو میں رکھتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب کو اپنے مکان پر بطور مہمان لے آئے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں نماز کے لئے مولوی صاحب بھی پہونچے۔ جس وقت مؤذن نے اذان خطبہ میں اشھد ان محمد الرسول اللہ کہا معلم صاحب نے حسب معمول حضور کے اسم شریف پر اپنی انگلیاں بوسہ لب آنکھوں پر ملیں جیسا کہ اہلسنت کا شعار ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب عاشقان رسول کی اس محبت بھری ادا کو بھلا ٹھنڈے دل سے کب دیکھ سکتے تھے۔ نماز تو پڑھی لیکن مسجد سے واپس آکر ناخدا سے شکایت کی کہ مسجد میں جو یہ فعل ہوتا ہے قطعاً شرک ہے خطیب کو اس سے ممانعت کر دینا چاہئے ناخدا نے کہا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں حضرت خطیب صاحب کو منع کر دوں۔ البتہ اگر آپ بروقت ملاقات مکالمہ اور مناظرہ کر کے معلم صاحب کو عاجز کر دیں گے۔ اس کے بعد میں ممانعت کرنے کی جرات کر سکونگا مولوی اسمٰعیل صاحب بظاہر راضی ہوگئے۔ دوسرے روز معلم صاحب برائے ملاقات مولوی صاحب ناخدا کے مکان پر آئے ناخدا نے سلسلۂ کلام شروع کیا۔ عرض کیا حضور یہ فعل جو بروقت اذان دیکھنے میں آتا ہے شرک و بدعت ہے یا مستحب و مستحسن۔ اگر جائز ہے تو کیا دلیل ہے خطیب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ صدہا علما و اولیاء دیار و امصار

اُن کو زاد راہ دیکر وطن پہونچانا آپ کا معمول تھا صد ہا بندگان خدا کو آپ نے حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف کرایا خود بھی متعدد بار حج کیے۔ مدینۃ الرسول کی حاضری سے مشرف ہوئے غربا و مساکین کی اعانت کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ غرض آپ کی ذات ستودہ صفات ملاذ غربا اور محب الفقرا تھی۔ شب و روز یاد الٰہی میں مصروف رہنا تصور شیخ میں مستغرق رہنا آپ کا کام تھا۔ فنائیت شیخ اس درجہ کامل تھی کہ جس روز شیخ کے وصال کی خبر اور مرض کی کیفیت بمبئی میں آپ کو معلوم ہوئی اُسی ہفتہ میں اسی مرض سے جو پیر و مرشد کو لاحق تھا آپ بھی جاں بحق ہو گئے۔ رسالہ عبرت نامہ میں جو نظم میں مطبوع ہو چکا ہے آپ کے انتقال کی مفصل کیفیت درج ہے۔

سرچشمۂ جود و احسان نواب سید خواجہ حفیظ اللہ خاں صاحب قادری قبلہ دامت برکاتہم۔ آپ کے محاسن جلیلہ اور محامد حمیدہ کا قلمبند کرنا دریا کو کوزہ میں لینا ہے آپ حضرت اقدس کے مخصوص و

بقیہ ضمیمہ صفحہ ۱۳۱

عرب و عجم اس مستحب و مستحسن فعل کو کرتے ہیں اگر کوئی ذی علم تمہارے پردے میں تعیین وسیلہ و واسطہ بنا کر دلیل چاہتا ہے تو بہتر یہ ہو کہ وہ بے واسطہ سامنے آکر شرک و ضلالت ہونا اس پاک طریقہ کا ثابت کرے۔ میں استحباب و استحسان ثابت کرا ہوں اور ابھی اہل علم پر امر صواب واضح ہوا جاتا ہے۔ ناخدا نے بار بار مولوی اسمعیل کی طرف دیکھا بھی اور اشارتاً کنایتاً جواب کے لئے بھی کہا لیکن وہاں انی بچارے بیڑا پار۔ صدا بہ نجاست پر اکتفا کیا گیا۔ ناخدا کی نگاہوں سے گر کر مولوی صاحب تو فوراً چلتے بنے لیکن معلم صاحب کی نفس قدسی صفات کی عام شہرت ہو گئی۔

معلم صاحب کا وصال ۲۲ر رجب ۱۲۸۲ھ کو ہوا بمقام بندر سورت مدفون ہوئے۔

محبوب مریدین سے ہیں۔ حیدرآباد دکن کے باوقار جاگیرداروں میں ہیں۔
پیر کی نظر کرامت اثر نے حضور غوثیت مآب کی محبت رگ وپے میں
جذب کردی ہے۔ ہر ماہ میں گیارھویں شریف جس دھوم دھام سے
ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آخر ماہ شعبان المعظم میں جشن ولادت حضور
دستگیر عالم رضی اللہ تعالے عنہ نہایت عظیم پیمانہ پر آپ منعقد
کرتے ہیں۔ یہ جشن مبارک غرہ ماہ رمضان المبارک تک کہ خاص
یوم ولادت غوث اعظم رح ہے قریب ایک ہفتہ جاری رہتا ہے
تمام قرب وجوار میں اس کی سج دھج مشہور ہے اس دوران میں بلدۂ
حیدرآباد میں جسقدر علماء ومشائخ موجود ہوتے ہیں سب مدعو کئے جاتے
ہیں لنگر عام جاری رہتا ہے مشائخ کو علاوہ خاطر ومدارات کے نذور بھی
پیش کی جاتی ہیں۔ آپ کے مصارف کا ایک معمولی اندازہ
اس سے کیا جاسکتا ہے۔

اس جشن مبارک کے لنگر کے لئے چاول کثیر مقدار میں بدایوں
بریلی وغیرہ سے خرید کئے جاتے ہیں جس کے کرایہ میں رقم کثیر
صرف میں آتی ہے۔

اسی طرح ماہ جمادی الثانی میں اپنے پیرومرشد کے یوم وصال
کی تاریخ نہایت اعلی پیمانہ پر عرس کرتے ہیں سلسلۂ قادریہ کے
حلقہ بگوش حسن عقیدت کے ساتھ شریک ہوکر برکات عرفان
حاصل کرتے ہیں اور ہم خرما وہم ثواب ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ آپ کے
مصارف خیر شبانہ روز جاری ہیں۔ فنا فی الغوث ہیں حضور غوث
پاک رض کے نام پر بذل وسخا کی عجیب وغریب شانیں آپ سے ظہور میں
آتی رہتی ہیں۔ ضیا رہے ریا آپ کی عنایات کا جس قدر شکریہ ادا
کرے کم ہے۔ آپ نے یہ سنکر کہ قادری آستانہ کے ایک خادم نے

آپ کے پیر و مرشد کے واقعات زندگی کو اپنی بساط کے موافق ترتیب
دیا ہے اپنی عالی ہمتی سے مصارف طبع کا تمام بار اپنے ذمّہ لیا ہے۔
محنت کا ثمرہ ملتے نظر آیا۔ ہمّت و شوق نے الوالعزمی کے ساتھ تکمیل
پر مائل کیا۔ صرف خبر سُنی تھی طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔ عریضہ لکھکر
استصواب کیا۔ آپ نے نہ صرف جواب سے عزّت افزائی
فرمائی بلکہ دو سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیا۔ الحمد للہ کہ
تمنّاؤں میں جان پڑگئی آرزوئیں شگفتہ ہوگئیں۔ یہ کتاب
محض آپ کی عالی ہمتی کے باعث زیور طبع سے آراستہ ہوتی ہے
ورنہ کہاں ناچیز و ناکارہ ضیا۔ کہاں حیدرآباد کا ایک نواب
با جود و سخا۔ نہ دید نہ شنید ہاں اتنا رشتہ ضرور مضبوط کہ
جس سرکار کا میں خادم و کفش بردار اُسی تاجدار کا وہ بزرگ
مخلص و جاں نثار۔ اس قرب نے دوری کو حضوری سے بدلکر
نیا رنگ دکھایا خدا سے دعا ہے کہ عین حق کے صدقہ میں
اُس عین کرم اور اِس گُناہ گار کی مشکلیں آسان ہوں۔

آمین

ذکر وصال

حضرت اقدس کی عمر شریف کے چھیترؔ سال ختم ہونے کے بعد ستترواں سال گویا وصال باری کا سال تھا۔ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۲۸۹ھ ہجری میں دونوں شانوں کے درمیان میں پشت مبارک پر زخم ثبور جس کو (ادبیٹ) کہتے ہیں نمودار ہوا۔ اس سے پیشتر قوت روحانی کے باعث اعضا میں کوئی خاص علامت انحطاط کی معلوم نہیں ہوتی تھی آخر عمر میں ظاہر بین نگاہوں سے حضور کی قوت نظر اوجھل ہو گئی تھی۔ زخم کے اظہار کے ساتھ ہی عقیدتمندوں کا ماتھا ٹھنکا۔ خدام و کفش بردار جو ہمیشہ نظارۂ جمال سے حضوری دربار رسالت کی لذت حاصل کرتے تھے۔ آئندہ اس دولت سے محروم ہونے کے خیال میں کلیجہ مسوس کر رہ گئے۔ صبح و شام کے حاضرباش جو وہ ایک بار کی قدمبوسی سے اپنی تمناؤں میں خدا طلبی کی جھلک پاتے تھے ہجوم اضطراب کے ساتھ کئی کئی بار مدرسۂ شریفہ میں حاضر ہوتے اور عارض خدا نما کے دیدار سے اپنی پژمردہ آرزوؤں کو شگفتہ کرنے کی کوشش کرتے جتنی جتنی مرض میں شدت و زیادتی ہوتی گئی اسی قدر تمام شہر میں بےچینی اور اضطراب میں ترقی ہونا شروع ہو گئی۔ بدایوں اور بیرونجات کے نامی گرامی اطبا جو حضرت اقدس کے ہی تربیت یافتہ اور مستفیضین میں سے تھے۔ دور و دراز سے آنا شروع ہوئے۔ علما کرام جن کو علالت کی حالت سے اطلاع ہوئی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ہر طرح کے علاج ہر قسم کی ادویات کا استعمال ہوا

مگر افاقہ نہ ہوا۔ اور جس طرح خاصان خدا کو دربار قدس سے آزمایش میں ڈالا جاتا ہے۔جسمانی تکلیف۔روحانی ترقیوں کا ذریعہ بنائی جاتی ہے۔اسی طرح آپ کو بھی قریب تین ماہ تک اس ابتلا و امتحان میں میدان صبر و رضا سر کرنا پڑا۔ مرض میں کا یقین روز بروز اس سبب سے اور بھی ترقی کرتا جاتا تھا کہ ماہ محرم الحرام میں ایام عرس شریف حضرت سیدی مولانا شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے موقع پر خود زبان مبارک سے خبر رحلت کا اظہار فرما دیا تھا یہانتک کہ خود ہی قبر شریف کے لئے جگہ بھی مخصوص کر دی تھی۔ ربیع الثانی اور جمادی الاوّل علالت و مرض کی ہی حالت میں بسر ہوئے تمام متوسلین ماہ جمادی الاوّل کے آخر ہفتہ سے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مدرسہ عالیہ میں آپڑے تھے حضور کا خلق عمیم جو اپنے خدام کے ساتھ تھا اس آخر وقت میں ایک لمحہ کو حضور سے غلاموں کو جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

ایک دن جناب قاضی مولوی شمس الاسلام صاحب عباسی مرحوم جو آپ کے والد اقدس کے مخصوص مریدوں میں تھے عیادت کے لئے حاضر تھے حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ کہ قاضی صاحب بمقتضائے (واما بنعمت ربك فحدث) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے لئے مامور کیا گیا تھا الحمدللہ کہ بتائید ایزدی اس فرقۂ باطلہ اور اس کی ذریات اسمعیلیہ و اسحاقیہ کا رد پوری طور پر ہوچکا دربار نبوت میں یہ سعی قبول ہوچکی اور میرے دل میں بھی اب کوئی آرزو باقی نہ رہی عنقریب میں اس جہان فانی سے جانے والا ہوں اسی طرح ایام مرض میں اشارتًا کنایتًا وقت وصال کی اطلاع خود زبان مبارک سے فرماتے رہے یہانتک

دوسری تاریخ ماہ مبارک جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادہ شیخ الاسلام فی الہند تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر محب رسول قدس سرہ کو طلب فرما کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی وقت کا تعین کہ بعد ظہر اس ہستی ناپائیدار کو ترک فرمایا جائے گا بتا کر اور تمام اسرار عرفانی اور انوار رحمانی نظر ہی نظر میں سپرد فرما کر اندرون دولت خانہ لیجانے کا حکم دیا۔ خدام میں کہرام مچگیا۔ رقیق القلب مریدین ضبط گریہ نکر سکے چارپائی مکان کے اندر پہونچادی گئی۔

حکیم سراج الحق صاحب قدس سرہ۔ اور مولانا سید جیلانی صاحب و مولانا انوار الحق صاحب جو سب سے زیادہ عزیز اور مخصوص تھے خدمت کے لئے مامور ہوئے حضرت تاج الفحول و دیگر مخصوص حضرات وقتاً فوقتاً زیارت کے لئے جاتے اور بادیدۂ نم واپس آتے اسی عالم میں ظہر کا وقت آیا۔ اشارہ سے فریضۂ الٰہی ادا فرما کر ذکر خفی میں مستغرق ہوگئے۔ کئی ساعت اسی طرح گزرچکیں تو مولانا سراج الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضور غلاموں سے آخر وقت میں کچھ تو ارشاد فرمایئے۔ اس کے جواب میں آپ نے جہر کے ساتھ نہایت بلند آواز سے دوبار اللہ اللہ ارشاد فرمایا جس کو تمام خدام نے جو دولت سرا کے باہر پریشان تھے بخوبی سُنا۔ ادھر اسم ذات زبان سے برآمد ہوا اودھر روح مبارک خانۂ تن سے برامد ہوکر تشریف فرمائے خلد بریں ہوئی۔ ایک نور سا دہن مبارک سے چمکا اور بلند ہوکر غائب ہوگیا۔ سارے شہر میں تاریکی چھاگئی آفتاب فضل وکمال غروب ہوا۔ بھیانک و بدرونقی تمام گلی کوچوں میں عیاں ہونے لگی دیکھنے والے اس حالت کے ہزاروں موجود ہیں۔ حضرت تاج الفحول قدس سرہ حضرت مولانا سراج الحق قدس سرہ نے بہ شرکت دیگر علماء کرام بدایوں غسل دیا

بعد نماز عصر غسل مبارک سے فارغ ہو کر جنازہ شریفہ عید گاہ شمسی کو جو آثار قدیمہ بدایوں میں یادگار سلطان دین پناہ حضرت سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمۃ ہے روانہ ہوا۔ ہزارہا بندگان خدا جن کا اندازہ و شمار دشوار تھا جنازہ میں شریک تھے۔ باوجودیکہ باران رحمت الٰہی راستہ بھر ترشح ریز تھا لیکن چاروں طرف سے مسلمان غول کے غول بیتابانہ افتاں خیزاں چلے آتے تھے دوسری قوم کے سیکڑوں عقیدتمند بھی بادیدہ اشکبار معیت میں تھے۔ غرض بعد نماز مغرب حضرت قبلتنا الاولیا تاج الفحول قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم صدیقی رئیس و ساکن محلہ سوتھہ بدایوں کا قول ہے کہ میں بعد نماز مغرب بارادہ شرکت نماز جنازہ شریفہ بعجلت تمام گھر سے روانہ ہوا یہ صحیح معلوم نہ تھا کہ نماز جنازہ عید گاہ میں ہوگی یا کہیں اور صرف اس خیال سے کہ بجز عید گاہ کے اور دوسری جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں ہزارہا آدمی نماز پڑھ سکیں عید گاہ کی طرف روانہ ہوا جس وقت سوتھہ کی چوکی سے نیچے قبرستان کے قریب پہونچا یکایک قبور کے درمیان سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کا غلغلہ کانوں میں پہونچا جس کی ہیبت سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن یہ یقین واثق ہو گیا کہ جنازہ مبارک ضرور اس طرف سے روانہ ہوا ہے اسی طرح بہت سے واقعات اکثر صلحا و ابرار بدایوں کو آپ کے وصال کے بعد پیش آئے۔ جو بوجہ طوالت نظر انداز کئے جاتے ہیں نماز کے بعد جنازہ آستانہ عالیہ قادریہ مجیدیہ کو روانہ ہوا۔ اور اول وقت نماز عشا شب جمعہ میں کہ دوم و سوم جمادی الثانی کی درمیانی شب تھی جسد اطہر کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور مولانا مرید جیلانی صاحب و مولانا حکیم سراج الحق صاحب و مولانا انوار الحق صاحب نے

مرقد منوّر کے اندر رکھ دیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم بارک علی جسدہ المنور وروحہ المطھر وقبرہ المعطر وبارک برکتہ علینا ما طلع الشمس والقمر ۔ اس شب جمعہ مبارک کی فضیلت عالم آشکار ہے سب سے افضل تر برکت یہ ہے کہ یہ شب منوّر شب علوق حمل انور حضور خیر البشر سید الانبیا والمرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ اسی باعث حضرت سیدنا امام احمد حنبل رضی اللہ تعالے عنہ اس شب مبارک کو شب قدر سے افضل قرار دیتے ہیں ۔ اسی بابرکت رات کو حضرت اقدس کی روح طیّب وطاہر نے خلوت وصال الہی کے لئے منتخب فرمایا ۔ بعد وصال مبارک ایک ہفتہ تک متواتر شبانہ روز تلاوت کلام مجید و دلائل خیرات شریف وکثرت درود شریف کا دور جاری رہا ۔ قبر شریف پائیں مزار اقدس حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہٗ حسب الارشاد حضرت اقدس بنائی گئی ۔ تعویذ بالکل سنگ مرمر کا ہے ۔ اب آستانہ قادریہ دو حصوں میں منقسم ہے بڑی درگاہ معلّی میں مزار منوّر حضرت مولانا شاہ عین الحق قدس سرہٗ کا ہے اور دوسرا حصّہ جو درگاہ خورد کہا جاتا ہے اُس میں حضرت اقدس کا مزار شریف ہے ۔ عُرس شریف تیس سال تک نہایت عظیم پیمانہ پر ایک ہفتہ شبانہ روز ہوتا رہا بعد وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ صرف تین دن ہوتا ہے ۔ یکم سے تیسری جمادالثانی تک قران خوانی اور محافل میلاد شریف ہوتی ہیں ۔

تصانیف

علمائے مصنّفین کی تصانیف اُن کے دلی خیالات اور روحانی جذبات کا آئینہ ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر ہر مصنّف کی تصنیف کا رنگ نرالا اور دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ ہر انسان پر اوس کی عمر میں مختلف جذبات طاری ہوتے ہیں ایک ہی عالِم کی مختلف اوقات کی تصانیف مختلف جلوے دکھاتی ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے حالات صغرسنی اور شباب اور زمانہ تحصیل علم پھر زمانہ درس و تدریس پھر زمانہ ترک و تجرید پھر زمانہ استغراق توحید پھر زمانہ ہدایت و ارشاد و ردّ فرق باطلہ حسب الحکم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ لا مجا و جن کا مختصر تذکرہ ہدیۂ ناظرین ہو چکا جس قدر انقلابی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ وہ عقل ظاہر کو خیرہ کر رہے ہیں۔ پھر حضرت کی تصانیف پر نظر کرنا ہم جیسے ظاہر بین آدمیوں کا کام نہیں۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض علمار کو اپنی تصانیف کی جمع و تدوین و اشاعت و تعداد تمبر شماری کا شوق ہوتا ہے۔ یہاں ہمیشہ سے اپنے حالات و کمالات ظاہری و باطنی کا اخفا فرمایا گیا ہے۔ پھر تصانیف کا صحیح اندازہ کیونکہ ہو سکتا ہے مگر کتب حالات حضرت اقدس سے بطور انتخاب چند کتابوں کے نام اور ان کے مضامین ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضور پرنور کو تصنیف کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا اکثر کتب درسیہ پر ہنگام قرارت بے حواشی تحریر فرمائے تھے۔ بعد فراغت بوقت درس نواس مبارک کام کے واسطے کافی وقت ملا۔ اکثر علوم و فنون میں کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ عالم شباب میں خصوصیت کے ساتھ

توجہ سامی ہیئت و ہندسہ منطق و فلسفہ پر مبذول رہی۔ لیکن ان علوم ظاہر میں بھی تحقیق باطن کا رنگ غالب تھا۔ اختلافی مسائل میں اکثر طبع والا کا رجحان اشراقین کے اقوال کی جانب رہا۔ لیکن نہ صرف تقلید بلکہ ہر معرکہ کا فیصلہ و تصفیہ اشراق انوار باطنیہ سے فرمایا گویا طول افسانہ میں شمع حقیقت کا نور پھیلایا اس کے بعد دینیات میں قلم اوٹھایا۔ تفسیر و حدیث۔ فقہ۔ اصول۔ کلام میں تصنیفیں ہوئیں پھر رنگ تصوّف طبع مقدس پر غالب آیا آخر عمر میں جب ہند میں فتنہ نجد کی بنا قائم ہوئی اور گروہ اہل بدعت برعکس نہند نام زنگی کافور بہ اہل حدیث و توحید مشہور مذہب حنفیہ سنیہ کا مقابل بنا تو خانہ شریار خدا کے غضب کی تلوار بنکر ان سے دوچار ہوا۔ اور دم واپسیں تک اسمیں مشغول رہی۔ حقانیت و خلوص کا پتہ (جو اس تصانیف کا حقیقی منشا تھی) اس واقعہ سے بھی چلتا ہے کہ جب قریب وفات حالت سکرات تھی اور زبان زبارک پر کلمۂ طیبہ جاری تھا حاضرین سے فرمایا کہ حضرت تاج الفحول کو بلاؤ اور دریافت کرو کہ اعداء دین کا کوئی رسالہ ایسا تو باقی نہیں جس کا جواب ہم نے نہ لکھا ہو اور ہمارے بعد عوام اہل اسلام کو باعث تشویش ہو۔ جواب میں جب حسب منشا نفی سنی روئے منور دمکنے لگا اور بہ آواز نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ اور حقیقتاً انھیں پاک تصانیف اور سچے خلوص کا اثر ہے جو ہندوستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس فرقہ مخذولہ کے قدم متزلزل ہوگئے سنیوں کو ہر مباحثہ مکالمہ کے لئے قبل از وقت بیش از بیش جواب ہاتھ آگئے اس سرمایہ سے نہ صرف عوام فائدہ مند ہوئے بلکہ اکثر آجکل تصانیف علماء و مصنفین مابعد فقط اسی ذخیرہ کا ایک علمی نتیجہ تفصیل ہیں۔ مگر افسوس کہ ابتدائی تصنیفات کا اکثر حصہ زمانہ غدر میں تلف ہوگیا۔ اور بہت کم کتابیں باقی رہیں۔

منجملہ تصانیف علم معقول حاشیہ میر زاہد رسالہ ہے شناوران بحر زخار علوم معقول میر زاہد رسالہ کے تحقیقات و تدقیقات اور اس کے حواشی کے دقائق ونکات سے واقف ہیں متاخرین میں کم کوئی معقولی گذرا ہو گا جس نے میر زاہد رسالہ کے حاشیہ میں زور طبیعت نہ دکھایا ہو۔ مگر حضرت اقدس کے حاشیہ کی شان سب سے انوکھی و نرالی ہے۔ اس کے معرکۃ الآرا مباحث کا ذکر ہماری اس مختصر سوانح کو معقولی دقیق رسالہ بنا دیگا۔ صرف میر زاہد کے ایک قول وتحقیق کل مرۃ مبہ بعد تحقیق الموصوف جو حضرت سے بسط کر لکھی ہے ایک مستقل رسالہ کا حکم رکھتی ہے بعدیۃ ذاتیہ و زمانیہ کے اختلاف میں محشین کے اقوال اور ان پر جرح و قدح آخر میں تحقیق بعدیۃ زمانیہ کا اثبات قابل ملاحظہ اہل تحقیق ہے۔

شرح فصوص الحکم زمانۂ قیام حیدرآباد میں جب وہاں کے اکابر علماء و اعاظم مشائخ آپ سے شگفتہ استفاضہ و درس میں شامل ہوئے تو اکثر اوقات مثنوی شریف مولانا روم اور فصوص الحکم کے مطالب زبانی بیان ہوتے تھے پھر ان کے اصرار سے بطور درس سلسلہ جاری ہوا۔ اغلب کہ اسی زمانہ میں یا اس سے قبل نوبت تصنیف شرح فصوص کی آئی۔

فن تصوف تو گویا حضرت اقدس کا خاص جولانگاہ ہے۔ پھر اس میں حضرت کے جو کچھ نکات و حقائق کا اظہار کیا ہے اسکی نسبت ہمارا کچھ لکھنا چھوٹا منھ بڑی بات ہے اور مشکل یہ ہے کہ اب اس کے مسودے بھی نہیں ملتے حتی کہ مدرسہ عالیہ قادریہ کے کتب خانہ میں بھی بجز چند اوراق کے پتہ نہیں۔

شرح مسلم امام نووی۔ اس کے بھی اب صرف چند اجزا بطور تبرک باقی ہیں اکثر حصہ مفقود ہے افسوس کے سوا کیا چارہ ہے

معتقد المنتقد علم کلام کی وہ کتاب ہے اور ایسی تصنیف ہے جس نے بڑی بڑی کتابوں کی ضرورت و احتیاج سے مستغنی کر دیا ہے یہ ہی پر سطوت

تصنیف ہی علم کلام وعقائد میں ایک محقق کامل اور متبحر وسیع الفیض معلّم
بنی ہوئی ہے۔ فرق باطلہ مستحدثہ زمانہ موجود کا ردّ جابجا شامل کیا گیا ہے گویا
ردّ فلسفہ حدیث کے اسناد قایم فرمائی تھی حضرت اقدس کے اکابر معاصرین
نے جو اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس تحریر کی عظمت و جلالت
کو سراہا ہے وہ ان تقریظوں سے ملاحظہ کیجئے

صورة ما حرره الامام الفاضل النحریر الکامل علم الھدی سند الوریٰ
مستند الوقت حجة العصر الاستاذ المطلق المولوی فضل حق الخیر
آبادی صانه الله عن شر الاعادی مقرظا علی ھذا الکتاب المستطاب

بسم الله الرحمن الرحیم

اثنی علی ربی الحمید واحمد۔ واصلی
علی من سائر حمادیه احمد۔ وخُلقه
لخلقه من خلائق الخلائق احمد و
ھمه ی المسمی محمد۔ علیه وعلی آله
وصحبه الصلوة الدائمة والسلام
السرمد۔ وبعدُ فقد طالعتُ الرسالة
التی صنفها و رصفها مولانا السمیدع
الاروع الاورع البارع المتبرع
الضارع المتفرع الشارع المتضرع
ذو المناقب الثواقب الجلیله والانظار
الثواقب الدقیقه الجامع بین العلوم
العقلیة والنقلیة ومعارف الشریعة
والحقیقة۔ طلاع الثنایا والنجاد
ذائع الصیت فی انجاد الحق وفل

میں اپنے رب حمید کی حمد وثنا کرتا ہوں
اور اس پر جو خدا کی سب حامدوں میں
احمد ہے اور خلق عظیم اس کا مثل اسکی
خلقت جمیل کے تمام خلائق کے خلاف
سے احمد ہے اور اسم شریف اس کا
مثل اس کے محمد و احمد ہے درود
پڑھتا ہوں انپر اور انکی آل و اصحاب پر
ایسا درود کہ دائم و سرمدی اما بعد
میں نے وہ رسالہ دیکھا جسکو تصنیف کیا مولانا
نے جو بڑے رتبہ والے بڑے عالم
بڑے متقی بڑے فائق بڑے متقی
بڑے متشرع صاحب مناقب ثواقب
جلیلہ و انظار ثواقب دقیقہ جامع
علوم عقلیہ و نقلیہ و معارف شرعیہ

قرن طلع من النجد في الاغوار
والانجاد۔ العريف العزيف الغطريف
الصفي الحنفي الحصي الحفي مولانا المولى
فضل الرسول القادري الحنفي متع
الله المومنين بطول بقائه وصانه
في حرزه ووقائه۔ وجعل خير
ايامه يوم لقائه۔ فاذا هي مع
وجازتها جامعة لحقائق العقائد۔
دافعة لمكائد اهل الحقائد
كلها تبيان وصراح للحق الصراح
وتبيين لاوضاع الهدى والايضاح
طلوع مطالع عبارتها الفصاح
لصبح الحق الصابح اصباح وافصاح
ولظلام ظلم المبطل كشف و
فضاح۔ وتلاؤم الكلم التي سردت
فيها بالاقتراح الام للقرائح
بالهام الحق القراح۔ وكم وجرح
لمن اجترح الافساد والاستجراح
يهتدي بها الضليل الى سنن
اهل السنة السنية۔ ويرتو
به الغليل من شريعة الشريعة
البيضاء النهيه۔ فقد فضح بها
فرق الفرق بين العقائد لخفة الذاهنية

حقیقت ہیں علوم کے بلند نہاروں کے
چڑھنے والے حق کے شہروں اور
راستوں میں مشہور آوازوں والے
جنھوں نے اس سنگ کو جو نجد سے
نکلا چورا چورا کر ڈالا بڑی معرفت والی
بڑے مرتبہ کے علم دوست خالص
مہربان اکرم مولانا مولوی فضل رسول
صاحب قادری حنفی اللہ مومنین کو
اون کے طول بقا سے نفع کرے اور
اُن کو اپنے حرز و امان میں رکھے اس
رسالہ کو جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ
باوجود اختصار کے حقائق عقائد کا جامع
ہے مکائد اہل حقائد کا دافع ہے
سرتاپا حق صریح بیان صریح ہے
اور اوضاع وہدایت کی تبئیں و توضیح ہے
ظلم اہل باطل کے ظلمتوں کے کشف و
تفضیح ہے اس فرقہ باطلہ کے لئے
جسے فساد و بدعت پھیلانا چاہا تھا خنجر
و تلوار ہے اس کے ذریعہ سے گمراہ
طریقہ اہلسنت سنیہ پاتی ہیں پیاسے
اسکے باعث دریاے شریعت بیضا
سے سیراب ہوتے ہیں اس سے
عقائد حقہ دینیہ اور مکائد فرق باطلہ

وبين ابا طيل الفرق الدنية۔ وافتضح بها عوار الرعاو الروية من المعتزلة والنجدية فاذ قد نجد بها الحق بجودا۔ ترك كل نجدی منکود امنجود ا فقط محمد فضل حق فاروقی خیر آبادی	دنیہ کا فرق ظاہر ہوا اور معتزلہ و نجدیہ کے تمام عیوب و فسادات کے تفضیح ہوئے فقط محمد فضل حق فاروقی خیرآبادی

جناب مولانا مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام اور جناب مولانا مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب وغیرہ اعاظم علمائے زمان نے بھی اس کتاب کے متعلق اپنی رائیں ظاہر کیں اُن سے اس کی جلالت شان اور عموم فیضان کا اندازہ ہوسکتا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لحاظ سے مختصراً درج ذیل ہیں۔

خلاصہ تقریظ مولوی مفتی صدر الدین خانصاحب دہلوی

میں نے اُس رسالہ کاملہ اور عجالہ نافعہ کو دیکھا جس کو دانشمند مدقق عالم ماہر محقق فاضل کامل و عالم ممتاز بلند رتبہ دریائے بے پایاں روشن طبع جناب مولانا مولوی فضل رسول بدایونی قریشی قادری نے تحقیق عقائد یعنی اصول ملت تاباں میں تالیف کیا ہے۔ اس رسالہ کو میں نے لفظاً و معنی بہتر و خوب پایا اور نظم و حکم کلام کے اعتبار سے چمکتا مہکتا دیکھا بلند مرتبہ اور مرتفع قدر ہے۔ کوئی کتاب اور کوئی رسالہ علم کلام کا اس کا مقابل نہیں خورمی ہے اُس کو جو اس سے حصہ پائے اور اس کو پڑھے یہ رسالہ سراپا نور اور سراسر سرور ہے ترجمہ شعر عربی میں اس رسالہ کی تعریف کر رہا ہوں اور تعجب کر رہا ہوں کہ یہ رسالہ کیسا ہے جو نگاہوں کے سامنے پیش ہوا ہے اور دنیا کی تعریفوں سے برتر ہے۔ ایسے نور سے چمکتا ہے کہ کوئی ستارہ اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور کیونکر نہ ہو اگر آفتاب اُس کے مقابل آئے ذلیل و شرمندہ ہو۔

حررہ العبد المسکین مفتی محمد صدر الدین غفرلہ

ترجمہ

خلاصہ تقریظ جناب مولانا شیخ احمد سعید صاحب خلف سلسلۂ مجددیہ دہلی

بعد حمد و صلوٰۃ کہتا ہے بندہ محتاج طرف خدائے مہربان کی احمد سعید نقشبندی مجددی حنفی ۔ میں نے معتقد المنتقد (مصنفہ) فاضل کامل عالم عامل بزرگ رتبہ جامع معقول و منقول و معانی بیان سمیٹنے والے علوم ادیان کے مولانا و بالفضل اولانا مولوی فضل رسول القادری سلمہ المنان کو دیکھا اُس کو نہایت صاف بیان سے عقائد اہلسنت پر شامل پایا ایسی فصلوں کے ساتھ جو قواعد دین اور اصول شریعت میں اہل بدعت و گمراہی اہل ہوی گمردہ شیطان کے لئے سر توڑنے والی ہیں خدا اُن کو سب مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا دے۔

ترجمہ

خلاصہ تقریظ مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

مجھے متن متین اور کتاب معتقدات سلف صالحین کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا ۔ یہ ایسی کتاب ہے جو راہ راست کا پتہ دیتی ہے اور طریقہ قوی و درست پر رہنمائی کرتی ہے جس پر چلنے والا راہ نجات پاتا ہے اور تاریکیوں سے بچتا ہے یہ ایسی علامہ کی تصنیف ہے جس کا تمام عالم میں نظیر نہیں وہ عارفین کا امام ہے اور عابدین کا مدار کار اوصاف بیان کرنے اور اظہار سے مستغنی ہے جامع معقول و منقول ہے اور ہمارا پیشوا بزرگ مانا ہوا ہے اور ایسا وہ کیونکر نہ ہو حالانکہ وہ فضل رسول ہے تائید کرے اللہ مسلمانوں کی اُس کی درازی عمر سے اور شہرت افادات سے اور گمراہوں کی پیٹھ ٹوٹنے سے اُس کی تصانیف سے میں نے اس کتاب کو عقائد اہل سنت پر مشتمل پایا اور معتزلہ اور اُن کی متبعین ضالین اور وہ جو

جماعت اہل حق و یقین سے نکل گئے ہیں اُن کی خرافات کے ابطال پر

متأمل دیکھا یہ کتاب اس لائق ہے کہ فضلاء اپنے مدارس میں اس کو

پڑھائیں۔ فقط

اُس زمانہ کے علمائے کاملین محققین نے اس متن متین کا داخل درس

طلبہ علوم اہلسنّت ہونے کا مشورہ دیا اُس کے مطابق بفضلہ تعالےٰ بہت

مدارس میں وقتاً فوقتاً اس کا درس ہوتا رہا۔ اوّل مرتبہ بمبئی میں طبع ہوئی

مگر بہ سبب نہ موجود ہونے حضرت مصنّف رحمۃ اللہ علیہ یا کسی دوسرے مصحح کے

اُس میں بہت غلطیاں رہگئیں۔ آخر میں بڑا غلطنامہ لگانا پڑا بعض نسخوں میں

وہ بھی نہ لگ پایا۔ اس شکایت کے رفع کے لئے دوبارہ مطبع اہلسنّت

پٹنہ میں حامیٔ سنّت ماحیٔ بدعت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم

نے اپنے اہتمام سے باجازت حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد مطیع الرسول

عبدالمقتدر صاحب دامت برکاتہم سجّادہ نشین مسند مجیدیہ و وارث علم و

فضل حضرت سیف المسلول طبع کیا۔ پہلے اس متن مبارک کی شرح کا فخر

حضرت جناب مولانا حکیم محمد سراج الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت

علامہ مولانا مولوی فیض احمد صاحب مصنّف ہدیۂ قادریہ وغیرہ برادرزادہ

حضرت مصنّف رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل ہوا۔ مگر افسوس کہ وہ اب

دستیاب نہیں اور ہمارے ہاتوں میں نہیں رہی۔ طبع ثانی میں

جبکہ قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم کا اہتمام تھا تو جناب عالم اہلسنّت

ماحیٔ بدعت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی سے اُنھوں نے

فرمائش کرکے اُس کا تحشیہ کرایا۔ مولانا نے ابتدا میں مختصراً بطور حواشی

کلام کیا بعد کو بمشورہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی بعض مقامات

پر بسط و تفصیل سے بھی لکھا چنانچہ مقدمہ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ

یہ ہے۔

خلاصۂ ترجمہ

خطبہ مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی

تعریف اُس خدا کو جس نے انوار دین کے مینار کو جمال فضل رسول مبین سے منوّر فرمایا جس سے طلب رہنمائی کرنے والوں کی بہبودی ظاہر ہوگئی۔ اور بلند کیا اُسی خدا نے نشانوں راہ یقین کو جلال نقی علی مکین سے جس سے بند ہوگیا فساد مفسدین کا۔ برکت نازل فرمائے رب تعالیٰ حضور سرور عالم پر اور اُن کی آل و اصحاب اور اُن کے فرزند اور اون کے گروہ پر اما بعد کتاب معتقد المنتقد (خاتم المحققین عمدۃ المدققین سیف الاسلام شیر سنّت دور کرنے والے تاریکی کے بند کرنے والے فتنہ کے مولانا الاجل لاابجل سیف المسلول معین الحق فضل الرسول السُنّی الحنفی القادری البرکاتی العثمانی البدایونی بلند فرمائے حق تعالےٰ اُن کے مقام کو اعلیٰ علیین میں اور اُن کو بہتر سے بہتر اسلام و تمام مسلمانوں کی طرف سے جزا عطا فرمائے) اپنے باب و نصاب میں یکتا و کامل تھی اوس کی طبع کی طرف وہ متوجہ ہوا جسکو خداوند تعالےٰ تاج خیرات اوڑھا چکا ہے اور اُس کو توفیق والا بلکہ وقف موقف نیکیوں پہ بنا چکا ہے یعنی حامی سُنّت مولانا قاضی عبد الوحید صاحب حنفی فردوسی۔ اونھوں نے اس کی تصحیح میرے متعلق کی مجھکو قاضی موصوف کی دینی جانفشانی دیکھکر امتثال امر کرنا پڑا۔ اس کے لئے مجھے جو نسخہ معتقد کا ملا وہ بمبئی کا مطبوعہ تھا جس کو کاتب نے نسخ و تحریف و تبدیل کر ڈالا تھا جسکی تصحیح میں میں نے کمال جدّ و جہد کیا اور مختصر مختصر حلّ مشکلات و کشف معضلات و لغات بھی کرتا گیا جب کچھ اجزائے کتاب طبع ہوگئے تو مجھسے میرے دوست خالص حامی دین مولانا وصی احمد صاحب سنّی حنفی محدث سورتی کا اشارہ ہوا کہ میں بجائے اختصار بسط و تشریح و توضیح کروں پس میں نے جو کچھ لکھا وہ یہ موجود ہے اس کا نام میں نے المستند المعتمد بناء نجاۃ ابد تاریخی رکھا فقط

اس کتاب مبارک معتقد منتقد میں باوجود اختصار کے تمام معرکۃ الآرا مسائل کا فیصلہ کر دیا گیا ہے بالخصوص بحث صفات باری اور اسی ضمن میں امکان کذب باری کی تردید اور باب دویم میں بحث نبوت اور مسئلہ امتناع نظیر حضور نبی اکرم بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث شفاعت کی تقریر بسیط وغیرہ وغیرہ قابل حظ علما و لطف یابی فضلا ہیں خطبہ کتاب ہی میں گویا تمام مضامین کا لب لباب موجود ہے۔

ترجمہ

کتاب معتقد

سب تعریف ہے اُس ذات کو جس پر ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ نقصان ہے نہ کمال پھر کیونکر اُن کی تجویز ہو سکتی ہے جو سراسر نقصان ہیں جیسے جہل، کذب، عجز۔ برتر ہے ذات اُس کی اُس سے جو اہل ضلال عیب لگاتے ہیں وہ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے تمام بڑے چھوٹے گناہوں کا سوا کفر کے جس کے لئے چاہے اگرچہ وہ کبائر پر اصرار کرتا ہوا مرا ہو۔ اُس پر ثواب و عذاب واجب و لازم نہیں اور اُس کے افعال معلل بالاغراض و اسباب نہیں اور درود و سلام اُس کے انبیا پر جو خاص کر لئے گئے ہیں عصمت و وحی شریعت کے ساتھ اور انواع فضیلت کیساتھ۔ کوئی غیر نبی اُن کا مساوی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اُن سے بڑھ سکیں غیر نبی کو ان سے افضل کہنا شریعت محمدیہ میں کفر ہے۔ خصوصاً صلوۃ و سلام نبیوں کے ختم کرنیوالے پر جن کے بعد کسی نبی کی تجویز کرنا کفر ہے اور دین سے خروج ہے۔ ایسے خصائص والے ہیں جو ان سے قبل کسی مخلوق میں جمع نہ ہوئے اور اون کے بعد ان کے مثل کا محال ہونا یقینی۔ وہ یقیناً گناہگاروں کے بخشوانیوالے ہیں اگرچہ گناہگار بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرنے ہوں۔ وہ ہمارے

سردار اور آقا محمد ہیں اور درود وسلام آپ کے آل واصحاب سب پر۔
ایک مقام پر حضرت اقدس قدس سرہ نے ردّ ندوہ کی طرف اشارہ فرمایا
جس کو کرامت یا الہام یا پیشینگوئی کہنا چاہیے چنانچہ جناب مولانا فاضل بریلوی
صاحب اپنی شرح المعتمد المستند میں لکھتے ہیں ص۱۹۵ حاشیہ وہذا ردمنہ الخ
ترجمہ۔ یہ ردّ ہے ندوہ مخذولہ کا حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے جو ان کی
وفات مقدس کے بہت بعد پیدا ہوا۔ اہل ندوہ یہ گمان کرتے ہیں کہ
تمام اہل ہوا و بدع سے محبت فرض ہے جو ایسا نہ کرے اوس کی نماز روزہ
بلکہ ایمان بھی مقبول نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں مبتدعین کا ردّ قتل نفس کی برابر
ہے اور کسی کی کسی امر میں برائی نہ کرنا چاہیے اُس ندوہ مخذولہ کے ناظم
محمد علی نے تمام اہل ضلالت وہابیہ نیچریہ وغیرہ کو اکابر دین سے شمار
کیا اور اُن کا ردّ حرام کیا اور اُن کا اختلاف مثل خلاف آئمہ اربعہ ٹھہرایا اور
سب کو حق پر بتایا۔ علمائے اہسنت ہند نے اون کا ردّ مند وب سمجھا اور ہم
سب کے پیشوا ابن مصنف علام حضرت محب رسول تاج الفحول خاتمۃ المحققین
مولانا شاہ عبد القادر القادری البدایونی قدس سرہٗ تھے اور اس عبد ضعیف نے
بھی اُن کے ردّ میں کتابیں لکھی ہیں جسمیں وہ فتوٰی ہے جس پر علماء حرمین
نے تقریظیں لکھی ہیں۔
تثبیت القدمین فی تحقیق رفع الیدین۔ یہ فن حدیث کی کتاب ہے جس میں
معرکۃ الآرا اصولی بحثیں ہیں اور تمام صحاح بالخصوص بخاری سے تمام احادیث
رفع یدین نقل کرکے سب پر تفصیلی تنقید فرمائی ہے اور احادیث بخاری
کا دیگر کتب کی احادیث سے راجح ہونے کا خیال ضعیف و غلط ٹھہرا کر ضعف
رجال بخاری ومسلم پر مفصل بحث کی گئی ہے غرضکہ یہ کتاب اپنی شان
تحقیق میں ایک یادگار فن کتاب ہے اور خیالات باطلہ مخالفین مذہب
حنفیہ کے ابطال میں بے مثل و بے نظیر ہے۔

رسالہ سلوک - باصرار جناب شیخ حکیم عبد العزیز صاحب مکی مکہ معظمہ میں تصنیف فرمایا گیا ہے جس میں طریق سلوک و معارف طریقت بیان کئے گئے ہیں دوسرا رسالہ سلوک نواب ضیاالدین خانصاحب کے واسطے فوری لکھدیا تھا ہمارے پیش نظر ہے چونکہ وہ مختصر اور نافع ہے مثل ہمارے ترتیب ملفوظات اولیا اس لئے ہم اس کو بجنسہٖ درج کریں گے۔

رسالہ وحدۃ الوجود - اس رسالہ میں وحدۃ وجود و وحدۃ شہود کے مبحث عظیم کی نہایت محققانہ بحث فرمائی ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

رسالہ نغمہ موسیقی - رسالہ نبض اور دو رسالے طب کے وہ جو عربی زبان میں بفرمائش جناب حکیم ہاشم علی خاں صاحب نبیرہ حکیم سید بیر علیخاں صاحب مرحوم استاذ حضور تصنیف ہوئے تھے۔

اس کے بعد فن مناظرہ کی تصانیف کا حال ہدیہ ناظرین ہے دربار رسالت سے جو خدمت اعانت سنت آپ کو مفوض ہوئی تھی اس کی آخر دم تک بخوبی تکمیل فرمائی بغیر تحریرات فرقہائے باطلہ بالخصوص نجدیہ وہابیہ غیر مقلدین کی تردید جس کی ابتدا و انتہا ایسی حضور فرما گئے کہ آج بڑے بڑے علمائے مصنفین حضور ہی کی تصنیفات سے تمام و کمال کام چلا رہے ہیں اس سلسلہ تصنیف میں ہم سب سے پہلے کتاب بوارق محمدیہ کا نام لکھینگے جس کی وجہ تصنیف و تالیف تائید غیبی اور حضور کا ایک خصوصی شرف تھا اعلحضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہٗ تحفۂ فیض میں تحریر فرماتے ہیں حضور اقدس دہلی میں حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور خواجہ کھڑے ہیں اور دونوں ہاتوں پر اس قدر کتابیں رکھی ہیں کہ آسمان تک بلند ہو گئی ہیں عرض کیا حضور خواجہ یہ تکلیف کتابیں اٹھانے کی حضور نے کیوں اٹھائی ہے جواب میں ارشاد ہوا تمھارے لئے مولوی فضل رسول تم ان کتابوں کو لو

اور ان کی مدد سے فتنۂ شیاطین دفع کرو۔ اس کے بعد ہی بعجلت حضور نے کتاب مذکور بوارق تصنیف فرمائی جس میں اصول کلیہ وہابیہ کے باطل کئے گئے ہیں زبان فارسی ہے اب کمیاب ہے مگر بمبئی مدرسہ احمدیہ قصاب محلہ سے دستیاب ہوسکتی ہے۔

کتاب الصلوٰۃ اس کتاب میں کل مسائل صلوٰۃ پر کلام فقیہانہ ومحدثانہ طرز پر فرمایا ہے عربی زبان میں ہے کا ترجمہ اعلیحضرت آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق عبد المجید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔

رسالہ احقاق الحق وابطال الباطل فارسی زبان میں ہے جواز ندا یا رسول اللہ واستعانت بانبیا واولیا کا اثبات ہے۔ یہ رسالہ حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی ہوئے تاب روشن ضمیر سلطانجی بدایونی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حکم سے لکھا گیا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ایک شخص حاضر خدمت حضور ہوا اور عرض کیا حضور میرا ورد یہ ہے الصلوٰۃ والسلام علیک ایھا النبی الکریم الصلوٰۃ والسلام علیک ایھا النبی الرحیم ٥ اس پر ایک وہابی حکم شرک لگاتے ہیں حضور نے اُن صاحب کو سمجھا دیا کہ آپ جو پڑھتے ہیں اُس کو پڑھے جائے اس کو شرک وکفر بتانے والا خود جاہل وضال ہے اُن صاحب نے عرض کی کہ حضور اس مسئلہ پر اگر رسالہ تصنیف فرمادیں تو ہم عوام کو بہتر ونافع ہو اُس وقت حضور نے کثرت اشتغال درس وافتار کا عذر فرمادیا اُس کے بعد جب حضرت برہان الکاملین سلطانجی صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے تو ملاحظہ فرمایا کہ قبر مبارک مجلا اور روشن آئینہ کی طرح ہے اور اندر حضرت سلطانجی صاحب تلاوت کلام الٰہی میں مصروف ہیں اور اُسی حالت میں ادھر متوجہ ہوکر حکم دیتے ہیں کہ مولانا فضل رسول اُس سائل کا سوال پورا کرو اور رسالہ جواز ندا واستعانت میں تحریر کرو۔ غرضکہ حضور کی تصنیفات اور خدمات احیائے سنت

و امحائے بدعت حکم خدا و خاصان خدا سے تھیں یہی وجہ ہے کہ آج تک اُن کی روحانیت و جلالت ہر قاری و سامع کے دل پر خاص اثر ڈالتی ہے۔

تصحیح المسائل۔ اس کتاب بسیط و لاجواب میں مولوی اسحاق دہلوی کی مائۃ مسائل کی غلطیاں اور خلاف تحقیق و مخالف مسلک حق اختراعات و فتوے کی تصحیح کی گئی ہے اور اکثر مسائل اختلافیہ مابین مقلدین و غیر مقلدین وہابیہ کی ایسی تحقیق و توضیح فرمائی گئی ہے جو اپنی خوبی میں لاثانی ہے چونکہ خلوص سے اور حکم خدا و رسول سے خدمت دین کرنے والے حضرات فائدہ مخلوق و اصلاح خلق سے غرض رکھتے تھے لہذا طرز بیان میں کیا ممکن جو عامیانہ رنگ آجائے چہ جائیکہ سبّ و شتم تمسخر و ہزل یہی وجہ ہے کہ اُن کے ارشادات للہیت و خلوص کا جلوہ دکھا کر آج تک اثر ڈال رہے ہیں۔ یہ کتاب چند بار طبع ہو چکی ہے آخر بار بمبئی میں کوئی چھ سات سال ہوتے ہیں کہ طبع ہوئی تھی مگر اب کمیاب ہے۔ زبان فارسی ہے۔

سیف الجبار۔ اس کتاب میں فرقہ نجدیہ کی تاریخ اور اُن کے شیوع مکائد و عقائد کا تذکرہ اُس کے ساتھ ہی مسائل کی توضیح مبسوط کتاب ہے چند بار طبع ہو چکی ہے حال میں میرٹھ میں طبع ہوئی ہے۔

فوز المومنین بحث شفاعت میں مکمل تحریر زبان اُردو۔

اکمال فی بحث شد الرحال۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ شد رحال زیارت اماکن مقدسہ کے لئے منع نہیں ہے اور حدیث ممانعت کا مطلب کتب شرح حدیث سے بتایا گیا ہے۔

فصل الخطاب۔ زبان اُردو رد فرقہ وہابیہ میں۔

تلخیص الحق۔ زبان اُردو جواب رسالہ مولوی حیدر علی ٹونکی وہابی کا جو اُنھوں نے فصل الخطاب کے جواب میں لکھا تھا۔

تبکیت النجدی - انھیں مولوی حیدر علی صاحب نے ایک رسالہ
کلام الفاضل الکبیر در بارہ امکان نظیر لکھا یہ اس کا زبان فارسی میں ہے
مباحث عقلیہ و نقلیہ کلامیہ و فلسفیہ کو حد کمال تک پہونچایا ہے۔
حرز معظّم - یہ اردو زبان میں مختصر رسالہ آثار منیفہ و تبرکات شریفہ کے
متعلق ہے۔

نقل فتوے

حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک
فتوے ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار خاتم السلاطین ہند
حضرت ظل سبحانی سلالہ دودمان تیموریہ خلاصہ خاندان مغلیہ سلطان ابن السلطان خاقان ابن
خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی جنت آشیانی نے دہلی
سے بہ کمال حسن عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا - یہ استفتا بارگاہ
سلطانی سے نواب معلی القاب علاء الدولہ یمین الملک سید محی الدین
خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم الدولہ امین الملک
محمد منیر خان بہادر بدایوں لیکر آئے حضرت اقدس کی خدمت میں شاہانہ اداب
کے ساتھ خریطہ سلطانی پیش کیا آپ نے شاہی مہمان کو درویشانہ میزبانی
کے ساتھ ٹہرایا - اور فوراً جواب استفتا مرتب فرمایا - دہلی کے تمام اکابر
علمائے اعلام نے تصحیح و تصدیق کی مہریں کردیں فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ
ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۱ھ ہجری میں دار الخلافت شاہجہان آباد محلہ زینت باڑی
مطبع مفید الخلائق میں مطبوع ہوا چونکہ یہ استفتا مسلمانان ہند کے اخیر تاجدار
کے حسن عقیدت کی یادگار ہے اور آجکل کے بعض مسائل متنازعہ کا
فیصلہ - اس لئے اصل استفتا، معہ جواب کا حرف بحرف نقل کر دینا اچھا
معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین درحق شخصے کہ میگوید نمودن محفل مولود شریف بہ تعیین یوم گناہ کبیرہ و قیام نمودن در محفل مولود شریف شرک و فاتحہ نمودن بر طعام و شیرینی حرام است و استعانت خواستن از اولیاء اللہ شرک و هیچ آیت بطریق ختم بدستور مستمرہ قدیم بدعت سیئہ است و معجزہ قدم مبارک حضرت نبوی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حق نیست۔ و میگوید معائنہ تعزیہ بالقصد یا بلاقصد کفر است و از دیدن هولی و سیر دسہرہ گو بلاقصد باشد کافر میگردد و بر زن آں طلاق عاید میگردد۔ و خطہ کعبہ شریفہ و مدینہ منورہ را بزرگی نیست ازیں جہت کہ دراں سرزمین ظلم میشود و شنیدہ می آید ساکنان آنجا ظالم اند کہ در مدینہ منورہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند و در مکہ معظمہ عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالے عنہ را قتل کردند و حضرت امام حسین را از مکہ بدر کردند و الحال علمائے دین محمدی را کہ فی التحقیق مہاجرین بودند از مکہ اخراج و بدر کردہ بسمت ہندوستان روانہ کردند حالانکہ قاتلان حضرت عثمان و کشندگان ابن زبیر و برارندگان حضرت امام خود را مسلمان میدانستند چنانچہ ساکنان حال کہ اول از قوم عرب و سکنائے قدیم زیادہ از آبادی سرغانہ بہمہ جہت نخواہد بود الا ہمہ سیدگان از عجم و ہندو و غیرہ اند خود را مسلمان میدانند پس دریں صورت اقتدا در نماز عقب آں شخص جائز است یا نہ و بیعت کردن بر دست او مسلمین را درست است یا نہ و در شرع شریف برائے آں چہ حکم است و بر توابعین آں چہ حکم است فقط بینوا توجروا نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دین پناہ وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ۔

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی
ابو ظفر سراج الدین

الجواب

اول دریافت کردن این امر ضروری است کہ علمائے دین و مفتیان شرع

ہر یک امر از امور مندرجہ ایں مقولات چہ فرمودہ اند تا ادراک حکم شرعی در حق قائل
آسان گردد حال امر اوّل یعنی نمودن محفل مولود شریف بہ تعین یوم این است
کہ قسطلانی در مواہب لدنیہ نوشتہ گفت ابن جوزی کہ ہرگاہ ابولہب کافرے
کہ در ذم آں قرآن نازل گردید بسبب خوشی کردنش بہ شب مولود نبی صلی اللہ
علیہ وسلم در عذاب تخفیف یافت پس چہ باشد حال مسلم موحد از امت آں
حضرت صلعم کہ خوشی کند بمولد او و خرچ کند در محبت او۔ آنچہ بہم رسد قسم
میخورم کہ نخواہد بود جزاے او از خداے کریم مگر اینکہ داخل خواہد فرمود
او را از فضل عمیم بجنّات نعیم و اہل اسلام ہمیشہ محفل میکنند در شہر مولد و ولیمہ ہا
میسازند و در شب ہاے آں تصدق میکنند بانواع صدقات و اظہار سرور
مینمایند و در نیکی ہا زیادت میسازند و بخواندن مولد کریم اہتمام مینمایند و از برکات
او ہر گونہ فضل عظیم بر او شان ظاہر میشود و تجربہ کردہ شد از خواص او
کہ امانست در آں سال و نوید است بعجلت حصول مطلوب اللہ تعالے
رحمت کند بر کسے کہ شبہاے مولد مبارک را عید سازد تا کہ صدمہ سخت رسد
بر کسیکہ در دل او انکار و عناد باشد تا اینجا از مواہب لدنیہ ترجمہ نمودہ
شد محمد بن علی الدمشقی در سبل الہدایہ والرشاد از حافظ ابوالخیر سخاوی
نقل کردہ کہ عمل مولد شریف بعد قرون ثلاثہ پیدا گردیدہ زاں بعد اہل اسلام
در سائر اطراف و شہر ہاے کلاں ہمیشہ در شہر مولد مجالس مکلفہ و صدقات۔
و اظہار سرور و زیادت و نیکی با و اہتمام بخواندن مولد کریم کردہ می آیند
و از برکات او بر او شان فضل عظیم ظاہر میشود۔ از ابن جزری نقل نمودہ کہ
امانست در آں سال و نوید است بعجلت حصول مراد و از ابن کثیر نقل نمودہ کہ
صاحب اربل در ربیع الاوّل محفل مولد بکمال تکلف می نمود و ابن دحیہ
براے وے مولد تصنیف کردہ امامان بریں عمل تعریف کردند کہ از
او شان حافظ ابو شامہ استاذ نووی است ابن جوزی گفت نیست

درآں مگر رغم شیطان و مضبوطی ایمان علامہ ابن طغربل گفت محبان نبی
صلی اللہ علیہ وسلم در خوشی مولد ولیمہ ہا ساختہ اند در قاہرہ از و شان ست ابن
فضل استاد استاد ما ابو عبداللہ النعمان و قبل از وجمال الدین عجمی و یوسف
بن علی شامی و منصور لنشار و ابو موسی الزرہونی و صاحب سبل الہدی واقعات این
اکابر و جوش گہ و بدن نبی صلی اللہ علیہ وسلم و تاکید براں در منامات بیان
نمودہ گفت کہ امام ابن بطاح در فتوے نوشتہ کہ درین شب جمع کردن مردمان
و خورانیدن آنچہ جائز است خوردن آں و شنوانیدن آنچہ جائز ست شنیدن
آں و دادن بخوانندہ در خوشی مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ جائز است
و کنندہ آں ثواب بر قصد نیک و خاص نسبت بفقرا مگر در فقرا ثواب زیادہ
است امام مخلص در کتابے گفت سبب نجات و کمی عذاب است امام علامہ
ظہیر الدین گفت کہ بدعت حسنہ ست خالی از رقص وغیرہ ذمائم شیخ نصیر الدین
گفت حسن است باعث ثواب خالی از ممنوعات۔ امام ابوشامہ گفت کہ جواز
فعل بدعت حسنہ و استحباب بداں و امید ثواب بحسن نیت متفق علیہا است
و از احسن بدعاست آنچہ در روز موافق یوم مولد میکنند از صدقات و اظہار
زینت و سرور کہ با احسان فقرا اشعار ست محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
و تعظیم و اجلال وے در دل فاعل و شکر خدا و اوّل در موصل شیخ عمر این
عمل نمود و اقتدا کرد با و صاحب اربل وغیرہ۔ امام صدر الدین گفت
کہ بقصد اظہار سرور بمولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب دادہ میشود حافظ ابن
حجر عسقلانی گفت کہ بدعت حسنہ ست و اصل آں از حدیث صحیح بخاری و
صحیح مسلم ثابت کہ یہود در مدینہ روز دہم محرم روزہ میداشتند آنحضرت استفسار
فرمود گفتند کہ درین روز اللہ تعالےٰ فرعون را غرق نمود و موسیٰ را نجات
داد آنحضرت فرمودند کہ من بموسیٰ احق ام از شما پس امر روزہ داشتند و حکم روزہ
آں روز فرمودند بنابرایں سزاوار است کہ روز معین مولد قصد کردہ شود۔

از حافظ ابن حجر مکی و حافظ دمشقی استنباطها و بقصه تخفیف عذاب ابولهب شب
دوشنبه نقل نموده گفت که شیخ جلال الدین سیوطی در فتاوی گفته که بدعت حسنه
است باعث ثواب واجب الی دیگر سوائے آنچه حافظ ذکر کرد بر من ظاهر شده
آں عقیقه فرمودن آنحضرت از نفس خود بعد نبوت و در شرح سنن ابن ماجه
گفته که بدعت حسنه مندوبه است اگر خالی از منکرات شرعیه باشد و چند
شعر ذکر نموده یکے ازاں این است ؎

یا مولداً فاق الموالد کلها

شرفاً و ساد بسید الاسیاد

وذکر کرد کلام شیخ جلال الدین سیوطی بر فاکهانی و در آنست که احداث
کرد او را ملک عالم و قصد کرد با و تقرب بخدا و حاضر شدند او جماعته که ازاں
علما و صلحا اند بی نکیرا از ایشاں و پسند کرد آنرا ابن وحیه ایں گروه علماء متدین آنرا
پسند کردند و برقرار داشتند و انکار نمودند ایں است که مختصراً از سبل الهدا
التقاط نموده شد و همه آنچه دراں مذکوراست قطره ایست از بحر نسبت بانچه دیگر
اکابر ذکر نموده اند فاما قدرے که ذکر کردیم کافیست برائے اثبات اینکه جمع کثیر
و جم غفیر از ائمه دین و اهل حل و عقد امور مسلمین اتفاق دارند بر استحباب و تحسین ایں
فعل و اقرار بر عمل آں پس قول باطل قائل که گناه کبیره است محض از جهالت و
بطالت و شذوذ از سواد اعظم و مخالف جماعت است عالمے را از عوام و خواص
امت محمدیه بسبب استحسان و استحباب آں فاسق و کافر گردانیدن است اگر بهره
از علم دین میداشت لابد او را از کدام عدل و ثقه بر میداشت و همت بر تحقیق
عدالت تمام وسائط تا منتهی بر میگماشت حالا سند کدام یک حدیث از صحاح
وغیرها پیش نماید که دراں مرتکب آں گناه کبیره و مستحسن آں نباشد و نیست بفضل الله
تعالے اگر دعوے داشته باشد پیش آرد و همیں میداں همیں گوئے بر سر شاخ
نشسته بن را بریدن کار عقل نیست و حال امر دویم یعنی قیام نمودن در محفل مولد شریف

اینکه امام برزنجی در عقد الجوہر نوشتہ کہ استحسان نمودہ اند امامان صاحب الروایتہ والرویتہ قیام را وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم مولانا حسن دمیاطی مدرس مسجد الحرام در فتوے نوشتہ کہ امت محمدیہ اہلسنت وجماعت مجتمع شدہ اند بر استحسان قیام مذکور و رسول اللہ صلعم فرمودہ است کہ امت من بر گمراہی مجتمع نخواہد شد علامہ مدابنی گفت کہ عادت جاری کردیدہ بقیام وقت ذکر ولادت و این بدعت مستحبہ است کہ اظہار فرح و سرور و تعظیم است دراں الی آخر الفتوے و بمہر و دستخط مقتدیان ہر چہار مذہب مزین است ہمہ باحکم حسن آن و نقل استحسان از علمائے کثیر پیشوایان دین و اسلام کردہ اند و مولانا عبداللہ سراج علیہ الرحمۃ نوشتہ کہ قیام وقت ذکر ولادت توارث آئمہ اعلام است و امامان و حکام آنرا برقرار داشتند نے تکیر منکرے ورد رادے لہذا مستحسن است عبداللہ بن مسعود رض گفتہ چیزیرا کہ مسلمانان نیک دانستند پس آنچیز نزدیک خدا نیک است و صاحب سیرۃ شامی کہ بدعت گفتہ صاحب حلبی تشریح کردہ داد کہ بدعت حسنہ است چہ ہر بدعت مذموم نیست و بعد تحقیق بدعت محمودہ نوشتہ کہ تحقیق یافتہ شد قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم امت پیشوائے امامان در دین و تقوی امام تقی الدین سبکی و متابعت کردند او را بریں فعل مشائخ اسلام زمانہ او و بعد بیان مکاتیب نوشتہ کہ ایں کفایت میکند در اقتدا پس قول باطل قائل کہ شرک است غیر از جنون چہ توان گفت شرک در شرع موافق مذہب اہل سنت و جماعت عبارت است از اثبات شریک در الوہیت چنانچہ در شرح عقائد نسفی وغیرہ مذکور است قیام وقعود را ازاں چہ علاقہ قیام کہ اختصاص بعبادت ندارد برخلاف سجود و ایں امر در تفسیر عزیزی مصرح است در ذیل آیہ کریمہ والرکع السجود و حال سجدہ با اختصاص اینکہ بہ نیت عبادت شرک است بہ نیت تحیت کہ شرک نیست در شرایع سابقہ جائز بود درین شریعت حرام گردیدہ مذہب صحیح ہمین است

و این امر ہم در تفسیر عزیزی مصرح است از ہمہ این و آن در گذشتیم و برائے تبکیت
و اسکات مدعیین بر حوالہ مائة المسائل بسند کردیم کہ تفرقہ سجدہ عبادت
و سجدہ تحیت در انجا ہم مسلم است پس ہرگاہ کہ حال سجدہ چنین باشد شرک بودن
قیام در محفل غیر از اختراع دین جدید چہ تصور توان کرد۔

و حال امر سوم و پنجم اینکہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب در فتوے معروفہ می نویسند
رفتن بعد سال یک روز معین کردہ سہ صورت دارد اول آنکہ یک روز معین نمودہ
یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفا
بروند اینقدر از روئے روایت ثابت است در تفسیر در منثور نقل نمودہ کہ
ہر سال آنحضرت صلعم بر مقابر میرفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور میخواندند اینقدر
ثابت شدہ است و مستحب دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم
کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم در میان حاضران نمایند این
قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا صلعم و خلفا راشدین نبود اگر کسی اینطور بکند باک
نیست زیراکہ درین قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل میشود و
در جواب علی محمد خانصاحب مرحوم رئیس مراد آباد ارقام فرمودند کہ در تمام
سال دو مجلس در خانۂ فقیر منعقد میشود مجلس ذکر وفات شریف و مجلس ذکر شہادت
حسنین کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش قریب چہار یا پانصد کس بلکہ
گاہے قریب یکہزار کس فراہم می آیند و درود میخوانند بعد ازاں کہ فقیر می آید
می نشیند ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در میان می آید
و آنچہ در احادیث اخبار شہادت این بزرگان و تفصیل بعض حالات و بد مآلی قاتلان
اشقیاں وارد شدہ نیز مذکور میشود الی آخر ما قال بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت
خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر این چیزہا نزد فقیر بہمین وضع کہ مذکور شد
جائز نمی بود اقدام بر اں اصلا نمی کرد و بعد ازاں آنچیزہا مشروع است حاجت
بیان ندارد تمام شد ملخصاً و در جواب مولوی عبد الحکیم پنجابی کہ طعن نمودن

عرس بزرگان نمودہ می نویسند این طعن مبنی است بر جہل یا حوال مطعون علیہ
زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمیدانند نے زیارت و تبرک
بقبور صالحین و امداد ایشان بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعاء خیر و تقسیم
طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز برائے آنست کہ
آنروز مذکر انتقال ایشان می باشد از دار العمل بدار الثواب و در آخر حدیث زیارت
فرمودن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہداء را بر سر ہر سال روایت نمودہ
و در روایتے دیگر کہ چہار خلیفہ ہمچنان میکردند مولوی رفیع الدین صاحب در
استفتائے مشہورہ ربعہ ثابت کردن صحت عرس از دلیل صوم اثنین بہ بلال رض از جہت
ولادت و ہجرت و انزال وحی و اخبار فوت آنحضرت صلعم دران روز و
رفع انتظار مردگان کہ درین روز مہیا شد و دریافت شدن اجتماع ارواح
درویشان در ہمچنین روز در عالم برزخ بمعاملات مکاشفہ می نویسند پس
امداد یدعا و ختم و طعام بدعتے مباح است و صریح ندارد و شاہ ولی اللہ صاحب
در ہمعات می نویسند ازینجا است حفظ اعراس مشایخ و مواظبت زیارت
قبور ایشان والتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشان و اعتنائے
تمام کردن بتعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشان و در انفاس العارفین در مقامات
والد خود می نویسند می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ چیزے
فتوح نشد کہ برائے نیاز آنحضرت طعامے پختہ شود قدرے نخود بریان و قند سیاہ
نیاز کردم شب در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت صلعم عرضہ میدارند
و در آنمیان آن نخود و قند نیز معروض داشتند بنہایت ابتہاج و بشاشت اقبال
فرمودند و آنرا طلبیدند و چیزے ازان تناول فرمودند و باقی در اصحاب قسمت
کردند فقط

ہرگاہ کہ از کلام این اکابر آنچہ ذکر کردیم ظاہر گردید پس باطل شد قول
قائل جاہل کہ حرام است و بدعت سیئہ و سند علوم دین اکثر اہل زمانہ

دریں بلاد شتہی است باین بزرگواران و نسبت نمودن استحلال حرام باین کرام
سلسلہ دین خود بہم کردہ نسبت۔

وحال امر چہارم اینکہ در تفسیر عزیزی متعلق آیہ اماتہ فاقبرہ موجود کہ
بنا بر اینست کہ از اولیا مدفونین و دیگر مومنین انتفاع و استفادہ جاریست
و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور و در تفسیر سورۂ انشقت نوشتہ اند
بعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ
اند دریں حالت تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت
مدارک انہا مانع توجہ باین سمت نمیگردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی
از انہا می نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می
طلبند و می یابند و زبان حال انہا در انوقت ہم مترنم باین مقالات است ع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

در رد بر وہابیہ دریں مسئلہ مولوی محمد موسی صاحب خلف الصدق مولوی
رفیع الدین صاحب در رسالہ حجۃ العمل از شاہ عبدالعزیز صاحب نقل کردہ اند
درینجا سخنے است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجہیکہ او را خالق عون
و مستقل در تصرف داند حرام است و اگر او را مظہر عون الہی دانستہ استعانت
نماید جائز است و این نوع استعانت از صحابہ تا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
و مولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیرہ بخوبی ثابت گردیدہ است
پس مقصود قائل اگر معنی اول است دراں کلام نیست و نہ کسے مدعی آں و
اگر معنی دویم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج او از اہل حق و دخول
در مذہب نجدیہ کہ کافہ علمائے عرب و عجم خصوص در این مسئلہ ضلال او با دلہ
قطعیہ ثابت کردہ اند وحال امر ششم اینکہ در مواہب لدنیہ نوشتہ از خصایص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است کہ ہرگاہ مشی میفرمودند بر سنگ سہرود قدم
آنحضرت دراں اثر میفرمود چنانچہ مشہور است قدیماً و حدیثاً و ذکر کردہ این معجزہ را

محمد ہادی در کتاب المعجزات دیگرے در خمیس ناقلاً عن فخر الرازی و جلال الدین سیوطی در انموذج و رزین صاحب صحاح در خصائص و حلبی در انسان العیون باستشہاد و از امام سبکی و حافظ ذہبی و تلمسانی در فتح المتعال باستشہاد و از حافظ متولی و ابن سبع و نیشاپوری و شیخ عبد الحق در مدارج و بوصیری در ہمزیہ و غیرہم فی غیرہا ارے در کتب ستہ مروی نیست و از مذکور نبودنش دراں و در دیگر کتب مخصوصہ و عدم اطلاع معدودے بر اصل آں باشند آں حکم نفی قطعیہ رہست نمی آید خصوصاً دراں حال کہ جماعتے از ائمہ بوصف شہرت ذکر کردہ و تلقی بقبول نمودہ بر منکر نکیر ساختہ باشند و غایت سعی اصل منکر الاعجاز اول بر اینکہ در مواہب لدنیہ و غیرہ کتب سیر ثابت نشدہ است بنا بر آں صاحب سیرۃ شامی نوشتہ کہ وجود ایں در کتب حدیث و تواریخ اصلا نیست فقط و محمد یان با لیقان ہرگاہ کہ از نفس مواہب لدنیہ و دیگر کتب معتبرہ ثابت کردند مادہ انکار از بیخ برکندہ گردید و نیافتن صاحب سیرۃ شامی آنرا در کتب حدیث و تاریخ متلاشی گردیدہ دریافتن جناب جلال الدین سیوطی او سنادِ او در خصائص و رزین صاحب صحاح و ذکر نمودن او در انموذج و تعریض نمودن حلبی و تلمسانی براں و ثابت نمودن آں از مستنداں - دویم اینکہ قاضی بیضاوی صاحب تفسیر کبیر و نیشاپوری و مدارک و حسینی و جواہر و غیرہ نوشتہ اند کہ اثر قدم ابراہیم علیہ السلام بر سنگ و غوص آں دراں و بقاے اثر آں تا زمان دراز خاصہ ابراہیم علیہ السلام است فقط قطع نظر از اتہام تام بیضاوی و حسینی و جواہر میگویم کہ از سوق کلام منکر اعجاز ظاہر کہ انکارش خاص بایں خصیصہ نیست بلکہ از اصل کلی فضل محمدی یعنی ما خص نبی بشئی الا و کان سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ کہ باب جامع معجزات کثیرہ است انکار دارد در فصل ثانی از مقصد رابع از مواہب لدنیہ ایں اصل موجود و تمام فصل گویا کہ بیان فروع ایں اصل است - از انجملہ است واما ما اعطیہ سلیمان علیہ السلام من کلام الطیر و تسخیر الشیاطین

والریح والملک الذی لم یعطه احد من بعده فقد اعطی سیدنا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم مثل ذلک وزیادہ خاصہ ابراہیم علیہ السلام بودن منافی وجود
مثل آن نسبت دیگری خصیصہ او انجماع خصایص جمیع انبیا است بلکہ مقتضا
آنست بہ بیند کہ صاحب مواہب لدنیہ وجود اثر قدم ابراہیم علیہ السلام
را و تائید و تقویت غوص قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در سنگ
آوردہ است و در آخر نوشتہ ما خص نبی بشیٔ من المعجزات والکرامات الا ونبینا
صلی اللہ علیہ وسلم اعطی مثلہ کما نصوا علیہ منکر الاعجاز کہ مدار انکار بر بودن لفظ خاصہ
در کلام مفسرین کہ امام ہمہ امام رازی است نہادہ صاحب خمیس از ہمان
امام ہمام در معجزات ختم المرسلین نقل نمودہ حال امر ہفتم و ہشتم اینکہ ایمان و کفر
در مذاہب اہل سنت و جماعت عبارت است از تصدیق و تکذیب کار دل است
و اقرار بزبان رکن زائد است یا شرط اجراے حکم در دنیا و خوارج میگویند کہ
ایمان عبارت است از تصدیق مع الطاعت و لہذا ہر گناہ میگویند کہ ہر
معصیت شرک است از غایت شہرت حاجت استناد ندارد و قائل
کہ بر فصل ہشتم کفر را مرتب ساخت غافل از آن کہ قصد کہ کار دل است
ہمراہ آن باشد یا نہ خروج صریح است از دائرہ اہلسنت و جماعت
واشد وجوہ خبث تعزیہ غیر فرض این امر نیست کہ قومی اورا عبادت
میکنند برین تقدیر ہم از معاینہ اش حکم کفر چنانکہ قائل میگویند
باطل چہ لازم می آید کہ معاینہ شمس و قمر و گنگ و جمن ہم کفر باشد و نوشیدن
آب آن کہ بکدام مرتبہ باشد و از زمان بعثت تا فتح مکہ معظمہ چہ قبل
ہجرت چہ بعد از آن و در عمرہ آنحضرت صلعم و آمدن صحابہ درین زمان براے
حج و روز فتح مکہ دیدن آنحضرت و تمام صحابہ معبودان باطلہ را ظاہر و
باہر است و بعد فرضیت حج قبل فتح کہ صحابہ براے حج می آمدند
بسبب بودن اساف و نائلہ کہ نام بتان است

بر کوه صفا و مروه از سعی دران مقام تامل کردند آیه کریمه فلا جناح علیه ان
یطوف بهما نازل گردید در کتب فقه رفتن در اعیاد مشرکین بقصد تعظیم و موافقت
در افعال ایشان کفر نوشته اند در طحطاوی نوشته و یکفر باتیانه عید المشرکین تعظیما
و در عالمگیری نوشته و بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذلک
الیوم و بشرائه یوم النیروز شیئا لم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل و الشرب
و باهدائه ذلک الیوم للمشرکین و لو بیضة تعظیما لذلک لا باجابته دعوة مجوسی
حلق راس ولده همچنان در دیگر کتب فقهیه در بلاد شام مرسوم بود که مسافران
در معابد کفار اقامت میجستند چنانچه تا حال در بلاد جنوبیه هند مروج است حضرت
عمر رضی الله عنه که از کفار ذمیین انجا عهدنامه گرفتند دران نویسانیده اند
که مسافران مسلمانان را از اقامت در معابد خود منع نسازند این روایت
در طحطاوی وغیره کتب معتبره موجود در فتاوے عالمگیری نوشته که
مسلمان را مزدوری مجوسی برائے روشن کردن آتش او لا باس به است
کذا فی الخلاصه و در نوادر هشام از محمد رح مرویست که اجاره ساختن تصاویر و
تماثیل در خانه اگر اصباغ از مستاجر است پس اجر نیست برائے او کذا فی السراجیه
مزدوری مسلم ذمی را برائے بنائے بیعه و کنیسه جائز است و حلال است برائے او
اجره کذا فی المحیط و در صحیح بخاری است باب الاسواق التی کانت فی الجاهلیة فتبایع
بها الناس فی الاسلام یعنی این باب در بیان بازارهائیست که در جاهلیت بودند
پس بیع و شرا کردند مردم دران در اسلام در فتح الباری نوشته مقصد این ترجمه
انست که مواقع معاصی و افعال جاهلیه منع نمی کنند از فعل طاعت دران
و حدیثی که در این باب مذکور است اینکه ابن عباس گفت عکاظ و مجنه
و ذو المجاز بازارها بودند در جاهلیت پس هرگاه که اسلام آمد مردمان گناه پنداشتند
تجارت را دران پس الله تعالے نازل فرمود که نیست بر شما گناه در موسم
حج و در عینی تشریف بردن آنحضرت صلی الله علیه وسلم هم در این بازارها

و خرید نمودن پارچه مرقوم است در صحیح بخاری است که آنحضرت صلعم سال فتح در مکه
میفرمود که خدا و رسول حرام کرد بیع خمر و میته و خنزیر و اصنام را ابن حجر در فتح الباری
نوشته که علت منع بیع اصنام عدم منفعت مباحه است برین تقدیر اگر انچنان
باشد که اگر شکسته شوند که صاحب آن بآن منتفع شود بیع آن اصنام جائز است
نزد بعضے از علماے شافعیه و غیر ایشان و اکثر بر منع هستند برائے حمل نهی
بر ظاهر آن و ظاهر انست که نهی از بیع اصنام برائے مبالغه است در تنفیر ازان
و در همان حکم است صلیب که نصاری می تعظیمش میکنند و حرام است ساختن
جمیع این همه انتهی ببینند که ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی الاختلاف
و مزدوری ساختن بتخانه و برافروختن نار معبود مجوس جائز و دیدن تعزیه بالقصد
یا بلاقصد کفر پس در مخالفت این قائل بشریعت محمدیه شکے نیست۔
و حال امر نهم اینکه انکار بزرگی خطه کعبه شریفه و مدینه منوره صرف استخفاف
مکه معظمه و مدینه منوره نیست انکار و استخفاف قرآن و حدیث و مخاصمه با خدا و
رسول هم هست قرآن و حدیث مالامال اند از بزرگی آن دو مکان متبرک
جعلنا البيت مثابة للناس وامنا وهذا البلد الامين - بواد غير ذي
کردانیدیم بیت الله را مرجع برائے مردم و جائے امن قسم میخورم این شهر امین تنها را۔ در میدان که زراعت
زرع عند بيتك المحرم - ان اول بيت وضع للناس للذي ببكة
ندارد نزد خانه تو که بزرگ است - تحقیق اول خانه که تیار ساخته برائے مردم در شهر مکه است
مباركا وهدى للعالمين - فيه ايٰت بيٰنت مقام ابراهيم ومن دخله
برکت داده شده و هدایت برائے جهانیان۔ در ان نشانیهاے۔ روشن اند یک ازینها نقش قدم مبارک ابراهیم است
كان امنا ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا
و هر کسیکه در آمد در ان باشد در امن و برائے خدا بر مردم حج خانه خدا است هر کسیکه طاقت رفتن دارد بسوی او
ومن كفر فان الله غني عن العالمين - ومن يعظم شعائر الله فانها
و کسیکه انکار کرد از فرضیت حج پس تحقیق خدا تعالی بے نیاز است از جهان و کسیکه تعظیم کند نشانها خدا را پس تحقیق تعظیم آن

من تقوى القلوب - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اطيبك

از پرہیزگاری دلہا است - فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چہ عجب خوش

من بلد و احبك الى ولولا ان قومي اخرجوني منك ما سكنت غيرك

شہرے و چہ عجب دوست و نشستہ شدے تو بسوئے من و اگر قوم من اخراج نمیکرد و نبودم از تو سکونت نمیکردم دیگر

وقال والله انك خير ارض الله ولولا اني اخرجت منك ما خرجت - وقال

و فرمود قسم بخدا بتحقیق تو بہترین زمین خدائے دوست ترین زمین و اگر من بیرون کردہ نمیشدم از تو بیرون نمیشدم - و فرمود

رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال هذه الامة بخير ما عظموا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ باشد این امت ببرکت تا وقتیکہ تعظیم کنند

هذه الحرمة حق تعظيمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا - وقال رسول الله

این حرم را حق تعظیم پس وقتیکہ ضایع خواہند ساخت تعظیم را ہلاک خواہند - فرمود

صلى الله عليه وسلم - المدينة خير لهم لو كانوا يعلمون لا يدعها

مدینہ بہتر است برائے مردم کاشکے میدانستند بزرگی آن نمیگذارند

رغبة الا ابدل الله فيها من هو خير منه ولا يثبت احد على

از روئے اعراض مگر بدل خواہد کرد خدائے تعالی دران آنکس کہ بہتر باشد از وی و نمی ماند

لأوائها وجهدها الا كنت شفيعا له يوم القيمة وقال ان

کسے بر شدت و تکلیف آن مگر باشم برائے او در روز قیامت - تحقیق

ابراهيم حرم مكة فجعلها حراما واني حرمت المدينة ما بين مازميها

ابراہیم علیہ السلام حرام کرد مکہ را و من حرام کردم مدینہ را در میان دو طرف او

ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا يخبط فيها شجرة الا لعلف وقال امرت بقرية

و آنکہ ریختہ نشود دران سلاح برائے جنگ و افشاندہ نشود دران درخت مگر برائے علف فرمود امر کردہ شدم بقریہ

تأكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة تنفي الناس كما ينفي الكير خبث الحديد وقال لا تقوم الساعة

کہ بخورد قریہا را کہ مردم آن را یثرب میگویند و آن مدینہ است و دور میکند مردم را چنانچہ دور میکند آتش چرک آہن را - قائم نشود

حتى تنفي المدينة شرارها كما ينفي الكير خبث الحديد وقال لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح في الماء - وقال من

قیامت تا کہ دور بکند مدینہ بدترین مردم خود را چنانکہ دور میکند آتش چرک آہن را - فریب ندہد اہل مدینہ را کسے مگر گداختہ خواہد شد چنانکہ گداختہ

یموت فی المدینة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها وعن ابی ہریرة

بمیرد در مدینہ پس بمیرد در آن پس من شفاعت خواہم کرد برائے کسیکہ بمیرد دران

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز الی المدینة

بدرستیکہ ایمان جاے گیرد بسوے مدینہ

کما تارز الحیة الی جحرها متفق علیہ قال عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

چنانکہ جاے میگیرد مار بسوے سوراخ خود

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو بوادی العقیق یقول

شنیدم رسول خدا صلعم وحضرت در میدان عقیق بودند

اتانی اللیلة آت من ربی فقال صل فی هذا الوادی المبارک وقل

کہ قریب مدینہ است آمد امشب آئندہ از رب من پس گفت نماز کن درین میدان

عمرة فی حجة - ایں ہمہ احادیث در مشکوۃ شریف مروی اند وآنچہ معاند خدا و

بابرکت وبگو عمرہ درحج | رسول در دلیل آوردہ کہ دراں سرزمین ظلم میشود علی فرض المحال

دلیل نفی بزرگی شدن نمیتواند چہ ظلمیکہ از سکنہ مکہ معظمہ در عہد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم بوقوع آمدہ از ابتداے وجود آدم تا آیندم از ہیچکس بوقوع نیامدہ

باشد چنانچہ ایں مطلب در تفسیر عزیزی متعلق لا اقسم بهذا البلد وانت حل

بهذا البلد مصرح است ہاں ہم بقعہ خانہ کعبہ از بزرگی معزول گشت

چنانچہ در تفسیر عزیزی در ذیل آیہ کریمہ ان الصفا والمروة من شعائر اللہ مذکور است

چنانچہ خانہ کعبہ بسبب آنکہ چند روز در غلبہ کفار بیت الاصنام وبتخانہ گردیدہ از

قبلہ ومطاف بودن اہل زمان معزول وساقط نگشت لان ما بالذات لا یزول

بما بالغیر ہمچنان ایں دو کوہ با صفا بسبب آنکہ جاہلان مکہ اساف ونائلہ را

بر آنہا نہادہ پرستش میکردند از شعائر اللہ بودن معزول وساقط نگشتند بلکہ ایں

معنی بمنزلہ جوہر ذاتی آنہاست کہ لا یزول بالغیر قولہ در مدینہ منورہ الخ

ایں جاہل بدیں خباثت آگین ملوائیان مصر وعراق را سکنہ مدینہ منورہ قرار دادہ

تمید اند کہ سکنہ مدینہ مہاجر و انصار بودند در نسبت قتل حضرت عثمان باوشان
بر رافضیان ترقی نمودہ در تحفہ اثنا عشریہ طعن دہم از مطاعن حضرت عثمان
چناں منقول است کہ صحابہ ہمہ بقتل او راضی بودند و در جواب نوشتہ اند این ہمہ
کذب صریح و بہتان ظاہر است کہ بر صبیان ہم پوشیدہ نیست الی آخر التفصیل
و ساکنان مکہ در عقد بیعت عبد اللہ بن زبیر بودند و قتل ایشاں بر دست حجاج
ثقفی شقی رئیس لشکر شام بود و حضرت امام حسین بطلب و استدعائے اہل
کوفہ بر وفق اقرار ز آنسو شدند و اہل مکہ در ان وقت مشورہ و بمصلحت منع نمودند
ہر خاص و عام این وقایع را میداند مگر این کور دل کہ باطنی و ظاہری را است امت
نفی بزرگی حرمین محترمین برین وقاہت آوردہ است منکرین بزرگی حرمین محترمین
و دشمنان سکنہ بلدین مکرمین و کذابان جاہل و مفتریان باطل و مبتدعان محرفان
دین و مکفرین سواد اعظم مسلمین و مخترعان مذہب خبیث مخالف قرآن و حدیث حاشا
کہ از علمائے دین محمدی باشند و دشمنان دین محمدی و اعدی اعادی شرع احمدی
ہستند سبحان اللہ کفار کہ آنحضرت صلعم را از مکہ اخراج نمودند در بزرگی مکہ حرجی
رو ندادند بلکہ در ہماں حال عمدہ ترین بزرگی کعبہ کہ قبلہ گردیدن است ظہور یافت
و نزول اکثر آیات بینات از پیش رب العالمین و ارشاد احادیث طیبات
سید المرسلین در عین ہماں از منہ در بزرگی کعبہ شریف امضا یافت و از اخراج
این مفسدین در دین و ملحدین خباثت آگین کہ ضلال ایشاں باجماع اہل حل و عقد
و کافہ آئمہ عہد و اتفاق سواد اعظم و اجتماع جماعت خیر الامم بحکم قضاۃ و مفتیان
مذاہب اربعہ بظہور رسیدہ خانہ کعبہ از بزرگی معزول گردیدہ حالا بایدوانست
کہ این قائل مخالف اہل سنت و خارج از جماعت است و داخل در زمرہ اہل
ہوا مثل خوارج و روافض و سائر اہل بدعت و اقتدا باو در نماز و بیعت کردن
بدست او مثل اقتدا در نماز و بیعت بر دست خارجی و رافضی است و توابعین ل
آں مثل توابعین رافضی و خارجی واللہ اعلم بالصواب فقط کتبہ فضل الرسول اہب اللہ علیہ قبول القبو

اصل فتویٰ پر جن علمار کرام کی مواہیر و دستخط ثبت ہیں اُن کے اسمار گرامی
بغرض آگاہی درج کئے جاتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد صدر الدین صدر الصدور دہلی
مولانا سید محمد مدرس مدرسہ عربیہ دہلی۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی۔ مولوی محمد مظہر
صاحب۔ مولوی محمد عمر صاحب۔ مولوی محمد کریم اللہ صاحب۔ مولوی فرید الدین
صاحب واعظ مسجد جامع۔ مولوی حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب۔ مولوی
حکیم محمد امام الدین خانصاحب۔ مولوی قاضی احمد الدین صاحب۔ قاضی محمد علی
صاحب۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب۔ مولوی تفضل حسین خانصاحب
نواسہ مولانا رشید الدین خانصاحب مولوی سید شبیر علی صاحب امروہوی
مولانا حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام۔ مولوی داد بخش صاحب مولوی
حسن الزماں صاحب۔ مفتی محب اللہ صاحب۔

ذکر نظم و شاعری حضرت اقدس

شاعری اظہار خیالات اور دلی جذبات کا ایک روشن آئینہ ہے ہر انسان کو فطرۃً اس کا
کچھ حصہ عطا ہوا ہے جسطرح سب کی کمالات متفاوت ہوتے ہیں یونہی اسمیں بھی تفاوت ہے طبقات الاولیا
علما میں کم کوئی صاحب تصنیف ہوئے ہوں گے جنھوں نے نظم میں اپنے خیالات کا تھوڑا
بہت اظہار نہ فرمایا ہو حضور اقدس نے بھی وقت غلبہ شوق گاہے گاہے کلام نظم ارشاد فرمایا عربی
فارسی اردو سب زبانوں میں آپ کا کلام برکت التیام موجود ہے مگر چونکہ قصد جمع کرنیکا نہ ہوا
لہذا وہ آپکے معتقدین کے پاس متفرق ہے اکثر کلام حضرت اقدس کا رنگ تصوف و نعت شریف حضور سید انام و
مدح صحابہ کرام و اہلبیت عظام و اولیائے کرام میں ہے جسکا خلاصہ ایک ایک غزل بغرض اختصار درج
ذیل ہے شاعری مجازی میں جو حقیقت آئینہ حقیقت ہے سو آپنے کبھی کبھی بہ اصرار احباب کلام فرمایا
گر وہ حکم الشاذ کالمعدوم رکھتا ہے بعض حاسدانہ طبیعت والوں نے حضرت اقدس کو اپنے گمان میں
زمرہ شاعران مجازیں شمار کرکے حضرت اقدس کے دوسرے ہنر اور کمالات عظیمہ پر پردہ ڈالنا چاہا

ہم کو اس کی شکایت نہیں چاہئے کیونکہ آفتاب کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتا حضور کے کمالات ظاہر و باطن کسی کے اظہار کے محتاج نہیں مثلاً حضرت سیدنا امام شافعی یا حضرت اقدس سرکار بغداد محبوب اعظم کی شاعری کو پیش کر کر ذریعہ فخر بتایا جائے تو یہ ایک بےمعنی بات ہوگی

شجرہ طیبہ قادریہ

در انبساط آمده بحر محیط ذات — از موج او نخست که بود اصل کائنات

اطلاق در تعین اول چو زد قدم — نور محمدی بجا رشد آمد از قدم

یکقطرہ و بحر محیطے در و نہاں — موجے و موج خیزد و عالم ازاں عیاں

گردید از تموج آں موج آشکار — انواع بحرہا کہ بروں باشد از شمار

زاں جملہ گشت بحر ولایت چو منجلی — شد مظہر کمال خفی و جلی علی

باز آمده بجوش چو آں بحر بیکراں — نہرے ز غیب سوئے شہادت شده رواں

گردید سید الشہداء و مصطفیٰ — ایں نوع کرد وصف شہادت خدا عطا

عشاق حق چو عزم سفر سوئے او کنند — در راه او بخون خود اول وضو کنند

زاں نہر یافت بحر عبادت چو انفجار — شد ذات پاک حضرت سجاد آشکار

چوں انشعاب شعبۂ توحید شد ازاں — گردید عین حضرت باقر رواں ازاں

زاں چشمہ شد چو چشمۂ صدق و صفا رواں — شد مشتہر بجعفر صادق در انس و جان

زاں چشمہ بحر حلم و تحمل چو رو نمود — فرمود ذات موسی کاظم ازاں شہود

بحر رضا چو جوش زد و فیضش عام شد — موسی رضا امام علیہ السلام شد

زاں بحر نہر معرفتے گشت چوں عیاں — معروف ساختند بمعروف در جہاں

زاں چشمہ شد چو چشمۂ اسرار آشکار — آمد بنام سری سقطی در اشتہار

جاری چو گشت سلسلہ جز رو مد رواں — شد سید الجنود جنید جنیدیاں

درجہ بدرجہ ہر تنے گشت موج زن — شبلی و عبد واحد و بوالفرج بوالحسن

وقت ظہور بحر سعادت چو در رسید
شد ذات پاک حضرتنا شیخ ابوسعید

زان بحر موج خیز عظیمے شد آشکار
در جوش آن برآمدہ یک موج بیکنار

کنہ موج اوّل آنچہ کہ تا لجہ اخیر
بوداست جمع آمد و شد پیر دستگیر

زان بعد ذات سید رزاق شد پدید
بوصالح انبے آمد و بونصر در رسید

سید علے و سید موسیٰ رہ نما
سید حسن بسید احمد گذاشت جا

زان پس بہار دین براہیم ایرچی
زان بعد ذات شیخ محمد شد جلی

قاضی جیا و بعد ازان حضرت جمال
سید محمد آمدہ احمد بصد کمال

زان بعد گشت حضرت فضل اللہ آشکار
پس یافت شاہ بوالبرکات اشتہار

من بعد شاہ آل محمد نمود رو
گردید عین حضرت حمزہ روان ازو

پس ذات پاک سیدنا آل احمد است
کز وی ظہور چشمہ عرفان انیدہ است

کز وہ صفات حق چو بذاتش ظہور تام
عین الحق از حضور خداوند یافت نام

اے شاہ عین حق تو سراپا رحمتی
آبے بر آتشم کہ تو دریاے رحمتی

این تشنہ کام بر لب دریا رسیدہ را
مستسقی و بہ پیش نظر آب دیدہ را

محروم و نا امید مگردان ز جویبار
بہ خود ببین نہ بر عمل این گناہگار

از بحر فیض ساغر آبے مکن دریغ
ور میکدہ کہ وقفی شرابے مکن دریغ

یک قطرہ ز آب نعمت آل تو ام بس است
یک جرعہ از شراب وصال تو ام بس است

یارب بحق این حضرات و طفیل شان
ما را ز ما رہا کن و بے ما بخود رسان

غزل

فتادہ در گلوے لائے علم بود اوّم و احمد
بسر تاج نبوت بکہ تا از عرصہ سرمد

چو گردانید عنان زان سو بسوے وادیٔ کثرت
وجود انبساط از بطون اندر ظہور آمد

عوالم مطلقا غیب شہادت علوی سفلی
فروغ جملہ زان شمع وجود انبساط آمد

وجود منبسط ظلی بود از اولیں خلقے
کہ در عرف شریعت نور احمد نام میدارد

بعارف نیست جا حجت شرح سر این معما را
که در هر ممکن او لمعہ زان نور می بیند

مے صاف محبت پاک از غش بیاباید
که سر این معما را از راه ذوق بگشاید

ببرس از مشرب مست سرّ باقی که در هر شئے
جز آن محبوب کل چیزے نمی بیند نمی داند

غزل

کلیم اللہ تا سینا دویدہ
حبیب اللہ باو ادنے رسیدہ

کلیم اینجا ببرق از خود رمیدہ
حبیب اللہ باللہ آرمیدہ

کلیم اینجا بسرخ پردہ کشیدہ
حبیب آنجا حجب ہا بردریدہ

کلیم از لن ترانی بر خود طپیدہ
حبیب از قدر ای شد برگزیدہ

کلیمش ذوق آوازش چشیدہ
حبیب او گل نظارہ چیدہ

کلیم اللہ کلام او شنیدہ
حبیب اللہ رخش دیدہ بدیدہ

ز دیدہ ہست فرقے تا شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

غزل

فنا چیست عکس جلال محمد
بقا چیست ظل ظلال محمد

جہان کمال از چہ گردید روشن
ز شمس کمال الکمال محمد

نباشد نباشد نباشد نباشد
شریک خدا و مثال محمد

بجز مطلع قاب قوسین ہیچے
نشد راست بر حسب حال محمد

بود شاہ شاہان دنیا و عقبے
غلام غلامان آل محمد

کرے کیا بشر اس کا شرح شمائل
کہ قرآن ہے وصف خصال محمد

کرے وصف کیا میں سراپا کا اس کے
کہ مہر نبوت ہے خال محمد

یہی ورد ہے مستنا کا دو جہاں میں
من و دست و امان آل محمد

دیگر

محبوب حق ہیں سب جو محمد کے یار ہیں
ارکان کان فضل جو ہیں اُن میں چار ہیں

ان چار میں سے فضل خدا کے کلام سے
ثابت ہوا ہے جنکا سو وہ یار غار ہیں

کیا سِرّ ہے کہ اُن کو پیمبر نے خود کہا
سِرّ خدائے پاک کے وہ رازدار ہیں

کیا مرتبہ خدا نے عنایت کیا اُنھیں
ہر حال میں جہان میں نبی پر نثار ہیں

تھے اوج عرش پہ بھی وہ مونس رسول کے
غار زمین میں وہ نہ فقط غمگسار ہیں

صدیق اُن کا نام رکھا خود رسول نے
لطف رسول حق سے عجب نامدار ہیں

قربت نبی سے تھی اُنھیں حال حیات میں
بعد از وفات بھی بہم اُن کے مزار ہیں

جنت میں بھی رفیق نبی ہیں وہ بالیقین
مخبر جو اُس کے حضرت عصمت شعار ہیں

دوزخ حرام اُن کو ہے بیشبہ سرفراز
چشم کرم سے آپ کے جو ایکبار ہیں

کیا عزت اُن کی ہوگی کہ جن پر رسول کی
پیاری نگاہیں مہر بھری بے شمار ہیں

کیا عظمت اُن کی ہوگی جو مخصوص انھیں ہیں
جن کے کہ فضل خاص ہزار و ہزار ہیں

وہ راز ہیں جو دونوں میں حرمت سے اُنکے ہم
دونوں جہان میں فضل کے امیدوار ہیں

دیگر

جو مدح حضرتِ فاروقؓ کا خیال آیا
کمال دین نبی کا سنظر جمال آیا

کمالِ قوتِ دین نبی ہوا ظاہر
نبی کے دین میں جب سے وہ باکمال آیا

طبق میں ارض ضلالت کے زلزلہ آیا
سر یر دین پہ جو وہ شاہِ باجلال آیا

حکومت اُن کی نہ مخصوص نوع انس میں تھی
کہ بر و بحر ہر اک تابع مثال آیا

کیا ہے جب سے کہ شفقت نے اُنکے جاری نیل
نہ اُن کے حکم میں ہے اب تک اختلال آیا

جو حکم اُن کا ہے زندہ تو وہ بھی زندہ ہیں
وہ واقعی ہے تو یہ کس طرح محال آیا

دعا جو مانگی محمد نے اُن کے ایمان کی
عمر کو جذب محبت سے جوش حال آیا

اثر سے نورِ محمد کے دل ہوا پر نور — کہ جس کے سامنے خورشید مثلِ خال آیا
جبیں سے اُن کے ملا نور جانِ ایمان کو — قدم سے اُن کے دلِ کفر پائمال آیا
کہاں ہو کفر کو تاب اونکی تیغِ بُراں کی — کہ ظل اُن کا ہو جب دافعِ ضلال آیا
بجز فرار مفر کیا ہو اُن سے کافر کو — کہ سایہ اُن کا ہے شیطان پر وبال آیا
عرب سے تا بہ عجم اور روم سے تا شام — سنجر اُن کے اوامر کا بال بال آیا
رہے حمایتِ دینِ نبی میں وہ مشغول — کبھی نہ خطرۂ آرامِ جان و مال آیا

دیگر

یہ ذی النورین کی مدح و ثنا ہے — کہ وہ نورِ دو چشمِ مصطفےٰ ہے
ہوا اُس سے منور خانۂ دین — سراپا نور ہے نورِ خدا ہے
عیاں ہے شکلِ نورانی سے اُس کے — کہ نورِ حق مجسّم ہو گیا ہے
ہوا تھا نور ظاہر باطن اُسکا — یہی یک نکتہ ذی النورین کا ہے
نبی کا یار بھی ہے جنبش بھی ہے — عجب تو کہ علی نورِ بینا ہے
وہ نورِ صبغۃ اللہ تھا ازل سے — اُسی پر خاتمہ اُن کا ہوا ہے
گناہوں کے ضرر سے ہیں وہ مولیٰ — کہ سامان جیشِ عسرت کا کیا ہے
طفیل اُس کے ہو میری مغفرت بھی — یہ میرا مدعا یہ التجا ہے

دیگر

سخن میں میرے نہ یہ بوجھی گلابکی ہے — گلِ بہار تو لائے بو تراب کی ہے
علی کے دفتر حسب میں جو ہیں ہشتی ہیں — نہ کچھ حساب کی حاجت نہ کچھ کتاب کی ہے
علی کا عرصہ اوصاف ہے وہ بے پایاں — کہ ایک ذرّہ خبر ردّ آفتاب کی ہے
سر رسول ہے حضرت علی کے زانو پر — نزول وحی سے کچھ حالت ایک خواب کی ہے
نمازِ عصر علی نے پڑھی نہیں کہ ہوا — غروب جیسے سدا عادت آفتاب کی ہے

نبی افاقہ میں آئے تو آفتاب پھرا
علی کے واسطے عزت یہ آنجناب کی ہے

ہوئے علی ہی جو کل مخلوقات کے فاتح
یہ فتح خیبر اثر ایک فتح باب کی ہے

کتاب حاوی شرع و طریقت اک معجزہ
سخن مدینۂ علم نبی کے باب کی ہے

کتاب خلق نبی سے جو حکمت عملی
ملا کے دیکھئے تو تلخیص اک کتاب کی ہے

سخن میں اُس کے کہ معصوم کا ہو وہ درِ علم
نہ انتقاد کی حاجت نہ انتخاب کی ہے

خم غدیر میں ہے جو مولائے علی
ہماری ہستی ہے اُسکی نہ اس شراب کی ہے

دیگر

نام حسین شافی ہر دردمند ہے
ذکر حسین کافی ہر مستمند ہے

قصر کمال آل نبی کیا بلند ہے
جس کے کمر سے عقل کی قاصر کمند ہے

عالم کو رنج رحمتِ عالم سے غم نہ ہو
منکر وہی ہے اس کا جو ناحق پسند ہے

یک نیزہ سر پہ خلق کے آیا ہے آفتاب
بالائے نیزہ یا وہ سر سربلند ہے

تن سے جدا ہے وہ سرِ سردار سروراں
ہے شغل ذکر حق وہی اور وعظ و پند ہے

جاری ہے فیض ملک شہادت ہیں آشکار
حاجت روائے دلِ ہر مستمند ہے

ظاہر ہیں معجز قدرت باطن کا وہ کمال
کچھ اسمیں سرِ حکمتِ حق چند چند ہے

سرِ طلسم حق کو سمجھتے ہیں اہلِ حق
گو عقلِ عامہ کی نظر چشم بند ہے

ہوتا ہے صبر سے جو خدا صابروں کے ساتھ
ظاہر ہیں گرچہ تلخ ہے باطن میں قند ہے

کیا عرصۂ مہیب شہادت میں شاد کام
جولانیوں پہ آلِ نبی کا سمند ہے

نورِ خدا ہے روح مصطفی ہے اُن کی ذات
صدموں سے جسکے نہ اُنھیں کچھ گزند ہے

ذکرِ زبان و لب پہ نہیں مجکو الکتف
ذکرِ حسین اور مرا بند بند ہے

دیگر

جمع شد خاطرم ای زلف پریشانی بیاب
طبع شد بی خلش ای جنبشِ مژگان دریاب

خاطر آلودہ ام از نہ خلیدن تنگ است — غمخورے نیست ترا ای خار بیابان دریاب
می کشد تنگ در آغوش مرا جمعیت — میرود تفرقہ ای فتنۂ دوران دریاب
خوف کفر است کہ بت میکشدم جانب دیر — از حریم حرم ای کعبۂ ایمان دریاب
بر دل عاشق خو کردۂ آلام و محن — شادی آوردہ ہجوم ای غم ہجران دریاب
جائے تنگ است کہ دریوزہ کنم از دگران — بندہ خاص تو ام ای شہ جیلان دریاب
اکبر مرگ دل و جان است فراموشی تو — اکبر یاد تو بود حرز دل و جان دریاب

ایک مولود شریف حضرت کا نظم فرمایا ہوا مطبوع و مقبول انام ہے۔ رنگ تصوف اور رنگ ردّ وہابیہ و رنگ عشق و محبت کا مجموعہ ہے۔ اولیاء اللہ شاعری مجاز میں بھی نیت اظہار حقیقت و معرفت رکھتے ہیں خواجہ حافظ مولانا جامی وغیرہ بلکہ حضور غوث اعظم و خواجہ اکرم اور ان سے بھی متقدمین اس بنا پر حضرت نے بھی کلام مجاز کہا ہے مگر بہت کم اب وہ بھی نہیں ملتا فن شعر میں حضرت کو کسی سے تلمذ نہیں نہ اکابر کو اس کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ زائد تکلفات شاعری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سبب سے بعض اوقات بعض محاورات اون شعرا کے خلاف تحریر فرماتے ہیں جو صرف فن شاعری کو اپنا مایۂ افتخار سمجھکر اُسمیں رات دن مشغول رہکر نام وری حاصل کرنا چاہتے ہیں جاہل و ناقص آدمی ایسے مقامات پر اعتراض کو تیار ہو جاتے ہیں مثنوی مولانا روم پر بہت کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں مگر سب لغو و مہمل قصیدہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر جہال ہمیشہ اعتراضات کرتے ہیں علما نے جوابات دئے ہیں۔

مکتوبات

مکتوب اوّل۔ عرضداشت حضور اقدس بجناب ہدایت مآب برہان الواصلین
سلطان الکاملین حضرت صاحب قبلہؒ در زمانۂ ابتدائے سلوک بقا دہ بقیۃ العرض
جناب قبلۃ العارفین کعبۃ الطائفین دین پناہی ظل اللٰہی عونی فی النوائب غوثی
فی المصائب حضرت ابی و ربی مرشدی و مولائی دام دوامہم۔ گمراہ روسیاہ
ظلوم جہول فضل رسول چہ عرض سازد و بکدام گذارش پردازد ظاہر تباہ باطن
سیاہ استغفر اللہ خطائے نہ عبادتے نہ فکرے نہ ذکرے محکوم ہوائے نفسانی مغلوب
وساوس شیطانی محروم از نیل مرام کاسد آغاز فاسد انجام اعمال ظاہر منحصر در ہرزہ
درائی و بادیہ پیمائی۔ اشتغال باطنیہ مقصور در تخیلات مالیخولیائے راکب ناقہ بے رادی
طالب غایات بے تجشّم کسب مبادی فاقد اتباع قبلہ دو جہاں قاصد صعود بام
بے نردبان نعوذ باللہ من تغلیط النفس و تضلیل الشیطان لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
المنان دین پناہا ظل اللٰہا امور یکہ از حضور ینبوع النور بداں مامور از شامت نفس در
امتثال آں کما ینبغی باوجود سہولت سراسر قصور توفیق رفیق نیست و بخت شفیق
نیست پس در خیالات ترتب نتائج۔ و ثمرات از تبعات عادیات ؎

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا ندا بوئے
ندمید صبح بختم چہ گنہ نہم صبا را

نشنیدہ کہ نیست و بہ آفات ناشی از بخالت فاما بو الہوسیہا کہ در سر پیچیدہ است
ہلاک میکند بارہا عازم عرض حال بحضور قبلۃ الانام شدم فاما بمعائنہ سیئات اعمال
و مشاہدہ قباحات افعال انفعالے و ندامتے حجابے و خجالتے پیدا گردیدہ ہربار
مانع ازیں بو الفضولیہا میشد کہ من و ایں بیابان مور لنگے و تخت سلیمان حالیکہ دام
سگ و خوک ازاں فائق و گبر و ترسا ز نفرت ازاں لائق آہ کہ انفعال ہم کماں نیست
کہ آں ہم موصل الی المرام و موجب حسن انجام میگردد بہر حال حالا کہ چناں شکل نمودار

درصورت دوئی ظهور نموده هرچند که در اصل تبلیغ فا ما بوجوه ترجیح باختیار رشن پرداخته
و بوسیله اش سامان حیارت تنبیها و ترجیها مهیا ساخته ه

گر طمع خواهد ز من سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین

دستگیر اطول داستان آ رزو هائے دراز ند و کلمه مختصره ایجاز نموده می آید که توفیق
ترتب غایت بوجاهت آنحضرت باجابت مرحمت گردد ه

از کریمان کار ها دشوار نیست

بدلائل عقلیه کما ینبغی قد عن و کما هو حقه متیقن گردیده است که بے نظر صاحب نظران
هیچ کارے بر نمی آید و بوجہے درسے نمیکشاید ه

بی عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیه هستش ورق

از شتراط صلوح و استعداد هوا که سنگ راه اکثر فلاسفه از سداد و رشاد گردید
محض نے حقیقت و ناشی از فساد فرصت چه مفیض صور را تصرف در ماده هم کار یست
بس آسان و بفحیل ما ایشار حجتے ست بران و دین بنا ماهدایت بارائة الطریق
اگر کافیست پس برائے صاحب نظران اعمی که محتاج دست گرفتن است محروم
از فواید آن و ای بر حال امثال ما کوران شکسته پا گرفتار سلاسل اغلال اسیر چاه غی
و ضلال ما مگر و جه عالی همتی صاحب قوتے کریمے رحیمے چوں ذات جامع الحسنات
حضرت قبله گاهی ارشاد پناهی بے سابقه استحقاق محض شفقةً علی مخلوق الخلاق
دستیاری فرماید و حبل المتین هدایت و عروة الوثقی عنایت در دست ما دهد و ما را کشیده
از قعر چاه بکنار چاه و از راه بسر منزل رفاه رساند و درین کششها و کوششها فغانیکه
از قسم حرکات اطفال مرضی وقت خوردن دوا از تلخ سر زند التفات نماید ه

من چه گویم چه تو میدانی عیان نام پیران طریقت گرفته ام محض محروم تمام درین
سفر از خدمت بزرگے بخواندن درد و ے از معمولات خاندان حضرت سید
آل حسن رسول نما قدس سره و شرح قصیده برده شعر

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته
لکل هول من الاهوال مقتحم

مامور شده بودم امروز که بعد اشراق بخواب رفتم بزیارت حضرت ختم المرسلین
امام المتقین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم وہماں شعر بحضور بخواندم
ارشاد شد کہ یک شعر قصیدہ بانت سعاد کعب ہم خوب است اراہم باید خواند
چنانچہ آں شعر بزبان مبارک گذشت از خواب کہ بیدار شدم مرا یاد نماند
لہذا عرض ساخت کہ بارشاد شعر ممدوح معزز گردد و اجازت قصیدہ شریفہ
بطریقیکہ معمول باشد مرحمت شد ہرچند ایں معاملہ سابق ہم ازیں دو مرتبہ برکت
درودے کہ از حضور ارشاد گردیدہ است دست داد یک مرتبہ اوّل دیدم
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر چاہ زمزم نشستہ اند ومن ہم نشستہ آم و
آب از چاہ جوش نمودہ بالا رسیدہ بطرفے بیرون ومن بدو دست در اسالہ
واجرار آں مشغولم و یک مرتبہ دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے جلوس
فرمودہ اند مردماں می آیند ومی روند من ہم رفتم و باز آمدم و بوقت گردیدن
چناں متخیل است کہ ہفت طواف کردہ آمدم بار اوّل بر چاہ زمزم لمعان رخسار ہائے
مبارک کہ بغایت روشن بود دیدم بنوعیکہ از کمال درخشندگی نظر ہم قرار واقعی
قرار نمی گرفت آنہم غنیمت است الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ واز توجہ امید ہاست

دا انجش باش کان سلطان دین را
بدر ویشان ومسکینان سرے ہست

والادب

مکتوب دوم بنام نامی حضرت مولانا عبد القادر صاحب قبلہ دامت برکاتہم
علینا وقت عزم حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً صدور فرمودہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
وبہ نستعین وصلی اللہ تعالے علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین بر جو دار سعادت
وثار فضیلت آثار قرۃ العین فلاح القلب سراج الکبد ترسیتہ النحاط مولوی عبد القادر

حقیقۃ اللہ تعالے بالباطن والظاہر بعد دعاہا مطالعہ نمایند راحت نامہ رسید موجب سرور موفور گردید امریکہ طلب ساختہ اند از وقت ظہور قصد شما حج و زیارت از تہ دل میخواستم کہ بیان کنم فاما منتظر طلب شما بودم کہ دریں امور رغبت و طلب طالب زیادہ کار میکند الحمد للہ کہ توفیق یافتند اللہ تعالے بثمرات آنہم مستفید سازد آمین۔

جان من ہرگاہ کہ بفضلہ تعالے بہ جہاز سوار شوند بسم اللہ مجریہا ومرسیہا ان ربی لغفور رحیم کتاب مستطاب کامل النصاب صحیح بخاری شریف از اول تا آخر بطور ورد ختم نمایند و طہارت جامہ و جائے نماز و وضو را ملتزم باشند و تمام اوقات روز و شب را سوا ضروریات طبعیہ مثل نوم و اکل وغیرہما و سوا ضروریات شرعیہ مثل نماز و اوراد معمولی و نوافل مستوعب قرأۃ صحیح شریف سازند گویا کہ تمام کتاب را متصلاً در جلسہ واحدہ خواندند کہ اتصال اشتغال در جمیع اشتغال مزیتی دارد بر انفصال و بعد ختم بریں منوال کتاب الحج و آنچہ متعلق بزیارت است و ابوابیکہ متعلق بمکہ معظمہ و مدینہ منورہ از حالات قدس سمات سرور کائنات از محال عبادت و معاملات عادت و سفر ہجرت و غزوات کہ در اراضی مدینہ و مکہ مابین آن ہر دو حرم بیان آمدہ اند و امثال ذلک را از کتاب مذکور خوب ضبط سازند و صورت حج را از احرام تا طواف رخصت علی التمام در ذہن حاضر سازند ہرگاہ کہ از میقات احرام بندند تصور سازند کہ حضرت ختم رسالت چنیں ارشاد فرمودند و احرام من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است ہمچنیں در لباس و تلبیہ و جمیع افعال حج فعل آنحضرت را نصب العین دارند و چوں بہ مکہ معظمہ رسند عظمت بلد را باین نوع تصور دارند کہ مسجد بنا کردہ نبی ابراہیم است و از آنکہ اختصاصے بمظہریت حق دارد و قبلہ پسند کردہ مولد آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و بر مکانہائے خاص مثل مطاف و مسعی و صفا و مروہ و غار حرا وغیرہا کہ ذکر مرور و جلوس آنحضرت در حدیث صحیح آمدہ در ہر جا آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم ہماں حال تصور نمایند

گویا کہ می بینید و در مساجد و اماکنہ و آثار و در راہ عرفات و غیرہا ہماں تصور را مستحکم دارند
و ہر گاہ کہ بمدینہ منورہ بہ سند خوب عقد قلب براں راسخ دارند کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حیا موجود و مشاہدہ میکنند حضور صاد ر وقت حاضری بحضور نور النور بمرتبہ
یقین رسانند و باقی متعلق این مبحث از طریقہ مراقبہ محمدیہ واضح خواہد شد و دیگر
تراکیب معمولہ از کتب و رسائل آداب ظاہر است و معلوم آں برخوردار سعادت آثار
حاجت تقریر و تحریر نیست و اینوقت از نوشتن اینقدر حروف دل باختیار نماندہ اگر
خواستہ خدا است از عقب می نویسم برخوردار سعادت آثار مولوی سراج الحق را
گفتہ ام کہ نقل طریقہ مراقبہ کلمہ طیبہ و طریقہ مراقبہ محمدیہ ارسال دارند باید کہ
ہر دو را در یک رسالہ بگونہ شرحے و بسطے جمع سازند کہ شاید طالبے را بکار آید
و اجازت بجمیع آنچہ مذکور است و ہمچنیں دو تحریر و تحلیہ اوراد و اذکار و اشغال و اعمال
و اوفاق کہ مجاز بودم باں از حضور حضرت قبلہ جان و کعبہ ایمان قدسنا اللہ بسرہ
المجید و نیز اجازت دادم شما را اگر قبض بیعت در سلاسل علیہ قادریہ و چشتیہ و
نقشبندیہ و سہروردیہ و مداریہ بشرائط و لوازم آں اگر کسے اصرار کند اگر طالب
و کتب راغب باشد سبحان اللہ از دل و جان ہر چہ معلوم باشد بخدمت او
عرض باید نمود و تعظیم او بجا باید آورد کہ طالب خدا است و اگر از عوام باشد ہم
خالی از فائدہ انسلاک در محبت محبان و محبوبان خدا نیست المرء مع من احب
جان من قابل و لائق تحریر و تقریر اینگونہ امور نیم فاما صرف بہبودی آنکہ المامور معذور
در جرأت نمودم اللہم اغفرلی و لجمیع المومنین و المومنات کتبہ الراقم الآثم
فضل الرسول الکسبیں رجب سنہ بارہ سو و ناسی ہجری قدسی۔

مکتوب سوم ایضاً بنام نامی اسم گرامی حضرت مولانا صاحب ممدوح دامت برکاتہم
علینا متضمن نصیحت و وصیت در باب تحمل مصیبت و استقامت و اتباع شریعت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم برخوردار سعادت آثار قرۃ العین لخت جگر مولوی عبد القادر
سلمہ اللہ تعالی بعد دعا واضح باد جانمن اگر نظر بہ جاہ دنیا است اہتمام باسباب آں

حسب اقتضاء وقت و زمان از ترک دین و ایمان و ملازمت و متابعت فاسقان
وکافران کرد فی رست حفظنا اللہ وایاکم وجمیع المسلمین واگر مقصود پاس دین و اتباع
سنّت سید المرسلین و رضاء رب العالمین است پس بفقر و فاقہ و صبر و توکل و
قناعت بطیب خاطر و کشادہ پیشانی مشغولی یاد الٰہی و درس و تدریس باید انشاء اللہ
تعالیٰ نقطۂ صلاحیکہ در حرز طبع آں برخوردار اقریدہ است اگر بنشو و نما یافتہ
مستوعب سراپائے شما گردید فھو المراد و آں موقوف است بر تحمل شدائد و تجرع
مصائب باطیب خاطرے جزع و فزع وضیق و ضجر کہ ایں امور موجب محو آں
نقطہ میگردند یحفظکم اللہ تعالیٰ والدعاء۔

مکتوب چہارم بنام نامی و اسم گرامی مسند نشین شرع مبین حضرت مولانا قاضی
حمید الدین صاحب و از قوم قاضی مچھلی بندر بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی صاحب عالیمناصب
فضیلت مآب معرفت آیات اکرم الاخوان قاضی حمید الدین صاحب۔ زاد اللہ
محامدہم پس از سلام مسنون و دعاہائے ترقیات روز افزوں واضح باد نامہ نامی
صحیفہ گرامی در حین انتظار رسید و باعلام خیریت مزاج سامی و رسیدن بعافیت و
شادکامی خیلے مسرور و مبتہج گردانید الحمد للہ ثم الحمد للہ و تعالیٰ شانہ از ہر گونہ مکارہ محفوظ
و بیاد خود و اشتغال یادگار و افکار معمولہ محظوظ دارد کار بندہ بندگی و خدمت است باید
کہ دراں تہاون و تساہل ننماید و قبول و عطاء ثمرات بدست مولیٰ است شعر

حافظ وظیفہ تو دعا کردن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید و یا شنید

یاد آں برادر دینی اکثر اوقات رفیق وقت است تاثیر محبت در غیبت بسبب الم
مباعدت زائد از وصلت است در التماس بانچہ گذارش نمودہ آم غایت سعی و
مجاہدہ مرعی دارند ہمیں مجاہدہ را کہ عبارت از فنا است در ذکر خدا غایت و مدعا
پندارند و فقیر را ہم بدعا یاد فرمایا شند و از حال حدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربہ
کہ استفسار نمودہ اند حالش اینکہ حدیث مذکور مرفوعا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

روایت میکنند و مضمون حدیث شریف مفاد آیه کریمه و فی انفسکم افلا تبصرون است
و شرح آں طولے دارد که دربیان نمی آید مختصر اینقدر تسلّی باید نمود من عرف
نفسه بالحدوث عرف ربه بالقدم و از معانی شعر

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد سر

تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

که استفسار نموده اند مگر ما این شعر منسوب با میر خسرو دہلوی است رحمۃ اللہ علیہ
معنیش این که مراد دریا شہادت کلمه اشهد ان لا اله الا الله است چوں سالک
ورزش نفی و اثبات به کمال رساند نہنگ لا که عبارت از فنا نفی ماسوا است
گوہر ہو که عبارت است از بقا و تجلی ذات بیارد و چوں تکمیل کمال موقوف بر سفر
ثانی است یعنی سفر از حق بسوئے خلق بعد سفر از خلق بسوئے حق نوح را که عبارت
از سالک است تیمم یعنی قصد بخاک بغیر توجه بخلق ضروری است و وقوف
دراں مقام و عدم تنزل ازاں نقصان است کما ہو مقرر عندہم والسلام خیر ختام

مکتوب پنجم فرمان عالیشان که بنام نامی جناب نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب
ادام الله تعالی فیوضهم شرف صدور ارزانی فرموده عزیز راحتی روحی روحی
نواب ضیاء الدین خاں عامله الله تعالی باسمه الرحمن بعد سلام مسنون و دعا ہائے
ترقیات روز افزوں و شوق از حد بیروں واضح باد راحت نامه رسید
مضمونش حالی گردید از اہتمام بعبادات و ریاضات خیلے سرور و ابتہاج رو نمود
اللہم زد و بارک اللہم زد و بارک اللہم زد و بارک از شرائط و واجبات ایں راہ
است که از مجالس ملاہی و مجامع رقص و سماع رواجی احتراز کلی بر خود لازم گیرند
مروت و پاس خاطر و اطاعت کسے را دریں باب دخل ندهند و از آزردگی اقربا
و امرا اصلا نه ترسند و اراده توبه افاغنه همه و یه که رقم نموده اند بسیار امر
مرغوب است موافق معمول بعمل آرند و اجازت دادم در تخصیص بلکه عموم مجاز
گردانیدم هر که دست انابت بسوئے شما دراز کند رد نسازند و داخل طریقه نمایند

آنچه تعلیم نموده اند تعلیم کنند و حال فقیر این است هنوز صحت تمام و افاقت بالتمام حاصل
نیست فاما نسبت سابق تخفیف بسیار است الحمد لله علی ذلک و الدعاء۔

مکتوب ششم ایضاً بنام مبارک جناب نواب صاحب ممدوح ظلهم

بسم الله الرحمن الرحیم روحی و روحی ابنی و محبی اعز از جان نواب محمد ضیاء الدین خان
عالمه الله تعالیٰ باسمه الرحمن بعد سلام مسنون و شوق از حد بیرون و دعاهای
ترقیات روز افزون واضح باد راحت نامه مورخه ۱۴ ماه مبارک رسید
موجب کمال سرور و انبساط گردید ظاهراً مجاهده و ریاضت آن سراپا صداقت محبوب
قاعده مجربه ارباب طریقت متوارث ببرکت و اجابت است که بعد فراغ از
اشغال باز همان شوق در اشتغال است و کلال و اضمحلال راه نیافته الحمد لله اللهم
زد و بارک و تمم بالخیر نسبت اعتکافات که نموده اند ضرور بعمل آرند و اسماء حسنی اگر موافق
اعداد اسما گنجائش ندارد هر اسم را نود و نه بار با حرف ندا خوانده باشند لا اقل بعد هر نماز یازده
یازده بار و اسماء حسنی در اعتکافات موجب ترقی برکات و حفظ از آفات است که درین
اوقات متحمل نباشد و اسم حی و قیوم یعنی یا غیاثی عند کل کربة در ختم باید خواند معمول اهل این است۔
تبدیل مکان مناسب که فقیر قصد تحریر همین باب داشت الحمد لله که خود متوجه شدند و از احیاء
لیالی ماه شریف و ذکر محافل الانوار خیلی خوشی و خورمی رو نمود همیشه ملتزم آن باشند نزد فقیر اینهمه از
برکت اعتکافی است که در جوار مزار فائض الانوار غوثنا فی النوائب و عوننا فی المصائب و بین پناه
ظل الله حضرت ابی و ربی قدس الله سره العزیز نموده اند عمل دوازده محفل خیلی محبوب و
مرغوب مزاج اقدس بوده است و امر تکمیل ختم طریق اخلاص هیچکاره گریان مداومت
خواهند نمود ان شاء الله تعالیٰ زیاده تر متمتع و منتفع خواهند شد و ان نیست که کتاب فتوح الغیب
مقولات متبرکات حضرت جناب غوث الثقلین قطب الکونین مولانا شیخ عبد القادر جیلانی
قدسنا الله بسره الرحمانی جمع کرده حضرت مولانا سید ابو النصر موسیٰ قدس سره خلف الصدق
حضرت غوث الثقلین رضی الله عنهما و قدس الله سرهما است و شیخ عبد الحق محدث
دهلوی علیه الرحمة ترجمه آن بزبان فارسی نموده اند در کتب خانه حضرت محی الدوله بهادر

مرحوم مغفور دیدہ بودم و غالب نزد دیگر حضرات ہم باشد تلاش نمودہ از انجا خوانندہ و دائماً در نظر دارند و اگر احیاناً در انجا دستیاب نشوند بنگارند کہ از اینجا بفرستیم کہ اشتغال خواندن این کتاب مستطاب باحضور قلب کم از اعتکاف نیست و ہر روز جمعہ بعد نماز اشراق ختم قرآن شریف باجتماع چندکس نمودہ ہدیہ روح مقدس جناب حضرت صاحب قبلہ کونین وکعبہ دارین قدس اللہ سرہ العزیز نمودہ باشند وچیزے دیگر ہم وقت شروع نویسانیدن خط منظور بود فاما اینجا کہ رسید مدول باختیار نماند مصرعہ این زمان بگذار تا وقت دگر . والدعا ہمہ خورد و کلاں را نام بنام سلام و دعا خواہند راقم فضل رسول ۲۷ ربیع الاول شریف۔

مکتوب ہفتم ایضاً بنام نامی معظمی مکرمی نواب محمد ضیاء الدین خانصاحب دام فیضہم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اعزی احبی روحی و روحی اعز از جان نواب محمد ضیاء الدین خان عاملہ اللہ تعالیٰ باسمہ الرحمان پس از سلام مسنون و دعائی ترقیات روز افزوں واضح باد راحت نامہ رسید موجب کمال سرور و ابتہاج گردید الحمد للہ کہ از خیر منظہر در دور وظہور فرمودہ یعنی شوق زیارت حرمین شریفین در دل جوش نمود و قبول فرماید مصرعہ

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اللہ تعالیٰ بحسنات و سعادات مستعد نمود مع الخیر والظفر بازملاقات وابستگان ومشتاقان نصیب گرداند آمین آمین آمین و از ماہ صعینہ روانگی از حیدرآباد اطلاع دہند کہ قبل از ان چیزے از اوراد وآداب زیارت حرمین شریفین وامکنہ متبرکہ انجا نویسانیدہ فرستادہ آید و ہر چند برائے ادائے فریضہ میروند تاہم رضائے و ارضائے حضرت والدہ ماجدہ خود مقدم دانند وخوشنود ساختہ رخصت شوند و برائے دیگر اہل وعیال کہ طمانینت مصارف ایشاں کافی است اما معاملہ والدہ امرے دیگر است اعز اقبل از سفر از ہمہ اہل معرفت عفو وسماح سازند و شما کہ بفضلہ تعالیٰ از کسے کدورتے در دل ندارید فاما کسانیکہ از شما کدورتے داشتہ باشند بسبب یا لاسبب اہتمام عفو و سماح از ان صاحبان زیادہ تر باید نمود و در علم شما اگر از دست و زبان یکسے رنجے رسیدہ و حقے تلف گردیدہ باشد طلب عفو از اں کساں واجب درین کار پاس ننگ وعار نباید شد

یعنی از خدمت گاران ہم لجاجت و التجا نمودہ عفو خواہند و راضی نمایند و وقت سفر با شخصے جدال و تکرار نسازند و با رفیق کہ ہمراہ باشد زیادہ تر حفظ آں منظور نظر دارند و بر خادم تحکم و تحیم نسازند و عادت تکبر ہندوستان را ترک سازند و نشست و برخاست و سائر معاملات تفوق بجویند و خود را در ہر قافلہ بحر و بر از ہمہ حجاج کمتر شمارند و خادم خود را مثل مخدوم دارند و خدمت ضعفا و مساکین ہر چہ ممکن باشد از دست خود نمایند ایں عمل اثر عجیب دارد کہ خلوات و اعتکافات در جنب ال چیزے نیست مصرعہ

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی

و از خادم و غیراں اگر قصورے سرزند اعراض و اغماض نمایند و ہرگز بسیر مطالبہ نیا یند و وقت رسیدن بمبئی از برادرم شیخ چاند محمد صاحب کہ مرد باخدا یگانہ در صدق و صفا و اخلاص و وفا اند ملاقات سازند تقرر مرکب و غیرہ ہر کارکہ باں حاجت خواہد شد بخوبی انجام خواہند نمود و از وقت سواری مرکب تا رسیدن بخانہ کعبہ ہر وقت کعبہ شریفہ را پیش نظر خود داشتہ تصور کنند کہ بزیارت خانہ خدا میروم و ہر گاہ بحرم محترم رسند خیال خانہ را گذاشتہ متوجہ بسوے صاحب خانہ شوند و خیال کنند کہ ہر خانہ را صاحب خانہ می باشد خانہ کہ بزرگ تریں خانہاست صاحب ایں خانہ صاحب عظمت و جلالت حقیقی ست ہمہ توجہ دل بسوے او منحصر باید داشت و نفی و اثبات و پاس انفاس زیادہ از عادت معمودہ بعمل آرند و از کثرت صحبت و اختلاط مردمان حذر دارند و اگر میسر شود کلام بے ضرورت نسازند و در غار حرا شریف و ثور شریف حاضر شدہ ہر قدر زمانے کہ میسر آید بہ نیت اعتکاف نشستہ ہمہ اوراد شبانہ روز یکبار در ہر یک از دو مکان والا شان بخوانند و ہر گاہ از مکہ معظمہ روانہ مدینہ منورہ شوند ہر وقت خود را متوجہ حرم محترم مدینہ طیبہ دارند و ہر گاہ کہ در حرم محترم انجا فائز شوند متوجہ بروح احمدیہ و حقیقت محمدیہ شوند و شغل اللہم صل علی محمد و آلہ بیش از بیش در انجا نمایند بطوریکہ معلوم و معمول ست و عمدہ ترین

اسباب حصول برکات حرمین ادب وتعظیم وتکریم حرمین محترمین وہمہ چیزہا کہ نسبتی
بآن حرمین معظمین دارند از انسان وحیوان ونباتات ومعدن وقلت کلام بامردمان
خصوصاً کلام دنیا واز حکایات وشکایات احتراز کلی نمایند ومقدم توجہ بخدا ورسول
مانند کلام دنیا ضروری وکلام دینی بااہل دین ممنوع نیست مگر آنہم بقدر حاجت واز زیارت
آثار متبرکہ آنجا مثل قبا واحد وغیرہ کہ معلوم سکنہ آنجا است محروم نمانند واگر در
رفتن یا آمدن ممکن باشد بوقت رسیدن قافلہ در رابغ بر سواری بغلہ تیز رو
کہ در آنجا بسیار بہم میرسد ومعرفت جمال کسے راہمراہ گرفتہ ضرور مشرف
بزیارت شہدائے بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتشرف بآن زمین مقدس حاصل سازند
واگر کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب یا تاریخ سمہودی درین سفر ہمراہ دارند
وگاہ گاہ آنرا مطالعہ کنند خوب است والدعا۔

مکتوب ہشتم در تعزیت وفات شریف حضرت سید محمد حسن صاحب العلائی
قدس سرہ بنام مستحکم جنگ بہادر کہ از اجل مریدان سید صاحب موصوف اند و
در حسن اخلاق ومحبت دین معروف اند بسم اللہ الرحمن الرحیم اعز واکرم کریم الشیم ہمہ
لطف وتمام کرم نواب مستحکم جنگ بہادر دام مزیدہم بعد سلام مسنون ودعائے
ترقیات روز افزون واضح باد خبر ارتحال عارف کامل واصل اکمل وحید عصر حمید
دہر حضرت بابرکت سید محمد حسن صاحب قدس سرہ دریافت گردید غایت الم
بقلوب مخلصان رسید اگرچہ موت درحق ایشان نعمت است کہ وصل حبیب بحبیب
کمال پذیرفتہ فاما مکتسبان فیوض وشائقان انوار را البتہ محل تاسف است بحسب
ظاہر لیکن قوت افاضہ ارواح کاملہ پس از مفارقت بدن ترقی می یابد بطلب وتوجہ
مستفیدان بالاتر از صحبت فائدہ میدہد در تمام آن بلدہ شخصے را مماثل حضرت مغفور
ندیدم از دو سہ روز کہ ذکر وفکر بہ آوردن تاریخ وفات حضرت موصوف از
کدام آیت کریمہ در مدرسہ قادریہ عیان بود دیروز دیدم اندرون قبر لطیفے بر
فرش متکلف شاداں وفرحاں نشستہ ہمینکہ قریب رسیدم حسب عادت کریمہ

باستقبال شتافته مصافحه نموده بر فرش نشانیدند و طعام طلب نمودند چند قسم تکلف
با سرپوش پیش نمودند چون سرپوش برداشته شد نان محض بود پرسیدم این از کجاست
در جواب آیه کریمه الله لطیف بعباده یرزق من یشاء وهو القوی العزیز خواندند چون
بیدار شدم بدل خطور کرد که اگر اعداد حروف این آیه کریمه موافق سال وفات حضرت
ممدوح برآید کرامت آن حضرت باشد هرگاه حساب کرده شد برآمد اطلاع این حال
بآن خجسته خصال که از محبان آن مقبول بارگاه ذوالجلال اند مناسب دانستم
والسلام خیر ختام فقط

مکتوب نهم بنام حکیم ولایت علیخان صاحب مقیم گوالیار بعد القاب و خیریت
حق تعالی بانچه شاید محفوظ و از انچه نباید محفوظ دارد آمین ورد درود شریف مفتاح
خزائن دارین است - هرقدر که توانند بر خود لازم دانند اما وقت ورد درود شریف
از خیالات دور مانند حتی که خواننده خود را و خودی را اصلا خیال نه نماید تصور فنا و
فانی شدن خود هم نه نماید - و وظیفه حزب البحری رسد هفت روز لا اقل سه روز روزه دارند
و افطار از شیر و برنج نمایند و بعد نماز اشراق غسل نموده یک پارچه ازار سفید غیر مستعمل
بر بدن پیچیده در خلوت یک دوگانه بنیت ایصال ثواب بروح حضرت شیخ ابو الحسن
شاذلی قدس سره و جمله شیوخ طریقت تا حضرت جناب رسول الله صلی الله علیه وسلم
و تمام اولیاء امت محمدیه علی سیدنا الصلوة والسلام خوانند در هر رکعت بعد فاتحه آیة الکرسی
یکبار سوره اخلاص سه بار و بعد فراغ ازین دوگانه بر مصلا نشسته حزب البحر بخوانند باین
طریق اول مرتبه از افتتاح شروع نمایند تا آخر دعا و اختتام بخوانند بعد ازان نفس دعا
بے افتتاح سی مرتبه بخوانند و در مرتبه سی ام اختتام هم بعد دعا بخوانند - بعد ازان دوگانه
بنیت قضاء حاجت بخوانند در هر رکعت بعد فاتحه سوره اخلاص بست و یکبار و اگر ممکن
باشد تمام آن روز و روزهای دیگر را هم در خلوت گزارند و اگر صورت نه بندد و سوره کافرون
و سوره نصر و سوره اخلاص و سوره فلق و سوره ناس بخوانند و بر سر هر سوره بسم الله الرحمن الرحیم
بخوانند و برخاسته بسم الله الرحمن الرحیم و لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم سه بار خوانده

پارچه معمولی به پوشند و بجاهاے حاجت و ضرورت بروند و هر قدر که قلت در صحبت خلق
ممکن باشد اختیار نمایند همین طور سه روز یا هفت روز عمل نمایند و در اثنای او قرائت سوره
الله الصمد بے قید عدد و طهارت مشغول باشند و بعد از سه روز یا هفت روز دعا را ده کرد
سه مرتبه قبل نماز فجر اگر دست دهد ورنه بعد نماز فجر و سه مرتبه بعد نماز مغرب بهمان طریق
بخوانند یعنی اول شروع بکلمه تمجید از افتتاح نموده شود و بعد ازان سه مرتبه نفس دعا بخوانند
و ده مرتبه اختتام هم بعد دعا ختم نموده بخوانند و یک مرتبه بعد نماز ظهر و یک مرتبه بعد
نماز عشا خوانده باشند الله تعالے از کرم خویش وصول این فضل خواهد فرمود۔

شغل مراقبه حقیقت محمدیه

اما بعد از شغل مراقبه حقیقت محمدیه رسیده آمد آنچه از عارفان محققین منقول است مختصراً
باید شنید و صحبا داد که چنانچه ایمان ظاهر موقوف بر دو جزو است یعنی توحید و رسالت همچنین
ایمان باطن بے تحقیق و تحقیق به هر دو جزو تمام نمیشود و طالب حقیقت را مشق هر دو جزو لابد است
و قناعت بر توحید صرف نقصان است که عرفان مرتب بر مشق اول بعض غیر مسلمان را
هم دست میدهد و مشق بعض آثار مراقبه حقیقت محمدی را طرق بسیار است سیدنا امام حسن
رضی الله عنه از ابی هاله برائے تعلق آموخته اند یاد نموده معنی آن فهمیده و بخلوت نشسته
بعد ادائے دوگانه نفل و هدیه آن بروح پر فتوح حضرت خلیفة الله الاعظم صلی الله علیه وسلم
شروع در قرأت حلیه کند باین طریق که چشم بند کرده یک جمله با تصور معنی خوانده بگویند
صلی الله علیه وسلم یازده بار و نزد بعض بخطاب بازو وصفے که دران جمله است پیش
چشم خود خیال کنند که صورت بگیرد باز چشم کشاده نیز نمایند و جمله دویم چشم بند نموده
با تصور معنی خوانده گویند صلی الله علیه وسلم یازده بار به همان خیال به همین
طور تا آخر رسانند اگر خدائے تعالے توفیق دهد یک اربعین اعتکاف نمایند بشرائط
معموله و بعد نماز فرض و سنن و نوافل و اوراد معموله و خواب ضروری وقت را

همچنین دو حصه سازند حصه اول در شغل نفی و اثبات بطرق معلومه که جداگانه مسطور
حصه دوم در شغل حقیقت محمدی بطریقیکه مذکور شد و اگر قوت اعتکاف چهل روزه نباشد خواه مانع دیگر باشد
از ادای حقوق وغیره بیست و یک روز الاقل
یازده روز و بعد فراغت از اعتکاف تصورات یک یک جزرا که جداگانه
می کردند مجموعاً تصور نمایند یعنی هر قدر زمان که توانند در خلوت نشسته حلیه
مبارک را متصلاً بلافاصله بخوانند و بهر جمله که بگذرند تصور معنی بدل و تمثل بچشم
کرده بعد تمام حلیه شریف بمراقبه برده تمام شکل مبارک را متصف بهمان صفات
مقدسه یک مرتبه پیش روی خود متمثل خیال کنند بار دو بهمین طور هر قدر که
حضوری و شوق دست دهد تعیین عدد در کار نیست اگر اعتکاف بالکل میسر نباشد
بے اعتکاف هم شروع نمایند اجازت است بالجمله بعد این شغل مذکور و فراغت از اعتکاف
مذکور در اعتکاف دیگر که آن هم اقل از یازده روز نباشد مشغول شوند باین طریق که بخوانند
اللهم صل علی و چشم بند دارند و خیال کنند که مقام کنز مخفی است و بر لفظ پاک محمد
چشم بکشایند و تصور کنند که ظهور اول است و بر لفظ و آله خیال کنند که تمام عالم تفصیل همان
ظهور است و آنچه در اعتکاف شغل حلیه مذکور است همه آن امور مرعی دارند بعد اعتکاف
هم در خلوت نشسته بشغل مذکور ببر ابر چشم بند نموده سازند و در جلوت چشم کشاده بهمان
طور مشغول باشند۔ مجاهده شرط است والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا
بے مجاهده راهی نمی کشاید مگر بطریق خرق عادت و آن امر دیگر است خارج از لازمه
طلب مرتبه سویم که منتهی مجاهده اهل تجربه است آن شغل روح مظهر آن حضرت مظهر الله اکبر است
در عالم برزخ بے مداخلت هیات و اشکال جسمانی و بے ذکر زبانی و اتید اعتکاف
بدستور ضرور و به ضرورت بے اعتکاف هم اجازت است مالا یدرک کله لا
یترک کله۔ یاد و خیال محبوب بهر حال که میسر آید غنیمت است و مشق این چنان
ارشاد کرده اند که در خلوت به شرائط نشسته پشت به قبله خیال کنند که به مواجهه مزار
فائض الانوار نشسته ام و آن مزار متبرک تمام عالم امکان است و چنانکه تمیز کند در خود که

جسمے دارد و جانے دارد در مردہ کہ جسم باقی است و جان نہ دارد ہمچناں عزا مقدس الکل لبد کل کائنات عالم تصور کند و جان تمام عالم آنچہ ہست و تمام عالم بآں زندہ اں روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم است تا انکہ او تعالے بہ طفیل محبوب پاک خود از تصویر و تصور بہ تحقیق و تحقق رساندو ہمین است معنی رسالۃ و نبوۃ در طریقہ و مراد ما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین و سر توحید صرف کہ از مجاہدہ مشق نفی و اثبات حاصل نبود ہر گاہ کہ باین تحقیق منضم گردداں زمان ایمان حقیقی بدست آید و حق محض کہ اصلاً شیطان را دراں مداخلت نباشد و قبل ازاں در رتبہ مقامات توحید این خصوصیت نیست نیز گفتہ اند کہ مشق اول گو بانجام رسد لازم نیست کہ بہ ثمرہ مشق ثانی رساند و مشق ثانی بہر گاہ کہ بہ کمال رسد بہ ثمرہ مشق اول رساند مگر طریق سلوک ہماں است کہ معلوم و مروج است قدہوا قدہ اللہ نیز از مجربات حکمائے ایمانی است کہ در زمان سابق بسبب حکومت اسلام و قلت فسق و فجور و قوت قرب عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور برکت ایں ریاضت لبغایت بود و حالا دریں بلاد مثل سابق نمایاں نیست فقیر راقم الحروف واقف است از احوال آں شخصے کہ موافق ارشاد مرشد خود کہ محقق و حکیم بود حامی مجاہدہ میسکرد چوں نوبت ایں مجاہدہ رسید ترقی کجا آنچہ داشت ازاں ہم خالی ماند و جنون و وحشت ہم رسانید مرشدش فرمودہ کہ چوں دل یکسر متوجہ شے جدید گردید آنچہ از پیش داشت ذہول گشت و دریں ممالک کہ در قبضہ مشرکان است و شرک و کفر و فسق شایع مطلوب و کمال مقصود بسبب احاطہ ظلمات حاصل نہ شد کہ ایں راہم دخلی است چنانکہ حضور سید کائنات علیہ افضل الصلوات در بعضی غزوات بدریافت انکہ دریں مکان عذاب خدا نازل شد کوچ فرمودند و کلم انداختن آب کہ در مشکہا پر کردہ بودند وآرد کہ باں خمیر کردہ بودند نمودند اگر قصد مدینہ منورہ نمائی مناسب می نماید اں فقیر فورا بغیر اسباب وسامان روانہ شد حصل تاحضل

اولاد

حضرت اقدس کی شادی جناب قاضی مولوی امام بخش صاحب مرحوم کی دختر سے ہوئی تھی قاضی صاحب بدایوں کے شرفا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے نسباً صدیقی تھے ہمیشہ عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور رہے۔

ایک صاحبزادی جن کی شادی حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب کیساتھ ہوئی اور جن کے بطن سے جناب مولانا منیر الحق پیدا ہوئے اور دو صاحبزادہ حضرت مولانا محی الدین مظہر محمود صاحب اور حضرت مولانا عبد القادر مظہر حق صاحب حضرت اقدس کی اولاد امجاد سے آپ کی یادگار رہے

امام العلماء مقدام الفضلا حضرت مولانا شاہ مظہر محمود محمد محی الدین القادری قدس سرہٗ صفر المظفر کی سترھویں تاریخ ۱۲۳۳ھ قدسی میں آپ پیدا ہوئے مظہر محمود تاریخی نام قرار پایا بچپن سے کمال بزرگی کے آثار چہرہ سے نمایاں تھے تھوڑی سی عمر میں علمی خزائن کو حسن تحقیق کے ساتھ اپنے تصرف میں کر لیا معقول و منقول کو بزرگ والد کے پیار بھری نگاہوں کے ساتھ اس انداز سے پڑھا کہ تمام امثال و اقران پر فائق ہو گئے۔ بزرگ نام کی بزرگ نسبت نے بھی اپنا رنگ دکھایا احیائے سنت پر کمر ہمت باندھی طالفہ وہابیہ کی جان پر آپ کے قلم حق رقم نے چمک چمک کر بجلیاں گرانا شروع کیں۔ ایک طرف آپ کے دست شفا نے آب بقا کے جوہر دکھائے فن طب کی طرف طبیعت کا زیادہ رجحان تھا۔ مریضوں کا ہجوم آپ کے باب کرم پر ہر وقت نظر آتا۔ آپ نہایت خندہ پیشانی اور شگفتہ مزاجی سے بکمال دلجوئی علاج فرماتے جود و عطا خلق و حیا نے آپ کے اوصاف حمیدہ میں اور بھی چار چاند لگا دئے۔ خدائے پاک کو تھوڑے دن اس پاک ذات کو دنیا میں رکھنا تھا اس وجہ سے ہزاروں خوبیاں ہزاروں اوصاف آپ کی ہستی میں جمع کر دئے تھے۔ جوانی با ین مراتب باطنی

اور مدارج روحانی بھی شباب پر پہونچے ہوئے تھے بزرگ و مقدس دادا کے ہاتھ میں
ہاتھ دیکر شیخ کی خدا رس نگاہوں کے سہارے منزل قرب کا طواف ہر وقت میسر تھا
بیس برس تک جد امجد کی حضوری میں رہکر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی
مجلس کی حضوری کے مزے اڑائے ۔ زہد و اتقا کی شان چہرہ سے چمک چمک کر نمایاں
ہونے لگی غرض یہ کہ آپ کی ذات تھوڑی سی عمر میں مستجمع صفات تھی درس و تدریس
کا شغل تصنیف و تالیف کا شوق عبادت و ریاضت کا کمال و طب و حکمت کا اشتیاق
سب ہی کچھ تھا ۔ طب میں قانون بوعلی سینا کا حاشیہ بکمال تحقیق متقدمین کی
شرحوں سے ملخص کر کے اس خوبی سے لکھا کہ قانون کے تمام مشکل مسائل حل کر دیئے
اسی طرح میر زاہد رسالہ کا حاشیہ لکھکر اپنی معقولی شان کا اظہار فرمایا ہے ۔ مولوی
سراج احمد سہسوانی جو آپ کے ہی گھرانے کے خوشہ چین تھے اور بعد کو وہابی
غیر مقلد ہو کر مناظرہ کے میدان میں آئے اور سراج الایمان رسالہ لکھکر نجدیت کی
تائید کی آپ نے رسالہ شمس الایمان میں ساری قلعی کھولدی اور یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ
شمس الایمان کی حق نما شعاعوں سے بالکل بے نور ہو کر رہ گیا ۔ اگر اجل کچھ اور مہلت
دیتی تو خدا معلوم کیا کیا علمی نشوونما آپ سے ہوتی مگر مصداق لایستقدمون ساعۃ و
لایستاخرون ۔ وعدہ کم نہ زیادہ ابھی عالم شباب ہی تھا کہ عین موسم بہار میں
صرصر خزاں کا جھونکا آیا یعنی آپ نے بڑے ماموں مولوی غلام حیدر صاحب کی
ملاقات کا قصد فرمایا ۔ جو ان دنوں سہارنپور میں تحصیلدار تھے ۔ وہاں جا کر یکا یک
آپ سخت بیمار ہو گئے پیغام قضا و قدر نے اتنی مہلت ندی کہ مکان واپس تشریف
لاتے سہارنپور ہی میں ۷ ذیقعدہ ۱۲۷۱ھ راہی خلد بریں ہوئے ستائیس سال آٹھ ماہ
بائیس روز تک اس فانی گلشن عالم کی سیر فرمائی ۔ مزار مبارک آپ کا روضہ مقدسہ
حضرت سیدنا شاہ نور قدس سرہٗ قادری (جو حضرت محی الدین عالمگیر خلد مکانی
کے زمانہ کے بزرگ اور حضور غوث پاک کی اولاد امجاد سے ہیں) میں جانب شمال
واقعہ ہے ۔ یہ آستانہ آبادی سہارنپور سے جانب غرب ہے اندرون احاطہ دو مزار باہر

ایک قبر جو جانب مشرق ہے وہ آپ کے جد مادری قاضی امام بخش صاحب مرحوم کی ہے دوسری قبر شریف آپ کی ہے۔ احاطہ مذکور کی شرقی دیوار کے نیچے بدایوں کے ایک اور شخص مولوی ابو محمد صاحب مرحوم تحصیلدار کی قبر ہے۔ مقبرہ متبرکہ کے دروازہ پر یہ فقرہ تاریخی کندہ ہے۔ مدفن المولی الاعلی محی الدین الحنفی القادری المجیدی البدایونی اسکنہ اللہ الجنۃ ۱۲۷۰ھ آپ کے تلامذہ میں منجملہ شرفا شہر کے قاضی محمد نذر اللہ ولد قاضی محمد مظہر اللہ مرحوم و قاضی محمد حسین مرحوم اور رؤسا قاضی محلہ میر صفدر علی ولد میر سید علی مرحوم ساکن محلہ چاہ میر و قاضی قمر الاسلام ولد قاضی عبد السلام مرحوم محلہ کوچہ عباسیان مولوی سراج الحق ولد قاضی صفی اللہ مرحوم و شاہ احسان اللہ عیاں مرحوم وغیرہ ہیں

مولانا الحاج جناب مولوی حافظ مرید جیلانی صاحب مرحوم آپ صاحبزادہ حضرت مولانا محی الدین قدس سرہ کے ہیں ۹ شعبان ۱۲۶۲ھ میں پیدا ہوئے مظہر احسن نام تاریخی رکھا گیا صرف چھ برس کی عمر ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن بزرگ دادا کے سراپا شفقت آغوش میں رہکر والد ماجد کی یاد کو بھول گئے ناز و نعم میں پرورش پائی پیار و محبت کے ساتھ تعلیم دی گئی حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ اور حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی تربیت میں تحصیل و تکمیل علوم کی فن طب کی طرف زیادہ طبیعت مائل رہی۔ آپ کے حسن اخلاق اور وسعت ہمت نے آپ کے حلقہ احباب کو وسیع کر دیا تھا۔ روپیہ پیسہ کی آپ کی نظر میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ شرف بیعت اپنے مقدس دادا سے حاصل تھا حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی عین عالم شباب میں ۹ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ راہی عالم بقا ہوئے ایک فرزند اور ایک دختر اپنی یادگار چھوڑے ایک شادی خاندان میں دوسری شادی محلہ شیخ پٹی بدایوں میں قاضی جمیل الدین صاحب وکیل ایٹہ کی ہمشیر کے ساتھ ہوئی جو ہنوز بقید حیات ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت سید مرحوم مولانا حکیم عبد القیوم نور اللہ مرقدہٗ تھے لڑکی کی شادی قاضی مبشر الاسلام صاحب عباسی قاضی ریاست رامپور کے ساتھ ہوئی۔

قاسم نور ہدایت قاصم ظہر ضلالت مجمع العلوم والفہوم حضرت مولانا الحاج الحکیم شاہ محمد عبدالقیوم
الشہید مرحوم قدس سرہ۔ آپ صاحبزادہ جناب مولوی حافظ مرید جیلانی صاحب
کے ہیں ولادت باسعادت ماہ عید الفطر ۱۲۸۳ھ میں ہوئی آپ کے فرجد امجد حضرت
سیف اللہ المسلول نے آپکا نام محمد عبدالقیوم تجویز فرمایا۔ اور ذاکر رسول اللہ نام تاریخی
قرار پایا۔ سچ فرمایا گیا ہے الاسماء تنزل من السماء۔ ذکر حضرت خاتم رسالت شفیع امت نبی رحمت
علیہ الصلوٰۃ والتحیت نام پاک کی برکت سے آپکا خمیر طینت اور جزو روح بن گیا تھا۔
والد ماجد کی رحلت کے بعد بچپن ہی سے حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے آغوش
شفقت میں تربیت پائی۔ پیار و محبت کے انداز رحمت و رافت کی نگاہوں نے علم و
فضل کا برقی اثر رگ و پے میں ساری کر دیا۔ تھوڑی سی عمر میں بالاستیعاب بکمال
تحقیق و تدقیق جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ صرف و نحو۔ معانی و ادب۔ فقہ۔ اصول تفسیر
حدیث عقائد کلام منطق فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ حضرت تاج الفحول ؒ سے حاصل کرلئے۔
اس کے بعد طب کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے اول حضرت مولانا حکیم سراج الحق
صاحب قدس سرہ سے علماً و عملاً اس فن شریف کو حاصل کیا پھر دہلی جاکر جناب حاذق الملک
ابوسعید حکیم عبدالمجید خانصاحب مرحوم سے بہ نہایت غور و تامل تحقیق و تدقیق فرمائی
جناب حکیم محمود خانصاحب نے آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھکر اور یہ سنکر کہ جناب
مولانا حکیم سراج الحق صاحب کے تعلیم یافتہ حاذق الملک سے سند طب حاصل
کرنے کو آئے ہیں۔ نہایت فرحت و انبساط کے ساتھ سند تکمیل پر دستخط فرمائے
تھوڑی سی عمر میں رب العزت نے وہ دست شفا اور ذہن صحیح التشخیص اور فکر رسا عطا
فرمائی تھی کہ امراض مزمنہ عسیرۃ العلاج ذراسی توجہ سے قلیل مدت میں بالکلیت
زائل ہوجاتے تھے۔ بڑے بڑے اطبا آپکی خداداد طبی قابلیت پر رشک کرتے تھے
محض خدا کی قدرت ہی قدرت تھی کہ اس درجہ شہرت اس فن خاص میں آپ کو
حاصل ہوئی کہ ہندوستان بھر کے مایوس العلاج بیماروں کی تمنائیں آپ کی دولتسرا
کا طواف کرنے لگیں۔ علم کلام میں تو عمل خاص تو میراث خاندانی تھا بالخصوص

فرقہ وہابیہ کے رد کی طرف پوری توجہ مبذول تھی۔ تحریر اس درجہ پر زور اور موثر کہ مخالف
ہیبت کلام سے دم بخود ہو جائیں لطافت فصاحت نزاکت بلاغت اور سلاست عبارت
اس پر شان ارتفاع کلام و حسن نظام ہر ہر فقرہ سے آشکار تھی اس کے ساتھ ہی شوخی رنگینی
سونے پر سہاگہ کا مصداق تھی سیر و مغازی حضرات اصحاب کرام کے بعض حصص کا
وہ نفیس اور پر لطف ترجمہ کیا کہ جان فصاحت قربان ہونے لگی تحفہ حنفیہ جو صرف
آپ کی تحریک سے زیر انتظام مولوی قاضی عبد الوحید صاحب مرحوم رئیس پٹنہ جاری
ہو کر کئی سال تک نکلتا رہا۔ اسمیں آپ کے علمی مضامین دیکھئے شان استدلال اور
شوخی عبارت دیکھکر بے ساختہ دل تڑپ جاتا ہے۔ آپ کی تصنیف سے رسالہ
بیان شفاعت رسالہ فضائل الشہود۔ رسالہ بیان علم عروض۔ رسالہ بیان غربت
اسلام۔ سطوہ فی رد ہفوات ارباب دار الندوہ۔ رسالہ سماع موتی۔ رسالہ مبسوط احکام
دسائل صلوات جو بفرمائش امام مسجد جامع سکندر آباد ایام سفر حیدر آباد میں لکھا گیا۔ آپ کی
یادگار ہیں۔ طب میں رسالہ تدابیر معالجات امراض اس خوبی سے تحریر فرمایا کہ فہرست
ہی میں کل علم طب کے اسرار دقیقہ و رموز مخفیہ حل کر دئے۔ یہ رسالہ صرف مسودہ ہی
کی حالت میں تھا کہ پیغام اجل آگیا۔ اسی طرح سیر و مغازی کا آغاز بطرز ناول اسلامی
شروع کیا تھا صرف چند اوراق مطبوع ہوئے تھے کہ پیمانہ حیات لبریز ہو گیا۔ ۔ ۔

. . . .

. . . . امہات المومنین کا نہایت مبسوط تحقیقی و
الزامی جواب لکھنا شروع کیا تھا جو ناتمام رہا۔ ادب میں سبعہ معلقہ کی شرح تحریر فرمائی
جو پانچ قصیدہ تک صاف ہو کر رہ گئی۔ اس کے سوا بکثرت مضامین نافعہ تحفہ حنفیہ
میں شائع ہوئے اگر عمر وفا کرتی تو خدا معلوم کیا کیا کارنمایاں ظہور میں آتے۔ نظم
میں بھی ماشاء اللہ عجب لطیف و نازک طبیعت پائی تھی اردو فارسی کے علاوہ عربی
قصائد بھی ارشاد فرماتے مگر کم اتفاق ہوتا۔ علوم ظاہر یہ و پابندی ظاہر شریعت و تقوے کیساتھ
علوم باطن و سلوک طریقت سے بھی خبردار تھے اجازت و خلافت طریقہ عالیہ قادریہ

ودیگر سلاسل چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی آپ کو حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اور حضرت
سیدنا مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ۔ اور حضرت مولانا الحاج شاہ
محمد عبد العزیز کی قدس سرہٗ سے حاصل تھی۔ دماغ جان خوشبوئے معرفت سے معطر
دل جلوہ حق جمال سے منور حضور پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ
شان فنائیت و محبوبیت جلوہ گر تھی۔ آپ کے ذکر جمیل کے عاشق زار تھے سولہ برس کی
عمر میں ہمرکابی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ فریضہ حج سے فارغ ہو کر حاضر دربار سراپا انوار
حضور سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ دن خدمت و نفع رسانی خلق اللہ میں
وقف تھا یا دینی کتب طب ہوتا یا مریضوں کے معالجہ میں وقت گزرتا غربا کو مفت دوائیں
دیجاتیں۔ بلکہ غریب مریضوں کے جو زیر علاج ہوتے گھر پر تشریف لیجاتے دامے درمے
مدد فرماتے۔ امیر و غریب کسی سے کبھی بسلسلہ طب و حکمت ایک پیسہ نہیں لیا سیکڑوں
آنکھیں آپ کو یاد کر کے اور آجکل کے اطبا کا طرز عمل دیکھ دیکھ کر محو رشک اشکریزی ہو جاتی
ہیں کبھی انجاح حاجات غربا و مساکین میں دوا دوش ہوتی کبھی ہدایت و نفع رسانی
مسلمین کے لئے تصنیف رسائل مفید و مضامین نافعہ کا شغل رہتا شب کو ذکر و فکر یاد الٰہی
میں استغراق کامل رہتا غرض عجب لیل و نہار تھے۔ آپ نے اپنے حسن تدبیر و فکر صائب
سے احیاء سنت و اماتت بدعت کے متعلق ایسے ایسے اہم اور عمدہ و دشوار امور با
حسن وجوہ انجام دئے جو قیامت تک بطور باقیات صالحات کام دیں گے خاص ان ایام میں
بسبب اختلاط قرب و قرابت و کثرت مرافقت و مواددت فرقہ شیعہ بعض قلوب میں
اس قدر مداہنت نے اثر کر لیا تھا کہ ملاطفت ظاہری کے علاوہ یہ اختلاط ضعف ایمانی کا
سبب ہو چلا تھا۔ ماہ محرم الحرام کے عشرہ اولیٰ میں مجالس ذکر شہادت حضرات سبطین کر
یمین علیہم السلام میں رافضی شعرا شیعہ حضرات کے شعر شعر کی رگ و پے میں بوئے سب و تبرا اور
اتہام و افترا سازی ہوتی ہے خود انہیں کے سوز خوانوں یا کتاب خوانوں سے پڑھوائے
جاتے تھے۔ اس محی سنت بیضا نے ان عزاداران اہلسنت کو خواب غفلت سے چونکایا
اثر تقریر تو وہ خداداد تھا کہ جس سے دو باتیں کر لیں اپنا بنا لیا۔ فدایان حضرت محبوب اکرم

دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ پر توِ محبوبیت ڈالا تھا کہ سارا شہر ثنا خواں اور فدائی تھا۔ آپ نے ایک مجمع عام اہلسنت میں یہ رائے پیش کی مجالس شہادت کا یہ نامہذب طریقہ بدلنا چاہئے اور طرز مرغوب جو عند اللہ اور عند الرسول مستحسن و محبوب ہو قایم کرنا چاہئے۔ اگرچہ بادی النظر میں بسبب اختلاط و شدت ارتباط یہ طریقہ بدلنا دشوار معلوم ہوتا تھا مگر آپ کے خلوص قلبی نے رنگ دکھایا تمام اہلسنت نے متفقہ طور پر آپ کی اصابت رائے کو پسند کیا۔ تین سال تک آپ نے خود اہتمام کیا ایک ایک دن تین تین چار چار مقام پر ذکر شہادت و فضائل اہلبیت اس خوبی و خوش اسلوبی سے بیان فرماتے۔ کہ عرصہ مجلس نمونہ میدان کربلا بنجا تا در و دیوار گریہ کناں معلوم ہوتے۔ بعض وقت خود بھی روتے روتے بیہوش ہو جاتے۔ واقعات شہادت کا بیان کرنا در اصل آپکا حصہ ہو گیا تھا۔ التزام صحت روایات اس قدر تھا کہ کیا ممکن کبھی ایک لفظ خلاف طریقہ اہلسنت نکل جاتا۔ واقعات شہادت کے متعلق ایک رسالہ بھی صحت روایات کے ساتھ آپ نے ترتیب دینا شروع کیا تھا۔ جو پورا نہ ہو سکا۔ تحفظ عقائد کے لئے آپ نے جامع شمسی کے قدیم مدرسہ کو جو عرف نمکدان نامہ ہو چکا تھا از سر نو حیات تازہ بخشی اپنے پر زور مواعظ سے شہر والوں کے قلوب کو ہلا ڈالا۔ ۱۱ صفر ۱۳۱۷ھ کو مدرسہ کا افتتاحی جلسہ نہایت عظیم الشان پیمانہ پر منعقد کیا گیا علما و مشایخ شرکت کے لئے تشریف لائے۔

الحمد للہ کہ وہ مدرسہ ابتک جاری ہے اور آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد عبد الماجد صاحب کے زیر اہتمام جو ترقی کر رہا ہے وہ کوئی پوشیدہ راز نہیں ہے ہر سال کے عظیم الشان جلسے مدرسہ کی ترقی کی شہادت دیتے ہیں۔

شہید مرحوم کے احسانات بدایوں اور اہل بدایوں کبھی فراموش نہیں کر سکتے باوجود کثرت مشاغل حفظ کلام مجید کا شوق یکبارگی پیدا ہوا رمضان المبارک میں تھوڑا تھوڑا یاد کر کے شب کو محراب میں سناتے لیکن نوبت اتمام نہ پہونچی۔ اس طرح آپ نے زمرہ حفاظ کلام ربانی میں بھی اپنا چہرہ لکھا لیا۔ جہاں آپ کا حسن اخلاق حسن سیرت حسن معاملات ایک عالم کو گرویدہ بنائے ہوئے تھا وہاں آپ کے حسن صورت نے بھی

شان محبوبیت حضور محبوب اکرم دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا جلوہ تھا۔ والد بزرگوار اور جد امجد کی طرح قسام ازل کی بارگاہ سے تھوڑی عمر لکھا کر لائے تھے۔ جمادی الاخری ایام عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول رحمۃ اللہ علیہ میں حسب معمول ششم جمادی الاخر کو فضائل اہلبیت اطہار وائمہ کبار اور ذکر شہادت بیان کیا جاتا تھا۔ ۱۳۱۰ھ ماہ مبارک کو مزار فائز الانوار کے مواجہہ میں پہنچکر آپ نے بیان شہادت کچھ اس رنگ اور جوشیلے انداز سے پڑھا کہ ساری محفل نمونہ محشر بن گئی در و دیوار سے برکات و انوار کریلا ئے معلیٰ کی بارش ہوتی معلوم ہوتی تھی۔ ہزار ہا اہل اسلام سادات کرام مشائخ عظام۔ علماء اعلام جو بتقریب عرس سراپا قدس شریک محفل تھے۔ بیخودانہ اضطراب کے ساتھ اشکبار تھے ختم بیان کے وقت جب دعا کو ہاتھ اوٹھائے عروس قبول باب اجابت کے حجرہ کو تک لبیک گویاں برآمد ہوئی حضار محفل ہر دعائیہ فقرہ پر پکار پکار آمین کہتے جاتے تھے۔ و فعتہً بکمال جذبہ حقانی و کشش غیبی یہ دعا بھی مانگی کہ الٰہی بہ برکت شہادت اہلبیت رسالت و عترت خاندان نبوت اپنے اس بندہ گنہگار کو بھی خمخانہ شہادت سے ایک جام عطا ہو اگرچہ آپ کا بکمال الحاح و تضرع حضرت رب العزت میں یہ عرض کرنا سب احباب کے دل میں ایک عجب طرح کا ولولہ انگیز اثر کر گیا۔ مگر چونکہ حجاب غفلت درمیان تھا اس وقت کوئی یہ نہ سمجھا کہ یہ دعا تیر بہدف بن چکی۔ اور اس سچے خلوص والے کے پاک قلب سے نکلکر سیدھی دربار قبول تک پہونچی اور اجابت کے گہوارہ میں اپنا بستر استراحت بچھالیا لو اقسم علی اللہ لابرہ کی شان تجلی ریز ہوئی اس وقت اس مشتاق قلب کی مچلی ہوئی تمناؤں کا سچے جذبے کے ساتھ دعا کرنا اور ہزاروں اہل اسلام کا آمین کہنا ایسا موثر ہوا کہ چالیس روز کے اندر ہی اندر عروس شہادت سے خلوت قرب و اتصال میں ہمکنار ہوئے۔ من طلب الشہادۃ صادقا اعطیہا ولم تصبہ یعنی جو شخص خدا سے درجۂ شہادت مانگے گا اور صدق و خلوص سے یہ دعا کرے گا وہ اگرچہ ظاہر میں شہید نہ ہو لیکن اس مرتبہ کی سرفرازی اس کو حاصل ہو گی۔ اس درد انگیز سانحہ ہوشربا اور حادثہ جانگزا کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ پٹنہ میں قاضی عبد الوحید صاحب مرحوم کے مدرسہ اہلسنت کا ششماہی جلسہ

امتحان تھا قاضی صاحب مرحوم کو آپ کے ساتھ ایک خاص عقیدت آمیز محبت تھی
اس وجہ سے جلسہ کا سارا دارومدار آپ پر موقوف کر دیا تھا پیشتر سے آپ نے تمام علماء
اہلسنت کو شرکت کے لئے مدعو کیا اطراف و جوانب میں خود چل پھر کر مشائخ کو آمادہ شرکت
کیا یہاں تک کہ آپ کی سعی اور شان اثر کی بدولت تمام مشاہیر اہلسنت پٹنہ پہنچ گئے ٹھیک
وقت پر خود بھی بہمراہی حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ ایک پر رونق قافلہ کی برات کے
دولہا بنکر بدایوں سے روانہ ہوئے ریل کے سفر میں اوقات مستحبہ صلوٰۃ خمسہ کا انتظام
جس قدر دشوار ہے وہ ظاہر ہے لیکن آپ کی ہمت قویہ کے سامنے رب العزت نے
اس کو بھی آسان کر دیا تھا۔ اثناء راہ میں ایک اسٹیشن پر نماز فجر کے اہتمام کے واسطے
بقصد طہارت اُترے جب پھر چڑھنے کا قصد کیا تقدیر ازلی نے اپنی طرف ہاتھ کھینچا
پاؤں پھسلا ریل چل نکلی گر کر ریل کے نیچے قریب پہیہ کے پہنچ گئے حتیٰ کہ دامن اس کے
ساتھ اُلجھکر گردش کھانے لگا جس کے باعث کئی مرتبہ یہ نوبت آئی کہ خود بھی پہیہ کے
نیچے آکر دب جائیں۔ اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ لیکن خود فرماتے تھے
کہ اس حالت میں میرے ہوش و حواس بالکل بجا تھے اور ذرا بھی ہراس و وسواس پاس
نہ تھا توجہ کامل اور اخلاص دل سے روح پر فتوح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مائل
اور مستمد و متوسل تھا۔ ہر گردش میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بار بار اس جانب سے
ہٹا کر باہر کی طرف کر دیتا ہے۔ اس حالت میں اگر جسم نازک گرنے کے باعث زخموں سے
چور تھا لیکن کرامت قویہ کا کس قدر کھلا ہوا ظہور تھا کہ جس وقت ریل رو کی گئی ہے یہ
مرد خدا اپنی قوت ہمت سے اسم پڑھتا ہوا۔ ریل کے نیچے سے خود نکل آیا۔ تمام دیکھنے والے
متحیر تھے سب کو موت کا یقین تھا۔ یہ تحیر اور بھی ترقی پذیر ہوا جب بغور دیکھنے سے معلوم
ہوا کہ کوئی زخم کاری نہیں ہے نہ کسی مقام پر کوئی ضرب شدید آئی ہے۔ ہاتھ پیر ٹوٹنا تو
درکنار مسافرین میں اس خرق عادت کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ ہمراہیان پریشان خاطر نے ہاتھوں
ہاتھ لیا۔ جب ذرا آپ کی طبیعت کو افاقہ معلوم ہوا تو مکان واپسی کا اصرار کیا لیکن
آپ نے یہی فرمایا کہ اب مکان پلٹنا منظور نہیں جس نیت سے گھر چھوڑا ہے وہ کام

دینیہ بہت اہم امر ہے۔ اس کی شرکت جان سے مقدم ہے اللہ اکبر جانبازان حق ایسے ہوتے
ہیں کن کن تکالیف کا سامنا اور کیسی ہمت۔ بیشک اہل اللہ میدان محبت کے سچے ثابت قدم
جان کو جان بوجھکر رضاء جاناں میں مٹانے والے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے کامل مصداق
اللھم اجعلنا منھم۔ آپ کے اصرار سے آپ کو عظیم آباد لیکر گئے راہ میں چپرہ اسٹیشن
پر ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا کہ وہاں پلیگ ڈیوٹی کے ڈاکٹر نے قرنطینہ میں روک لیا
بدقت تمام یہاں سے نجات حاصل ہوئی پٹنہ پہونچے وہاں آپ آٹھ روز تک صاحب
فراش رہے پھر عارضہ اسہال شروع ہوا۔ پھر اسی میں درد ذات الجنب کے دورہ کی
شدت ہوئی لیکن ان سب مصائب میں جن کو سنکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس پیکر قدس
اسلام نے کبھی زبان سے اُف نہ کیا۔ کبھی کوئی کلمہ شکایت یا محبت دنیا یا یاد وطن کا
لب تک نہ آیا۔ ہر وقت ذکر و فکر و یاد خدا و رسول کا وظیفہ تھا۔ ذاکر رسول اللہ جو کہ
تاریخ ولادت تھی اسی کا کرشمہ وقت وفات تک اظہار ہوتا رہا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے
کہ اشرار ندوہ کی خلاف انسانیت شرمناک سازش بذریعہ کسی دوائے مہلک کے
آپ کی شہادت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ ندوہ کو اس فاضل نوجوان کی ذات والاصفات
سے بڑی بڑی مذہبی خفتیں اٹھانا پڑی تھیں اور اس وقت دونوں جلسہ عظیم الشان
پیمانوں پر وہاں ہو رہے تھے۔ ادھر تیرھویں تاریخ ماہ رجب المرجب کو جلسہ اہل سنت کا
اختتام ہوا۔ علماء کرام اور مشائخ عظام نے جو اس روز بھی حسب معمول بعد ختم جلسہ آپ کی
عیادت کو تشریف لائے اور ختم جلسہ کی خبر آپ کو پہنچائی۔ اودھر آپ نے شکریہ الٰہی
ادا فرمایا اور نہایت مردانہ وار نماز عشاء مع وتر ادا فرمائی اس کے بعد قریب آدھ گھنٹہ
یاد الٰہی میں مصروف و مستغرق رہکر شب پنجشنبہ میں جس کی صبح کو چودھویں تاریخ ہونے کو
تھی نہایت سرور و انبساط کے ساتھ ۳۵ سال کی عمر میں واصل بحضرت ذوالجلال ہو گئے

صورت از بے صورتی آمد بروں

عاقبت انا الیہ راجعون

جہان اسلام میں کہرام مچگیا۔ اہل سنت کی سچی سجائی برات کا دولہ غربت و بیکسی میں

عروس شہادت سے ہمکنار ہوا۔ باغ قادری کا نو شگفتہ پھول یکایک مرجھا گیا چمنستان علم
کا تازہ و شاداب گل نوبہار یک بیک کمہلایا ہندوستان بھر میں اس سانحہ عظیم سے
قلق وملال کی ایک لہر دوڑ گئی۔ بکثرت اکابر علماء ومشائخ صلحاء واتقیاء سے اہل ہند کا اجتماع
اس وقت بسبب جلسہ اہلسنت وندوۃ العلما پٹنہ میں ہو رہا تھا تھوڑی دیر میں سارے
شہر میں آپ کی خبر رحلت مشہور ہو گئی حضرت سیدی تاج الفحول نے حضرت مولانا
حافظ شاہ عبد الصمد صاحب مودودی چشتی سہسوانی کو یہ فرما کر کہ سید صاحب آپ
شہید مرحوم کے بہت زیادہ نازبردار اور ان کی آرائش کا ہر وقت خیال رکھنے والے
تھے آج آپ ہی ان کو غسل میت بھی دیجئے غسل کے لئے منتخب کیا چنانچہ حضرت سید صاحب
اور حضرت اقدس مولانا شاہ مطیع الرسول قبلہ مدظلہم العالی بشراکت مولانا فضل مجید صاحب
مرحوم اور مولوی مفتی کریم احمد صاحب مولانا عبد الواحد خانصاحب رامپوری غسل دیا
مولوی ستار بخش صاحب قادری جو ذرا دیر کو بھی جدا نہ ہوتے تھے بانکی پور سول سرجن صاحب
کے بنگلہ پر بھیجے گئے تاکہ شب ہی میں جنازہ کی روانگی کا سارٹیفکیٹ لکھوا لیا جائے۔ بعد
تجہیز وتکفین نماز جنازہ شب ہی میں ادا ہوئی تمام علماء ومشائخ موافق مخالف بجز قاضی
علی احمد بدایونی جو باوجود اطلاع یابی اور موجودگی
نہ نماز میں شریک ہوئے نہ جنازہ کی معیت میں حصہ لیا۔ اور باقی اکثر شریک تھے
بفرمائش حضرت تاج الفحول قدس سرہ حضرت مولانا شاہ امین احمد صاحب بہاری سجادہ
آستانہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی
شاہ صاحب صوبہ بہار کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے وقت کے فرد الافراد تھے جلسہ
اہل سنت میں حضرت تاج الفحول ح نے آپ کو ہی صدر بنایا تھا نماز جنازہ کے بعد حضرت
تاج الفحول قدس سرہ
حضرت قبلہ مولانا صاحب مدظلہ سے یہ فرما کر کہ میں دہلی جاتا ہوں اور وہاں سے شہید مرحوم کی اہلیہ
محترمہ کو ہمراہ لا کر جا لیتا آؤنگا ریلوے اسٹیشن پر مشائع جنازہ ہو جاؤنگا چار گھنٹہ قبل فرودگاہ
سے رخصت ہو کر اسٹیشن تشریف لائے ٹکٹ لیلئے لیکن اسی اثنا میں مولوی محمد فاروق صاحب

چھپا کوئی اسٹیشن پر آگئے بجائے اس کے کہ آپ کے لخت جگر کی تعزیت کرتے سلسلہ کلام اس طرح شروع کر دیا کہ میں مولانا عنایت رسول صاحب چریا کوٹی کا چھوٹا بھائی اور شاگرد ہوں جو آپ کے والد ماجد کے تلامذہ میں سے تھے اس اعتبار سے آپ میرے استاذ زادے اور واجب التعظیم بزرگ ہیں میں ندوہ میں بغرض اصلاح شریک ہوا ہوں اور مدرسی کو بھی اسی نیت سے قبول کیا ہے۔ اس کے بعد ندوہ کی خرافات کا اقرار کرتے ہوئے اس کی اصلاح کے متعلق مکالمہ شروع کر دیا جس کا مجمل تذکرہ دربارِ حق وہدایت میں موجود ہے۔ یہاں صرف حضرت تاج الفحول کی حقانیت وحق کوشی قابل دید ہے کہ باوجود اس شدید صدمے اور راس سخت پریشانی کے اظہار حقانیت میں کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ یہانتک کہ دو ٹرینیں دہلی جانے والی روانہ ہوگئیں۔ اور جنازہ بھی اسٹیشن پر آگیا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے جب یہ سنا کہ حضرت تاج الفحول ہنوز اسٹیشن پر موجود ہیں اور ایک بے موقعہ اور فضول گفتگو سے مکالمہ فرما رہے ہیں۔ فوراً حضرت تاج الفحول کے قریب حاضر ہوئے مولوی فاروق صاحب کی اس حرکت پر سخت غضب ناک ہوئے آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں حضرت فاضل بریلوی کا یہ غصہ اگرچہ صرف اس اظہار افسوس کے لئے تھا کہ باوجود علم کے مولوی مولوی فاروق صاحب نے ایک پاک دکھے ہوئے دل پر بیکار نمک فشانی کی ہے اور ایسے سخت ضروری وقت میں بیکار بحث چھیڑ کر وقت ضایع کیا ہے تاہم حضرت تاج الفحول نے فاضل بریلوی کے غصہ کو یہ کہکر فرو فرمایا کہ مولانا اگرچہ مولوی عبدالقیوم میرے ایک بچہ کا انتقال ہوچکا اب میرا دوسرا حقیقی بیٹا مولوی عبدالمقتدر صاحب (خدانخواستہ) بھی اگر فوت ہو جائے تو بھی مجھے کچھ پروا نہ ہو اور میں مولوی فاروق ہوں یا اور کوئی مولوی صاحب ہوں اظہار حق میں ذرا دریغ نہ کروں حضرت فاضل بریلوی فرط ادب سے حضور بجا و درست کہکر خاموش تو ہوگئے مگر مولوی فاروق صاحب کی اس بے محل گفتگو اور بے وقت وعدہ وعید سے سخت ناراض تھے اور بار بار سورۃ منافقون کی بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے۔ غرض حضرت تاج الفحول دہلی روانہ ہوئے

اور جنازہ اسپیشل گاڑی میں بدایوں کو براہ آنولہ روانہ ہوا جس وقت سے شہر بریلی میں
نوشاہ قادری کی شہادت کی خبر مستند تاروں سے معلوم ہوئی اسی وقت سے سارا
شہر ماتمکدہ بنا ہوا تھا وقت وقت اور سنت جماعت کا انتظار ہو رہا تھا۔ بریلی۔ شاہجہانپور
لکھنؤ تک لوگ پہنچ چکے تھے آنولہ پر تو مسلمین کا ایک روز قبل سے ہجوم تھا۔
۱۶ رجب المرجب شب کے وقت گاڑی آنولہ ریلوے اسٹیشن پہونچی اور سترھویں
رجب کو علی الصباح آنولہ سے چلکر حوالی بدایوں میں جنازہ آگیا سارا شہر گریہ کناں مصیبت
میں در و دیوار سے گریہ و بکا کی آوازیں آتی تھیں۔ اسی دن اس نونہال گلشن قادری
کو آستانہ قادریہ میں اپنے فرحید امجد کے پاس مزار میں استراحت کر دیا گیا۔ یہاں یہ بات
بھی قابل تذکرہ ہے کہ حضرت تاج الفحول نے جب قصیدہ مبارک ۵ مہر بار مجھ پہ ہے
اللہ تعالیٰ میرا غوث اعظم کو کیا فضل سے آقا میرا) تحریر فرمایا تو حضرت شہید مرحوم
نے عرض کیا کہ حضور یہ شعر (تمام والا ج لکھا جائے کفن پر میرے ٭ دھوم پڑ جائے
جدھر نکلے جنازہ میرا) مجھے مرحمت فرمائی جائے حضرت اقدس نے تبسم
کہکر سکوت فرمایا نتیجہ و فال شعر ردنما ہو کر رہا شہید مرحوم نے دو صاحبزادہ ایک مولانا
عبد الماجد صاحب اور ایک عبد الحامد صاحب اور ایک صاحبزادی جو مولوی ظہور الحق
نواسہ حضرت مولانا سراج الحق صاحب قدس سرہ کے عقد میں ہیں اپنی یادگار
چھوڑیں اس سانحہ جانکاہ پر بے عد تاریخیں عربی فارسی اردو میں اہل فن نے لکھیں
تعزیت کے خطوط نثر و نظم قطعے مسدس۔ مثنویاں سب ہی کچھ موصول ہوئے۔
جن میں سے چند یہاں بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ باقی بخوف طوالت آئندہ کسی موقع کیلئے
ملتوی کی جاتی ہیں۔

قطعہ

عالم کامل طبیب تاجدار	عبد قیوم آں وحید روزگار
آں شہادت منصب اعلیٰ گرفت	روح پاکش رفت در دار القرار
باقی از فوت او اہل جہاں	نوحہ خواں اندر فراقش روزگار
تا بکے ایں گریہ نالہ تا بہ کے	تا بکے باشی حسن تو اشکبار

مخدومی ومطاعی جناب مولانا شاہ حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری دامت برکاتہم

آپ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی منظور حق تاریخی نام ہے تحصیل و تکمیل مدرسہ قادریہ میں ہی کی حضرت شہید مرحوم اور حضرت تاج الفحول قدس سرہ سے بھی علمی فیض و برکت حاصل کی ابتدائی تعلیم مولانا محب احمد صاحب تلمیذ کی پائی تکمیل حضرت قبلہ مطلہم الاقدس سے کی فن طب کی تکمیل حکیم غلام رضا خاں صاحب دہلوی سے حاصل کی طبی کالج سے سند طب حاصل کرنے کے بعد بدایوں آکر جو علمی خدمات انجام دیں وہ عالم آشکار ہیں مدرسہ شمس العلوم کو زندگی تازہ بخشی شہر میں علمی چہل پہل کو از سر نو فروغ دیا۔ وعظ کی ابتدا حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے سامنے ہی ہو چکی تھی لیکن اب تو زور تقریر کے اعتبار سے ملک میں فرد یکتا مانے جاتے ہیں ہندوستان کے مشاہیر واعظین میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کی شہرت منت کش تحریر ہونے سے بے نیاز ہے۔ بڑی بڑی انجمنیں بڑی بڑی تحریکیں آپ کی شرکت سے فروغ پاتی ہیں جس کام میں ہاتھ ڈالا اس کو معراج ترقی پر پہنچا کر چھوڑا۔ زور تقریر کے علاوہ زور تحریر بھی ایک نئی شان کے ساتھ موجود ہے۔ نظم و نثر بے تکلف قلم برداشتہ لکھنا ایک معمولی سی بات ہے باوجود اس عظمت و وقار کے جو تمام ملک میں کیا جاتا ہے مزاج میں خودی و خود نمائی نہیں ہر شخص سے بے تکلفی ہر بات میں سادگی۔ آن والوں کیساتھ آن محبت والوں کے ساتھ محبت جزو اخلاق ہے تمام شہر گرویدہ ہے مدرسہ شمس العلوم کے سالانہ جلسوں میں آپ کی سعی مشکور ہوتی ہے وعظ کا ملکہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں پیدا کر دیا ہے۔ ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں چھوٹے چھوٹے بچے نہایت بیباکی کے ساتھ تقریر کرتے ہیں جو ہر سال ہزاروں لوگ دیکھتے ہیں۔ عزیزم مولوی جمیل احمد صاحب قادری اور مولوی عبد الواحد صاحب (مولوی فاضل) مولانا سید عیسیٰ علی صاحب و مولوی حکیم حبیب الرحمان صاحب مارہروی جو اپنی خوش بیانی اور زوردار تقریروں کے باعث واعظین کے زمرہ میں آچکے ہیں صرف آپ کی ہی کوشش کے ثمرات ہیں تصنیف کا شغل بھی ہے خلاصۃ العقائد۔ خلاصۃ المنطق خلاصہ فلسفہ دربار علم جواز عرس قول السدید وغیرہ تصنیفات مقبول و مشہور ہیں کتابیں آپ کی تصنیف سے مطبوع ہو چکی ہیں شادی جناب مولوی ابرار الحق صاحب

کیفیت مرحوم کی دختر سے ہوئی ہے دو لڑکے عبدالواحد اور عبدالواحد صغیرسن موجود ہیں خداوند کریم عمر و درجات میں ترقی عطا فرمائے۔

صاحبزادہ مولوی عبدالحامد صاحب سلمہ۔ یہ چھوٹے صاحبزادہ حضرت شہید مرحوم کے ہیں ہنجانب والدہ آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث اعظم تک پہنچتا ہے حکیم صاحب کے سامنے ہی بتاریخ ۱۳۱۸ھ دہلی میں پیدا ہوئے چونکہ ایام حمل پورے ہونے سے پہلے ساتویں مہینے پیدا ہوئے اس لئے بالکل مضغہ گوشت تھے بڑی اللہ آمین سے پالے گئے خدا نے زندگی عطا کی ایام رضاعت ہی میں والد کا سایہ سر سے اوٹھ گیا والدہ نے پالا پرورش کیا اس وقت خدا کے فضل سے پندرھویں سال میں ہیں حضرت صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عبدالقدیر صاحب سے تعلیم پاتے ہیں محمد ذوالفقار حق تاریخی ۱۳۱۸ نام ہے۔ خداوند کریم علم و عمر میں برکت دے۔

قبلۂ ارباب قبول حضرت تاج الفحول شیخ الاسلام فی الہند مولانا شاہ مظہر حق عبدالقادر محب الرسول قدس سرہٗ

آپ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہٗ کے صاحبزادہ اصغر ہیں۔ ولادت باسعادت ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ کو ہوئی۔ بالہام باطن شیخ الاسلام فی الہند یوم ولادت سے بطور اسم تاریخی آپ کا لقب قرار دیا گیا جد امجد حضرت شہید ی عین الحق ۱۲۵۳ھ قدس سرہٗ نے مظہر حق تاریخی نام مقرر فرمایا۔ اور بروز عقیقہ باشارۂ حضور غوثیت مآب دستگیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا اسم شریف عبدالقادر ۱۲۵۳ھ رکھا گیا والد بزرگوار نے محب الرسول جزو نام قرار دیا۔ آپ کے ایام طفولیت کے دیکھنے والے متواتر بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں جبکہ عام بچوں کو بات کرنے تک کا ہوش نہیں ہوتا سوائے لہو و لعب کچھ سمجھ بھی نہیں سکتے آپ کو ایسا احیائے دین متین اور اتباع شرع مبین ملحوظ خاطر تھا کہ

بلاکسی کی تعلیم کے بدعات مروجہ زمانہ حال یعنی تعزیہ وغیرہ دیکھنے تک کے روادار نہ ہوتے تھے۔ نہ کسی امر خلاف شریعت کی طرف کبھی طبع اقدس متوجہ ہوتی تھی۔ تقریب بسم اللہ خوانی آپ کے جد امجد حضرت قدس سرہ المجید نے ادا فرمائی اُس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا حضرت اُستاذ الاساتذہ نور مجسم مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جو آپ کے عم مکرم تھے کمالات علمیہ میں آپ کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اُس کے بعد آپ نے معقول کو حضرت استاذ مطلق علامہ عصر جناب مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ سے بکمال تحقیق اخذ فرمایا حضرت استاذ مطلق اپنے تلامذہ میں سے آپ پر ناز کرتے آپ کی تعلیم مائیہ اعزاز جانتے اور آپ پر ہمیشہ فخر کرتے۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صاحب قوت قدسیہ ہر زمانہ میں ظاہر نہیں ہوتے وقتاً بعد وقتٍ اور عصراً بعد عصرٍ پیدا ہوتے ہیں اگر اس زمانہ میں کسی کا وجود مانا جائے تو آپ کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ یہ ہیں یہ ہی باربار کہا کرتے کہ ان کے ذہن کی جودت و سلاست ابوالفضل و فیضی کے اذہان ثاقبہ کی جودت کو مات کرتی ہے۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد آپ کے ذہن خداداد کی شان میں ارشاد فرماتے کہ مجھسے مولانا فیض احمد صاحب قدس سرہٗ کی ذہانت و ذکاوت زیادہ ہے مگر برخوردار عبد القادر کی ذہانت مجھسے اور مولوی فیض احمد صاحب دونوں سے زیادہ ہے۔ مولانا فضل حق علیہ الرحمۃ کے صدہا شاگردوں میں چار بزرگ عناصر اربعہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایک مولانا کے صاحبزادہ مولانا عبد الحق صاحب۔ دوسرے مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری۔ تیسرے مولانا ہدایت اللہ خانصاحب رامپوری چوتھے حضرت تاج الفحول رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین لیکن بقول حضرت مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی ہر سہ صاحب کسی خاص فن میں یکتائے عصر اور وحید روزگار ہیں مگر حضرت تاج الفحول کا تبحر اور جامعیت جملہ علوم و فنون میں ہے۔ اس بات کے آنکھوں سے دیکھنے والے صدہا موجود ہیں کہ جس زمانہ میں حضور اقدس تاج الفحول کافیہ پڑھتے تھے فوائد ضیائیہ کا اپنے طلبہ کو بلا تکلف خوب سمجھا کر درس دیا کرتے تھے۔ بعد فراغ علوم عقلیہ و نقلیہ سند اجازت حدیث اپنے والد ماجد سے لی اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے

[illegible] قدسی میں جب پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا بذریعہ والا نامہ خلافت عامہ و اجازت تامہ سے سرفراز کی گئی۔ وہ ودائع جو سینہ بسینہ مفوض ہوتے چلے آتے تھے اپنے مقر پر آ ٹھہرے۔ اسی سفر میں حرم محترم میں حاضر ہو کر بارشاد والد بزرگوار امام المحدثین مقدام المفسرین حضرت سیدنا مولانا شیخ میاں عمر حنفی المکی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حدیث حاصل فرمائی۔ علم حدیث میں امام بخاری، فقہ میں حضرت امام اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ کوفی، اصول میں امام علی بزدوی فخر الاسلام، تصوف سلوک میں امام غزالی، تصوف حقائق میں حضرت شیخ ابن عربی سے اگر آپ کو تشبیہ دی جائے تو اہل حق تسلیم کرنے کے لئے گردن جھکا دیں۔ اسی طرح نسبت قویہ قادریہ کے اعتبار سے اگر آپ کو مظہر اتم حضور غوث اعظم قرار دیا جائے تو اہل بصیرت عبد القادر الثانی آپ کو سمجھنے کیلئے آمادہ نظر آئیں۔ معقولات اوج بہ تعلق رکھے اور قصداً اور عمداً بعد انتہا رفقہ بالکلیہ چھوڑ بیٹھے۔ جب آپ کے سامنے معمولی دماغ والے طلبہ کوئی مسئلہ پیش کرتے تو کیسا ہی مشکل سے مشکل مقام ہوتا دقیق سے دقیق توجیہ میں اس فصاحت و وضاحت سے سمجھا دیا کہ بڑے بڑے مناظرین فلاسفین منہ دیکھتے رہ جاتے۔ عرفانی فلسفہ کی چمک اور حقائق تصوف کی جھلک نے وہ جلوہ ریزی کی کہ فلسفہ یونانیان بالکل نگاہ سے گر گیا۔ روحانیات کا عالم تجلیات ہر وقت پیش نظر تھا۔ پھر ظلمت سائنس کی کیا قسمت آپ کے نزدیک ہو سکتی تھی۔ ایک مقام پر خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

پڑھا تھا یا لکھا تھا علم دنیا جس قدر بیچ
کیا وہ شکر خو سب بھول یا محبوب سبحانی

باطن بینی کی لذت آشنا نگاہیں جب عرفان الہی کی پرفضا مناظر کی سیریں کرنے لگتی ہیں تو ظاہری علوم سے اسی طرح تنہا رہ جایا کرتا ہے جیسا کہ ارباب بصیرت و اصحاب طریقت کے اقوال سے ظاہر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

آنکہ جانش ذوق عرفاں یافتہ — نور غیبی در درونش تافتہ
سوئے قیل و قال کے رو کند — کے نظر جز نور حق ہر سو کند

او ز اسرار قدم آگاہ شد	باقی باللہ و فانی اللہ شد
علم ظاہر پیش او یک ذرۂ	پیش طوفانِ خرد یک قطرۂ
بو علی پس خوردۂ یونانیاں	ہیچ باشد پیش علم روحشاں
صد نکات و صد رموز فلسفہ	بدتر از صد جہل پیش معرفہ
عارف دانندہ اسرار کن	نوحہ خواں محفل علم لدن
شغل دل در علم یوناں کے کند	دل سوئے ایں ہرزہ گو پا کے نہد

باایں ہمہ اگر طلبہ کا اشتیاق و اصرار حد سے گذرتا تو سرسری طور سے قاضی صدرا وغیرہ
جو عام علماء کی نظر غائر سے کہیں اعلیٰ ہے پڑھا دیا کرتے ورنہ اکثر توحید تلامذہ کے سپرد
معقول کے اسباق کر دیے گئے تھے سوچ حرمین شریفین جو متعدد بار آپ نے فرمائے
جہاز میں متواتر ایام قیام میں بحکم مرشد فیجاہ بخاری شریف کے بکثرت دور حلقۂ الاتصال
بطور نشان آپ فرمایا کرتے تھے۔ سوائے حاجات ضروریہ بشریہ کے اکثر اوقات بخاری
شریف کے دور میں مشغول رہتے تھے یہی سبب تھا کہ پاک صحیفوں کی برکت اور
قوت حافظہ کی جودت سے بخاری شریف حرفاً حرفاً آپ کو قریب حفظ تھی اور آپ کی
فضیلت سب سے اعلیٰ و بالاتھی کہ جس طرح آپ کلام الٰہی کے حافظ تھے اسی طرح
احادیث نبوی کے بھی حافظ تھے۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کی صحبت سراپا برکت
کے اثر سے یہ خصوصی شرف مولانا حافظ شاہ عبدالصمد صاحب چشتی مودودی
سہسوانی کو بھی حاصل تھا کہ وہ بھی اکثر پارہائے بخاری شریف کے حافظ تھے اور
حافظ بخاری شریف کہے جاتے تھے اکثر مفتیان زمانہ حال میں یہ مرض عام ہو گیا ہے
کہ فضول بغیر دیکھے بھالے بے سند لکھ دیتے ہیں یا اگر سند لکھتے بھی ہیں تو جواب سے
بیگانہ ہوتی ہے لیکن آپ کا خاص ارشاد اور حکم محکم ہے کہ فتوے لکھتے وقت نہایت
احتیاط کیا اور جب تک مخصوص جزئیہ نہ ملے قلم نہ اٹھاؤ محض یادداشت سے سند کتب
سے حوالہ ضروری سمجھو کچھ مدت تک طلبہ نے بالالتزام فتاوی جمع کرنے کا انتظام
کیا تھا چنانچہ چند مجموعے مرتب کیے گئے۔ اس کے بعد کثرت فتاوی اور قلت وقت

کے باعث یہ التزام ترک ہو گیا۔ اگر ترتیب وجمع کا خیال اور کوشش ہوتی تو آج
اہلسنت کو فتاوے نویسیوں کا منت کش احسان نہ ہونا پڑتا کاش موجودہ ذخیرہ ہی
اگر طبع ہو جائے تو لمبے لمبے دعوے والے ساری لن ترانیاں بھول جائیں۔ یہ خاص
شان آپ کے ہی دار الافتا کی ہے کہ فتاوی میں مطلب سے زیادہ طویل تمہیدیں اور
مقدمے کاغذ سیاہ کرنے اور نمائشی خانہ پری کرنے کے لئے نہیں بنائے جاتے
بلکہ فقط نفس جواب اور صحیح ترین ایسی واضح طور سے کہ مفید عامۂ اہل اسلام ہو
لکھ دی جاتی ہے۔ اگر علماء زمانہ کی طرح نام آوری ملحوظ ہوتی تو خدا معلوم کتنے حواشی
کتب درسیہ اور دفاتر مطولہ و اسفار مبسوطہ تصنیف ہو جاتے۔ مگر نہیں یہاں تو
ہمیشہ سے نور عرفاں کے جلوے اور فقر و فنا کے سراپا عجز و انکسار پیکر نے علم
جیسے بلند بالا مرتبہ اور آپے سے چل نکلنے والی اور غرور ناز و انداز والی چیز کو اتنا دبایا
کہ برائے نام بھی حرف تفاخر زبان تک نہ آیا جبتک شرعی ضرورت شدید نے
مجبور نہ کیا قلم نہ اٹھایا۔ فتنہ نجد کی دہکتی آگ بھڑکتے شعلے جب حد سے زیادہ آتش فشانیاں
دکھانے لگے۔ قلم حق رقم نے گردش کی وہابیہ اسماعیلیہ و اسحاقیہ و قاسمیہ اور فرق
روافض و تفضیلیہ کے الحاد پرور خیالات کی بیخ کنی فرمائی مگر تصانیف میں وہی
حقانیت کا رنگ وہی تہذیب و متانت کی شان جو علماء اہل حق کے شایان شان
ہے رونما رہی۔ آج کل کے خود نما مولویوں کی طرح طومار بیکار کا انبار نہ لگایا نہ دوسرے
نامہذب مصنفوں کا طریقہ لیا کہ ہر ہر حرف ہر ہر لفظ سے ضلع جگت کے ایجادی و اختراعی
اصطلاحات نے زنان بازاری کی زباندرازیوں کو شرما دیا ہے۔ حضرت تاج الفحول رح کی
تصانیف ایک انوکھا انداز اور نرالا پہلو لئے ہوئے ہیں تحقیق کا گویا اختتام کر دیا ہے آپ کو
تصنیف کا بے حد شوق تھا لیکن زیادہ تر تصانیف تلامذہ کے نام سے شایع ہوئی ہیں
مدرسہ عالیہ قادریہ کے عظیم الشان کتب خانہ میں صدہا مسودات مختلف علوم و فنون علم
کلام و مناظرہ میں دست اقدس کے لکھے ہوئے خود اس خاکسار بے ریا کی آنکھوں نے دیکھے
ہزارہا کتب کا ذخیرہ الحمد للہ کہ کتب خانہ میں موجود ہے مگر آپ کے زمانہ کی کوئی کتاب

ایسی نہیں کہ جس کے حاشیہ پر آپ کے قلم کی تحریرات موجود نہ ہوں ۱۳۴۰ھ میں جب
حضرت صاحبزادہ گرامیقدر مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ مدظلہم العالی
نے ترتیب کتب خانہ کا قصد فرمایا۔ اس خادم کو بھی حکم ہوا کہ ایام تعطیل اور فرصت
کے وقت ترتیب و تحریر اسمار کتب کی خدمت انجام دے۔ اُس وقت حضرت تاج الفحول
کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا تھا کہ جس کتاب کو اٹھا کر دیکھئے سرورق پر کتاب کا لب لباب
اور اُس کے ضروری مسائل کا اندراج آپ کے قلم کا لکھا ہوا موجود ملتا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ آپ
فارق حق و باطل تھے جملہ فرق مبتدعہ و باطلہ کی آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے اور
تلامذہ کے تلامذہ نے اس قدر خبر لی کہ انتہا ہوگئی اعلیٰ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ
راہ اول تھے حضرت تاج الفحول خاتم وہ موحد تھے یہ مکمل اُنھوں نے ایک پودا لگایا
انھوں نے سینچکر اور پرورش کر کے یہ نوبت پہنچائی کہ بروبار لایا تمام جہان نے فیض پایا۔
واعظین شیریں گفتار مقررین تیز وطرار ان نگاہوں نے ہزاروں دیکھے اور میں تو دعوے
کرتا ہوں کہ موجودہ واعظین و مقررین ہندمیں شاید ہی کوئی ذات ایسی ہوگی جس کی
لذت تقریر سے ضیا رسے نوا کے کان نا آشنا ہوں۔ مگر وہ سادگی وہ سلاست وہ زور تقریر وہ
قوت استدلال جب یاد آتی ہے بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے چہ نسبت خاک را
با عالم پاک۔ احادیث صحیحہ کا نقل ترجمہ سلسلہ وار مع حوالہ کتب اس پیرایہ انداز سے
بیان کیا جاتا تھا کہ اہل نظر یہ سمجھتے تھے کہ مسند حرم پر حضرت امام مالک رح جلوہ افروز
ہو کر درس حدیث دے رہے ہیں۔ خدا جانتا ہے وہ مقدس صورت وہ نورانی چہرہ وہ
سفید چادر وہ چھوٹی سی تاج کرامت دستار کس قیامت کی دلکش ادائیں۔ نظر فریب
سج دھج رکھتی تھیں کہ مظہر حق کو دیکھکر من رانی فقد رای الحق کا جلوہ پیش نظر ہو جاتا تھا مجلس
آراستہ ہے۔ تخت پر سفید چادر کا دو شالہ مارے حضور رونق افروز ہیں نگاہیں حیا کی تپلیاں
نیچے سے اوپر نہیں اُٹھتی ہیں زبان مبارک سے آیہ شریفہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء
علی الکفار رحماء بینہم کی ایک عجیب سادگی بھرے انداز کے ساتھ تلاوت فرما کر سلسلہ بیان
شروع فرما دیا ہے۔ اس وقت دیکھئے تقریر کی وضاحت فصاحت صفائی شستگی تاثیر

روزمرہ۔ سادہ سادہ بلاتکلف معمولی الفاظ ادا ہوتے ہیں جن میں رنگ آمیزی کا ذرا بھی نام نہیں لیکن سامعین کے قلوب کھنچے جاتے ہیں سُننے والوں کے سینہ نور ایمان سے چمکنے لگتے ہیں دل خود بخود کھنچے چلے جاتے ہیں۔ ہائے

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

اب تو ہزاروں وعظ سنے ہزاروں تقریریں کانوں میں پڑیں مگر کوئی نظر میں نہیں جچتی فقر و فنا کی شان تصوف و عرفاں کا رنگ اگرچہ صبغۃ اللہ کی چوکھی رنگت میں آپ کو رنگ چکا تھا منزل قرب میں اس درجہ اتصال اور ذوق وصال آپ کو حاصل تھا کہ نظروں سے حجابات اٹھا کر بے پردہ جلوہ گری کا خمار آنکھوں میں ہر لحظہ کیف انگیز تھا۔ اس۔ وہبیت بے حجابی کا تذکرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنے قصیدہ چراغ اُنس کی ایک شعر میں کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

میں بھی دیکھوں جو تو نے دیکھا ہے	روز سعی صفا محب رسول
صفا مردہ پہ تو نے جو دیکھا	وہ مجھے بھی دکھا محب رسول
ہاں یہ سچ ہے کہ یاں وہ آنکھ کہاں	آنکھ پہلے دلا محب رسول

باوجود اس فروغ منزلت اور اوج اتصال کے کیا مجال کہ اپنے فضل و کمال کا کچھ تذکرہ بھی کبھی زبان تک آجاتا۔ یہ تو بڑی بات تھی ایسی باتوں کا سننا تک ناگوار خاطر تھا چنانچہ یہی قصیدہ چراغ انس جب فاضل بریلوی نے نیازمندانہ عشق عقیدت کے ساتھ لکھ کر خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے بکمال تواضع وانکسار اپنی زندگی میں اس کی اشاعت کی حضرت مولانا بریلوی کو ممانعت فرمائی۔ اگرچہ مولوی قاضی عبدالوحید صاحب مرحوم نے کسی صورت سے قصیدہ حاصل کر کے تحفہ حنفیہ پٹنہ میں شایع کر کے اپنی کمال عقیدت کا (جو حضرت تاج الفحول کے ساتھ قاضی صاحب مرحوم کو بھی) ثبوت دیدیا کمال فقر کی پردہ داری اس درجہ ملحوظ خاطر تھی اور اس قدر استغفار مستور تھا کہ باوجودیکہ ہزاروں کرامتیں انجام حاجات تحصیل مرادات

احباب صفیات وغیرہ رات دن ظاہر ہوتی تھیں مگر ان کو اس پیرایہ میں ادا کیا جاتا تھا کہ سوائے واقفان حال کے کوئی کچھ نہ سمجھ سکتا تھا اگر شمائل وعادات پر نظر ڈالنا منظور ہے تو شمائل ترمذی وغیرہ کتب صحاح حدیث کھولکر بیٹھ جایئے۔ اور حدیث کی مطابقت کرتے چلے جایئے قوت القلوب واحیاء العلوم لایئے اور ورق ورق لوٹیئے اور ربط دیجئے۔ انشاء اللہ ایک ملکہ ایک عادت بھی سنت سنیہ اور طریقہ صوفیہ علیہ سے مخالف اور احاطہ شریعت سے باہر نہ ملے گی۔ اتنی پابندی شریعت واتباع سنت حرکات وسکنات اقوال افعال عادات میں بالکل سلف صالحین کا ظہور تھا۔ اتباع سنت اختیاری واضطراری کا خاتمہ خداوند عالم نے آپ کی ذات پر کردیا یہانتک کہ جس طرح حضور سید عالم روحی لہ الفدا کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت کاشانۂ نبوت میں روغن چراغ موجود نہ تھا اور ردائے مبارک رہن ہوکر روغن فراہم کیا گیا تھا۔ اس سنت سنیہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اضطراری حیثیت سے اس طرح ظہور پذیر ہوکر رہا کہ جس وقت آپ کا جسد اطہر روح سے مفارقت اختیار کرچکا اور جنازہ مقدسہ مدرسہ عالیہ سے دولت خانہ کے اندر پہونچایا گیا تو مکان میں چراغ گل ہوچکا تھا اور اس قدر روغن موجود نہ تھا یہانتک کہ ادھار منگایا گیا۔ عام مخلوق پر رأفت ورحمت خاص بھی لیکن مذہبی امور میں پوری حمیت جو جوہر ایمان ہے اور الحب اللہ والبغض للہ کی شان ہے ہر وقت مثل آفتاب آپ میں نمایاں تھا حقانیت کا کمال شان جلال کا پہلو لئے ہوئے ہر وقت آپ کی جبین روشن سے آشکار تھا جس کا اظہار ندوۃ العلماء کی مخالفت میں علی الاعلان ہوگیا۔ ایک جہان اسلام نے بخوبی دیکھ لیا کہ اہل حق اس آن بان کے ہوتے ہیں۔ صرف آپ کی ایک ذات تھی جس نے جماعت حقہ اہلسنت کو اس تقیہ ساز معجون مرکب کے فساد سے بچالیا۔ مخالفین نے انتہائی قوتیں صرف کردیں کہ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہونچے اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے ندوہ مخذولہ کے مصائب ومکائد کا اظہار نہ ہو لیکن یہ زور حقانیت تھا کہ جہاں ندوہ کے سالانہ جلسے ہوئے ڈنکے کی چوٹ علماء ندوہ کو مخاطب بنا بناکر دینی نقائص جو ندوہ کے اعتزال آمیز

اثر سے عقاید پر پہونچنے کا اندیشہ تھا ظاہر کیے۔ مگر علما میں تو اس جرأت کا کوئی تھا ہی نہیں
جو علمی مرد میدان بنکر آپ کے سامنے آتا یا مذہبی حیثیت سے ندوہ کا استحسان بدلائل
علمی ثابت کر سکتا البتہ ناحق کوش پر شرمناک حرکات کرنے کی ہر جگہ پر کوشش کرتے
کہ کچھ وکیل کچھ بیرسٹر کچھ زردار کچھ تونگر کچھ عمال کچھ ڈپٹی کلکٹر اپنے مساعی امکانی سے درپے
ایذا رسانی ہوجاتے۔ مگر لاخوف علیہم ولاہم یحزنون کی شان جلوہ نما ہوکر دنیاداروں کی
امیدوں پر بھی پانی پھیر دیتی وہی مخالف جس وقت آپ کے سامنے آتے اور آپ کے
ارشادات طیبات سنتے بندۂ حق ہوکر گرویدۂ اخلاق ہوجاتے۔ دہلی کے جلسہ میں
تو ایک جمعہ میں علماء ندوہ کی جماعت کی جماعت بالخصوص جناب مفتی لطف اللہ
صاحب علی گڈھی وغیرہ سب ہی موجود تھے اور جس وقت ان بزرگواروں کو یہ معلوم
ہوا کہ حضرت تاج الفحول بھی تشریف فرما ہیں اور اظہار حقانیت پر آمادہ ہیں تو فرض
جمعہ پڑھنے کے بعد ہی ایک ایک دو دو آنکھ بچا کر چلتے بنے۔ خود مفتی صاحب کا ایک
بے سروپا انداز سے مسجد سے تشریف لیجانا مشہور واقعات ہیں۔ یہ سب مذکور حضور کے
علم وفضل واخلاق کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا برکات باطنیہ اور فیوض روحیہ کا ذکر ایک مشکل
کام ہے اس کے کنہ کا ادراک محال عادی ہے ہم کیا جانیں جاننے والوں سے سنا
ہے اور اہل بصیرت و باطن شناس اکابر کا کہا ہوا معلوم ہے۔ کہ آپ کا وجود مسعود دنیاء
اسلام کے لیے باعث فخر و مباہات تھا بغداد کی تجلی نے بدایوں میں جلوہ ریز ہوکر دنیا کو
نور باطن و ظاہر سے جگمگا دیا۔ مدرسہ قادریہ کی فیض بخش چہار دیواری کے اندر چاروں
طرف سے متلاشی حق اکثر شاد مرام ہوتے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں۔ کوئی ایسا ہی
منحوس دن ہوتا ہوگا کہ وہ چار مسافر علماء۔ فضلاء۔ مشائخ۔ آپ کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوکر درہم۔ دینار۔ علم۔ فضل۔ برکات۔ انوار سے مشرف نہ ہوتے ہوں۔ اس ابر کرم
وسحاب رحمت کی بارش انوار وبرکات سے عالم فیضیاب ہوا اگرچہ مرشد برحق سے
سلاسل قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ۔ مداریہ وغیرہ میں اجازت مطلقہ حاصل
تھی اور ہر سلسلہ کے نکات۔ رموز۔ منازل۔ مواقع اسرار انوار وغیرہ سے واقفیت کاملہ

حاصل تھی مگر نسبت قادری کا ایسا غلبہ تھا کہ جبتک کوئی دوسرے سلسلہ میں داخل
ہونے کا اصرار نہیں کرتا اُس میں داخل نہ فرماتے۔ چنانچہ یہی طریقہ حضرات مارہرہ مقدسہ
کا تھا مشائخ زمانہ کی طرح ہمارے حضرات میں یہ عموم کبھی نہیں ہوا کہ ادھر کوئی مرید ہوا
ادھر خلیفہ بنا دیا گیا بلکہ مخصوص مستحق حضرات کو یہ امانت سپرد کیجاتی ہے حضرت تاج الفحول
قدس سرہ کے خلفاء میں بجز حضرت اقدس صاحب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ دامت برکاتہم
اس نواح میں کوئی مستقل صاحب اجازت بھی راقم کے علم میں نہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ
تعالٰی عنہ کی توجہ خاص جو آپ پر تھی اس کا کہنا ستغنا اظہر من الشمس ہے اسی طرح حضور غریب نواز
کی کرم ہنر نگاہوں نے سنجری رنگ میں آپ کو ایسا رنگا کہ حاضری بغداد شریف کے بعد
ہر سال بلاکسی مانع خاص کے اجمیر شریف میں حاضر ہونا ایک معمول ہو گیا حضرت شیخ اکبر
محی الدین ابن عربی کے ساتھ بالخصوص علاقہ بالمعنیٰ تھا جس کا اظہار ایک سر غیبی کا افشا
ہے متعدد بار حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ دیگر اماکن متبرکہ عراق و
شام بالخصوص نجف اشرف کربلائے معلی کاظمین مطہرین بغداد اشرف البلاد و بیت المقدس
وغیرہ سے فیوض و برکات بھی حاصل فرمائے ہندوستان کی سیاحت دس بارہ
برس تک برابر بعد وصال مرشد برحق اس طرح فرمائی کہ شاید ہی کوئی مزار ہندوستان میں
ایسا ہوگا جہاں آپ رونق افروز نہ ہوئے ہوں اور جہاں آپ کا وعظ نہ ہوا ہو خصوصاً
مزارات حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ ہند و عرب و شام و عراق میں کوئی ایسا نہیں جہاں
آپ تشریف نہ لیگئے ہوں اس سیاحت کا مفصل ذکر آپ کی مفصل سوانح عمری
میں جس کا نام (گلستان قبول در احوال محب الرسول ہے) مذکور ہے جو عنقریب شائع
ہونے والی ہے مختصر حالات گویا مشتے نمونہ از خروارے تحریر کردیئے گئے اصل سوانح
عمری سے آپ کی شان کمال آپ کے مراتب رفیعہ آپ کے تبحر علمی کا اظہار ہوگا فی الحقیقت
آپ اپنے زمانہ میں امام الانام و شیخ الاسلام تھے عرب و عجم شام عراق ہند و سندھ جمیع
بلاد اسلامیہ میں آپ کی بزرگی و فضل و کمال مسلم ہے علماء مشائخ عصر نے متفقہ طور پر
اپنی اپنی جماعت میں آپ کو تاج الفحول کے مبارک خطاب سے سراہا۔ آپ کے مناقب

نظم و نثر میں تحریر کیے گئے۔ رسالوں میں کتابوں میں آپ کے محامد و محاسن کے نغمہ گائے
گئے۔ آج کوئی علمی درس گاہ کوئی باطنی خانقاہ ایسی نہیں جہاں آپکا احترام کے ساتھ
نام نہ لیا جاتا ہو۔

چھیاسٹھ سال تک جہان اسلام پر آپ کے دامان حیات کا سایہ رہا۔ ۷ جمادی الثانی
۱۳۱۹ ہجری کو اتوار کا دن گزار کر شب دوشنبہ میں بعد ادائے نماز مغرب ایک ہفتہ کی
علالت کے بعد اس آفتاب فضل و کمال نے ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے پردہ فرمایا۔
(انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ جہان تاریک ہوگیا سارا شہر ماتمکدہ بن گیا۔ ہزارہا مخلوق الٰہی
مجتمع ہونا شروع ہوئی بعد نماز فجر تجہیز و تکفین کی گئی عیدگاہ شمسی میں کثرت اجتماع کی وجہ سے
اور معمولات خاندانی کے موافق نماز جنازہ ادا ہوئی حضرت قبلۃ الاولیا مولانا شاہ
مطیع الرسول محمد عبدالمقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس نے امامت فرمائی مرشد برحق
اور والد بزرگوار کے پہلو میں سمت قبلہ جسد اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ صدہا تواریخ وصال
علما و مشائخ مریدین و متوسلین نے تحریر کیں جو ایک مجلد میں قلمبند کر لی گئیں ہیں۔ صرف
جناب اسیر مدظلہ کی تاریخیں جو مختلف صنائع و بدائع میں ہیں خلوت گاہ انوار میں مطبوع
ہو چکی ہیں۔ ہزاروں مادہ ہائے تاریخ مورخ بے عدیل قاضی شمس الدین قادری نے
تحریر کی ہیں جن کا مشاہدہ عرس شریف میں ہزاروں نگاہیں کرتی ہیں گلستان قبول
کے ایک حدیقہ میں یہ گلہائے تاریخ بھی شگفتہ نظر آئیں گے۔

پہلی شادی آپ کی خاندان میں مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کی لڑکی سے ہوئی
جو مرید و داماد حضرت سیدی شاہ عین الحق قدس سرہ المجید کے تھے ان کے بطن سے حضرت
مرشدی و ملجائی حضرت مولانا شاہ مطیع الرسول محبوب حق قبلہ دامت برکاتہم اور ایک صاحبزادی
پیدا ہوئیں صاحبزادی صاحبہ کی شادی مولوی خواجہ عبداللہ صاحب دہلوی کے
ساتھ ہوئی ان سے دو صاحبزادہ خواجہ رضی الدین اور خواجہ نظام الدین موجود ہیں۔
ان دونوں لڑکوں میں خواجہ نظام الدین وہ بچے ہیں جو ایک عالم میں روشناس
ہو چکے ہیں اس وقت مولوی فاضل کی خواندگی پڑھتے ہیں لیکن مولانا حکیم عبدالماجد صاحب کے

حسن تربیت سے وعظ و تقریر میں وہ ملکہ حاصل کیا ہے کہ ہزارہا اشخاص کے مجمع میں اس آزادی کے ساتھ تقریر ہوتی ہے کہ سننے والے محو حیرت ہو جاتے ہیں علاوہ بدایوں کے بیرونجات میں مولانا ماجد میاں کی ہمراہی میں رہکر پوری شہرت حاصل کر لی ہے خدا نظر بد سے بچائے تھوڑی سی عمر میں سیکڑوں دلوں میں گھر کر لیا ہے حضرت صاحبزادہ مولانا عبد القدیر صاحب کے حلقہ درس میں زیر تعلیم ہیں خداوند کریم علم و فضل عطا فرمائے بڑے لڑکے خواجہ رضی الدین علوم دینویہ کی تعلیم پاتے ہیں حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی یہ صاحبزادی صاحبہ نہایت عابدہ وصالحہ تھیں اپنے والد بزرگوار سے دینیات کی تعلیم بھی پوری پائی تھی خصوصاً فقہ نہایت اہتمام سے پڑھائی گئی تھی۔ اپنے والد سے بے انتہا محبت تھی اور ہر وقت والد کی یاد وظیفہ تھی چنانچہ جب حضرت تاج الفحول کا وصال ہوا صدمہ مفارقت برداشت نہ ہوسکا جنازہ مقدسہ کے ساتھ شب بھر جدا نہ ہوئیں اور حالت غشی کی طاری رہی اسی صدمہ میں دو ہفتہ کے بعد ہی خود بھی راہی ملک بقا ہوئیں۔ دوسری شادی آپ کی دہلی میں خواجہ ضیاء الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی خواجہ صاحب کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت شہاب الاولیا شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ کی طرف سے حضرت سلطان نقشبند خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے خواجہ صاحب بفضلہ ابھی تک بقید حیات ہیں ضیا تخلص کرتے ہیں غالب و ذوق و مومن کے زمانہ کی شاعرانہ مجلسیں دیکھے ہوئے ہیں کلام میں ایک عجیب کشش اور شستگی ہوتی ہے حضرت مولانا شرف الدین شہید دہلوی قدس سرہ کی صحبت سراپا برکت میں رہکر تربیت و تلمذ حاصل کیا ہے حضرت سیف اللہ المسلول کے مریدوں میں ہیں عجیب خوش قسمت ہیں پوتے اور نواسے کو اپنی آنکھوں دیکھکر پرنواسے کی صورت تک دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ان بی بی صاحبہ کے بطن سے حضرت صاحبزادہ مولانا عبد القدیر صاحب اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں جو الحمد للہ صاحب اولاد ہیں۔

حضرت تاج الفحول کی تصانیف ردّ وہابیہ میں اکثر مطبوع اکثر غیر مطبوعہ موجود ہیں منجملہ اُن کے
حقیقۃ الشفاعۃ علی طریق اہل السنۃ والجماعۃ مولوی نذیر حسین دہلوی کے رد میں ہے
تشفار السائل بتحقیق المسائل ہے جس میں ایک سو مسائل فقہیہ و اعتقادیہ کی تحقیق و تصریح
کی گئی ہے۔ رسالہ سیف الاسلام ہے جو مولوی لطیف قنوجی کے رسالہ تائید الکلام کا رد
ہے جس کو قنوجی صاحب نے مولانا اسلام اللہ صاحب کشفی بدایونی کے رسالہ
اشباع الکلام کے رد میں لکھ کر دربار نبوت سے کمال گستاخی کا اظہار کیا تھا سیف الاسلام
میں مولود شریف اور قیام کے متعلق بسیط تحقیق کی گئی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے مخالفین
محافل میلاد شریف کو ساکت کر دیا ہے ایک رسالہ ہدایۃ الاسلام رد روافض
میں ہے ایک رسالہ احسن الکلام فی عقائد الاسلام عربی میں تقائد میں ہے جس کی شرح
مولانا عبد الماجد صاحب کا اُردو رسالہ خلاصۃ العقائد ہے۔ ایک رسالہ تقویۃ الایمان
کا کامل رد ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ایک رسالہ عربی میں مصافحہ کی تحقیق میں مطبوعہ ہے
اسی طرح بہت سے رسائل غیر مطبوعہ مختلف علوم و فنون میں ہیں جن کا مفصل تذکرہ
گلستان قبول میں ہے۔ علاوہ کتب دینیہ کے شاعرانہ دماغ کے ثمرات چار دیوان
ہیں جو نعت و مناقب میں ہیں ایک عربی کا دیوان ہے ایک فارسی کا دو اردو کے
مناقب حضور غوث پاک میں ہیں ایک بے نظیر ضخیم تاریخ بدایوں ہے جو ۱۲۹۸ھ میں تاریخی
نام کے اعتبار سے لکھی تھی اس تاریخ میں بظاہر بدایوں کے اولیا اللہ کے حالات ہیں
لیکن در اصل یہ مرقع ہندوستان کے اکثر مشاہیر مشائخ علما فضلا کے حالات زندگی
کا ہے۔ اس میں ابتدائے زمانہ سے لیکر اپنے وقت تک بدایوں کے اولیا علما
شعرا اطبا حفاظ شرفا کا جدا جدا طبقات میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی ضمن میں کہیں
علما کے طبقہ میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصانیف پر تنقید کی گئی ہے کہیں شعرا
کے ذکر میں غالب کا ان کے معاصرین کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے غرض ایک عجیب و
غریب مجموعہ ہے در اصل سب سے زیادہ مدد راقم الحروف کو اسی تاریخ بدایوں سے ملی
ہے اس تاریخ کے بعض حصوں کا مسودہ بھی عبد الکریم خاں نے قلمبند کیا تھا جو سرکاری

دفتر میں موجود ہے یہ تاریخ آپ نے فارسی میں تحریر فرمائی تھی اور اصل مسودہ صاف ہونے کی
نوبت نہ آئی جس کی وجہ سے اوراق بالکل منتشر حالت میں ہیں اس کا حرف بحرف
ترجمہ مولانا انوار الحق صاحب عثمانی مرحوم نے اسی ترتیب کے ساتھ اردو میں کیا ہے۔
یہ دونوں مسودات راقم ہیچمدان کی ہمت افزائی کا باعث ہو رہے ہیں اگرچہ یہاں یوں
ہیں بہت سے لوگ اس تاریخ نویسی کی خدمت کر رہے ہیں اور اکثر تاریخیں لکھی جا چکی
ہیں۔ لیکن جی چاہتا ہے کہ اگر وقت ملا اور ضرورت باقی رہی تو اس نیاز مند ضیاء کے
قلم سے بھی شاید کچھ اوراق رنگے جائیں۔ خیر زندہ ہے اگر یار تو صحبت باقی۔ آئندہ کا علم
خدا کو ہے۔

حضرت تاج الفحول کے کثیر التعداد طلبہ ہیں جن کے نام بغرض آگاہی ناظرین قلمبند
کئے جاتے ہیں منجملہ تلامذہ شہر کے اصحاب ذیل شرفا و معززین سے ہیں۔

مولوی محب احمد صاحب۔ مولانا فضل احمد صاحب۔ مولانا فضل مجید صاحب
مرحوم۔ مولانا فصیح الدین صاحب مرحوم عباسی۔ مولوی حافظ اعجاز احمد صاحب مرحوم۔
مولوی غلام غوث صاحب وحید عباسی مرحوم۔ مولوی سید مطیع احمد صاحب نقوی مرحوم
مولوی حکیم ولی احمد صاحب مرحوم۔ مولوی ضیاء الحسن صاحب مرحوم۔ مولوی امتیاز احمد
صاحب تاثیر مرحوم۔ مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر مدظلہ عربی پروفیسر آگرہ سینٹ جانس
کالج۔ مولوی امتیاز الدین مرحوم غزنوی۔ مولوی منصب علی مرحوم نادر شاہی۔ مولوی
رضا احمد وکیل مرحوم۔ مولوی غفور بخش صاحب قادری وکیل۔ قاضی عبدالعلام صاحب
قاضی ظہور الاسلام مرحوم عباسی مولوی سید عرفان علی صاحب مرحوم۔ مولوی محمد
عظیم الدین صاحب مرحوم وکیل اعظم گڈھ۔ منشی حمید الدین احمد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر۔
مولوی سدید الدین صاحب مرحوم شائق عباسی۔ مولوی جمیل الدین صاحب خطیب جامع
مولوی خان بہادر رضی الدین صاحب وکیل۔ مولوی خورشید حسین مرحوم صدیقی۔
مولوی حکیم نثار احمد صاحب مرحوم۔ قاضی شمس الدین صاحب قادری۔ مولوی مفتی
کرم احمد صاحب۔ مولوی غلام شبر صاحب۔ حافظ علی احمد محمود اللہ شاہ مذاقی

مولوی ابرارالحق صاحب کیفؔ مرحوم۔

تلامذہ بیرونجات

مولانا عبدالرزاق مکی۔ مولانا سید مصطفے صاحب قدس سرہٗ تاجدار مسند غوثیہ پیر
حضرت بغداد۔ حضرت سیدی شاہ ابوالحسن احمد نوری میاںصاحب قبلہ قدس سرہٗ
حضرت حافظ شاہ سید اسمٰعیل حسن صاحب۔ جناب سید شاہ حسین حید رصاحب
صاحبزادگان مارہرہ شریفہ۔ مولانا سید شاہ عبدالصمد صاحب مودودی چشتی۔ مولوی
امیر احمد صاحب غیر مقلد۔ مولوی سلطان بخش صاحب۔ مولوی سید پرورش علی صاحب
ساکنان سہسوان۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم اسرائیلی۔ مولانا نجم الدین صاحب
مولوی حکیم غلام حسین صاحب ساکنان سنبھل۔ مولوی حکیم مبارک حسن خاں صاحب
اکبرآبادی۔ مولوی قاضی معین الدین صاحب کیفی میرٹھی۔ مولوی عبدالاحد ساکن الدن
ضلع میرٹھ۔ مولوی مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی۔ مولوی قلش احمد صاحب جلیسری
مولوی رحمت حسین صاحب عظیم آبادی۔ مولوی نیاز احمد خاں صاحب دہلوی۔
مولوی تفضل حسین صاحب سیدنی پوری۔ مولوی حافظ بخش صاحب ساکن آنولہ
اخوند عبدالرزاق صاحب قندھاری۔ مولانا شاہ محمد عمر صاحب جبلی قادری حیدرآبادی
مولوی فقیر اللہ صاحب پنجابی۔ ملاں محمد عارف ولایتی۔ مولوی محمد نعمان صاحب
ولایتی۔ مولانا احمد الدین صاحب ولایتی مولانا عبدالقیوم صاحب بادشاہ وغیرہم ضلع پشاور

خاتم مہر ولایت خاتم اہل معرفت تاجدار مسند ارشاد آئینہ کمال سلطان بغداد
غوث زمان قطب دوران سیدی وسندی شیخی و مرشدی سلطان مشائخ آفاق
حضرت مولانا شاہ غلام پیر محبوب حق مطیع رسول محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ مدظلہم الاقدس
صاحب سجادہ عالیہ قادریہ۔

صحابہ کرام اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاک حالات اونکی طیب و طاہر زندگی کے واقعات بزرگوں سے سنے کتابوں میں دیکھے جان ایمان میں تازگی آئی جذبات اسلامی نے شگفتگی پائی لیکن وہ صورت نظر نہ آئی کہ ان خوبان جہاں کی یکجا جلوہ فرمائی دیدہ مشتاق کی عینک بینائی ہوتی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ دور آخر میں قرن اول کے جلوے ایک ذات جامع کمالات میں بے پردہ و بے حجاب دیکھے۔ تاجدار بغداد و سلطان چشت کی عظمت و شوکت ایک آئینہ نے آئینہ کر دی شیخ سہروردی کا تقدس اون مقدس آنکھوں کے شہابی سرخ ڈوروں نے شفتہ جان و ایمان بنا یا شیخ نقشبند کا جاہ و وقار نقاش ازل کے ایک محبوب سراپا ناز کے نقش عارض نے لیپر نقش کا لحجر کر دیا۔ وہ ذات سراپا برکات مدینۃ الاولیا بدایوں شریف کی زیب و زینت حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز کے نور نظر کا وجود سراپا جود ہے جس نے یازدہم جمادی الاخریٰ بوقت صبح دوشنبہ ۱۲۸۳ھ عدم میں پردہ غیب سے عالم شہود میں جلوہ افروزی فرمائی چونکہ ایک روز اس بزرگ و برتر ذات کو سلطان مشائخ آفاق ہونا تھا اس لئے سال ولادت کی تاریخ بھی اسی فقرہ سے اخذ ہوئی غلام پیر تاریخی نام میں شان قادریت کی جلوہ نمائی کا اہتمام ہے کیوں نہ ہو کہ گیارھویں شریف کے دن پیدا ہوئے وقت اور دن ولادت رحمت عالم کا وقت اور دن تھا۔ اسی لئے ہر وقت شان رحمت کا ظہور ہے۔ حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ نے مطیع الرسول محمد عبد المقتدر آپکا اسم گرامی تجویز فرمایا اور ساتھ ہی حضرت تاج الفحول کو دوسرے نور نظر کی خوشخبری دیکر ارشاد فرمایا کہ اون کا نام عبد القدیر رکھنا۔ پیدایش کے وقت سے شان ولایت آپ پر محیط تھی چھ برس تک

بزرگ دادا کی پاک نگاہوں نے ولایت و معرفت کے گہوارہ میں پالا پرورش کیا
تسمیہ خوانی کی تقریب میں حضرت مولانا حکیم سراج الحق صاحب علیہ الرحمۃ نے بسم اللہ
شروع کرائی حضرت تاج الفحول نے اکیاون روپیہ نذر کئے سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔

حضرت استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد صاحب اور حضرت تاج الفحول کے مکمل کن فیض درس نے تھوڑی سی عمر میں جملہ علوم و فنون میں کامل و مکمل کر دیا۔ ابھی عہد بانفس آپ کا بچپن و شباب دیکھنے والے موجود ہیں جو شان تقدس اب ہے وہی جلوہ یہی رنگ پیشتر بھی تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی عبادت و ریاضت کا شغل شروع کیا وہ آج تک قائم ہے۔ زمانہ حیات حضرت تاج الفحول تک جلال علم شریعت تھا۔ تقریر و تحریر میں شان استدلال کا زبردست رنگ ہوتا تھا۔ ایک ایک مسئلہ پر دو دو چار چار روز تک بحث رہتی تھی اکثر مسائل میں خلاف پہلو حتی الامکان رفع فرما کر زور تقریر پر طبع آزمائی ہوا کرتی تھی جناب شبیر مرحوم و مولانا منیر الحق مرحوم ہم عمر و ہم درس تھے لیکن مباحث علمی میں ایسے عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ سلسلہ درس شروع کیا کتنے آئے کتنے فارغ ہو کر چلے گئے۔ اس کا کوئی پاس و خیال ہی نہیں ہے۔ والد ماجد کا اس درجہ ادب و احترام کہ دوسرا ایسے کبھی ممکن ہی نہیں۔ کبھی اپنی زبان سے ایک لفظ نہ فرمایا۔ جیسا کھلایا وہ کھایا جیسا پہنایا وہ پہنا۔ آپ کی اس شان اتقا کی حضرت تاج الفحول قدس سرہ جو عظمت فرماتے تھے وہ دیکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بعد وصال حضرت تاج الفحول طبع اقدس بالکل راغب الی اللہ ہو گئی۔ تمام علائق سے بے تعلقی شروع ہوئی ہر لحظہ ہر ساعت یاد الٰہی میں صرف ہوتا ہے۔

حضرت تاج الفحول نے جب سند اجازت تحریری عطا فرمائی آپ نے نہایت شان تواضع و انکسار کے ساتھ تحریری عذرات کیے مگر والد ماجد کے حکم قطعی کے سامنے کوئی عذر پیش نہ گیا۔ سب سے پیشتر مولانا حکیم عبد الماجد صاحب برادر حضرت تاج الفحول آپ سے مرید ہوئے اس کے بعد اجرائے سلسلہ شروع ہوا۔ ایام عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول قدس سرہ میں بعد وصال حضرت تاج الفحول قدس سرہ۔ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ ہجری

آستانہ قادریہ میں بموجودگی علمار کرام ومشائخ عظام رسم سجادہ نشینی ادا کی گئی حضرت شیخ الاولیا مولانا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ نے خرقہ پہنایا۔ اور خود نفس نفیس سب سے پیشتر نذر پیش کی۔ مولوی سدید الدین صاحب شائق عباسی مرحوم نے اس تقریب میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا اقتباس خالی از لطف نہیں ہے

قصیدہ

بادہ عرفاں سے کیا لبریز ہو پیمانہ آج
میکشی سے مست ہے خود ساقی میخانہ آج

جس کو دیکھو کر رہا ہے شورش مستانہ آج
زور پر ہے حضرت بغداد کا میخانہ آج

مست آنکھوں نے کیا کس کی سر الست
ہوش سے باہر ہوا ہے کیوں دل دیوانہ آج

کیف میں مستی کے پڑتے ہیں بہک کر قدم
دیکھیں لیجائے کدھر کو لغزش مستانہ آج

ہیں غنی شاہان عالم سے فقیر قادری
ہے عیاں شان و عروج ہمت مردانہ آج

عین حق کا لال ہے مسند نشین قادری
دم قدم سے جس کے ہے پر نوریہ کاشانہ آج

درۃ التاج سعادت شاہ عبد المقتدر
زینت سجادہ ہوا وہ گوہر یکدانہ آج

اپنے اچھوں نے پہنایا ہے فقیرانہ لباس
کیا رفیع المرتبت ہے صولت شاہانہ آج

ہے ید اللہی ضیا ال رسولی ہے جھلک
آل احمد نے دیا ہے خلعت شاہانہ آج

بو الحسینی ہاتھ سے نکہت دو بالا ہو گئی
احمد نوری سے ہے پر نوریہ کاشانہ آج

آل احمد شاہ حمزہ حضرت آل رسول
خود بدولت دے رہے ہیں اپنی نذرانہ آج

عین حق اور مظہر حق حضرت فضل رسول
سب کا مظہر ہو گئی یہ صورت جانانہ آج

ہاتھ میں شیشہ بغل میں جام سر پر ہے سبو
کیجیے ساقی کی شائق خدمت مستانہ آج

بعد سجادہ نشینی اس مجمع البحرین کا بحر فیض تلاطم انگیز ہوا۔ ایک جہان سیراب ہو رہا ہے

آج دنیائے اسلام میں یہی ایک آفتاب علم و عرفان ہے جس کی تجلی خیرہ شعاعیں دین و
ایمان اور دل و جان کو منور کر رہی ہیں۔ ہزار ہا بندگان خدا آتے ہیں اور راہ ہدایت
پاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس نیچی قبا والے سرکار کرم کے دامن
میں پناہ لی ہے۔ مبارک ہیں وہ اشخاص جو اپنا ہاتھ اس پاک ہاتھ میں دیکر ید اللہ
فوق ایدیہم کے جلوے دیکھنا چاہتے ہیں۔ دوست دشمن یگانے بیگانے سب اس
صاحب کمالات کے مداح سراپائے جاتے ہیں۔ نگاہوں نے خدا جانے کتنوں کو دیکھا
کتنی صورتیں نظر سے گزریں لیکن خدا جانتا ہے کہ جو شان اس نورانی چہرہ میں دیکھی
آجتک دیکھنے میں نہ آئی متقدمین کے مجاہدہ و ریاض تصرفات کرامات و خوارق
عادات کانوں سے سنتے تھے یہاں روزمرہ اشاروں کنایوں میں ان تصرفات و
خوارق عادات کی جلوہ نمائی دیکھتے ہیں اوقات شبانہ روز کو دیکھ کر نگاہیں متحیر ہیں
تکبیر کہتی ہیں کہ اللہ اکبر اس گئے گزرے زمانہ میں بھی ایسے باخدا موجود ہیں جن کی
زندگی کا کوئی لمحہ کوئی ساعت کوئی آن یاد الٰہی سے خالی نہیں۔ اس عظمت و منزلت
خداداد پر شان تواضع اور رنگ انکساری دیکھنے والے دیکھتے ہیں حیرت زدہ رہ جاتے
ہیں۔ دو مرتبہ حرمین طیبین اور ایک مرتبہ اماکن مقدسہ بغداد و کاظمین و نجف و کربلا کی
زیارت سے وہاں کے انوار و برکات حاصل کئے خصوصاً دربار الغوث سے جو دولت
لازوال پائی ہے وہ نیچی نیچی خدا بیں نگاہیں صاف کہے دیتی ہیں۔ باوجود کمال
استغراق و محویت تامہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی ہے اگرچہ کم۔ تقریر ضرور ہے مگر
تکلف اور آن بالکل نہیں الف بے سے لیکر معقول و منقول کی انتہائی کتب تک
جو طلبہ ہے پڑھیے۔ عربی ادب میں اساتذہ باوجود بے تعلقی آپ کا تکلم و عدیل نور لج
ہند میں نہ ملے گا بیان میں ایک خداداد روحانی اثر ہے جس سے قلوب خود بخود کھنچتے
ہیں روزمرہ کے سادہ سادہ الفاظ تصنع اور رنگینی سے بالکل مبرا آپکی گفتگو اغلاط سے
بالکل جدا آنکا سننا دلوں میں نقش ہو جاتے ہیں کوئی دن خالی جاتا ہوگا کہ یہیں کہیں
شہر میں آپکا وعظ نہ ہو مگر جب سنیئے دل کو ہمہ تن گوش پائیے فیض رساں کا عالم نیا ہو

کبھی یہ انداز بھی ہوتا ہے کہ علماء کرام کی مجمع میں بلا تکلف سادہ تقریر فرمادی کبھی یہ رنگ
بھی دیکھا کہ عامیوں کی محفل میں شان علم کی جلوہ نمائی کے ساتھ بیان ہو رہا ہے جس قیت و
کیف استغراق اور خمار محویت سے جدا ہو کر بیان کر دیا مجلس کی مجلس درہم برہم ہو گئی
کمال علم کے جوہر آشکار ہو گئے۔ ورنہ یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ زبان محو تقریر ہے اور
دل کسی دوسری دھن میں ہے۔ دنیا کی دولت و ثروت اگرچہ قدموں سے لگی ہے مگر
کبھی روپیہ پیسہ کو ہاتھ میں رکھنا تو بڑی بات نظر اوٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں۔ ہاں
غرباء و مساکین فقرا و مساکین کے لئے جب تک اپنے ہاتھ سے کچھ دے نہیں دیا جاتا
جب تک ایک خاص بے چینی و اضطراب رہتا ہے دنیا میں اگر کوئی مسرت کا
موقع ملتا ہے تو بس سائلین کی خدمت سے۔ غنی ابن غنی ہیں فقیر نواز ہے بیکس نواز
نور نظر ہیں سائلین بھی خوب لڑ جھگڑ دامن مراد بھرتے ہیں۔ چونکہ سراپا شان رحمت وجود
۱۲۸۲
آپ کی پیدائش کی تاریخ مسعود ہے ہر وقت رحمت و جمال کی شان آشکار رہے۔
اس وقت عمر شریف پچاس کے قریب ہے لیکن قطع نظر روحانی قوت کے قوائے
ظاہری بوجہ کثرت ریاض ضعف ونقاہت کی طرف مائل ہیں حتیٰ کہ جمعہ کے
دن حسب معمول جب آستانہ عالی کو تشریف لیجاتے ہیں تو راہ میں حضرت سیدنا
علی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے لئے رک کر ایک آدھ جگہ اور قدرے
قیام فرماتے ہیں۔ آج مخلوق الٰہی کی جانوں کا سہارا ایمانوں کی تازگی آپ کی
ذات قدسی صفات سے ہے۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے قلزم محامد و مناقب
کو کوزہ میں بند کر دوں مگر محال ہے۔ خداوند کریم آپ کا سایہ رحمت آپ کا ظل
عاطفت مسلمانوں کے سروں پر تا ابد قایم رکھے اور آستانہ قادریہ کی رفعت
و عظمت میں روزافزوں ترقی کرے۔ خداوندا ہم قادریوں کی آیندہ نسلوں کی حفاظت
دین و ایمان کے لئے اس نائب غوث اعظم ابدال یقینی کو ایک فرزند نرینہ عطا فرمائے
ہم بیکسوں کی دعاؤں کو سن لے اور شرف اجابت سے سرفراز کر آمین آمین آمین
مدرسہ قادریہ میں رہکر آپ کے قلزم فیض علم سے جو لوگ سیراب ہوئے ہیں

وہ حسب ذیل ہیں۔
مولوی سید ارتضا حسین صاحب۔ مولوی سید محمد عالم صاحب۔ مولوی حبیب الٰہی صاحب ساکنان مارہرہ شریفیہ۔ مولوی حکیم عبد الشکور صاحب ساکن پٹنہ۔ مولوی عبد الحمید صاحب ساکن انگپور بنگال۔ مولوی سید رشید احمد صاحب بہاری۔ مولوی حافظ حکیم عبد المجید صاحب قادری واعظ ساکن آنولہ۔ مولوی سید حسین احمد صاحب بیباک شاہجہان پوری مولوی حکیم فضل احمد صاحب گجراتی۔ مولوی بہاء الحق صاحب ہزاری مولوی حافظ محمد موسیٰ صاحب قادری بمبئی۔ مولوی منیر الدین صاحب حیدر آبادی۔ مولوی سید غلام عباس صاحب کاٹھیاواری۔ مولوی سید عبد الوہاب صاحب حیدر آباد دکن۔ مولوی فاقت اللہ صاحب مولوی قاضی محمد ابراہیم صاحب۔ مولوی حسین احمد صاحب۔ مولوی عبد الحئ صاحب مرحوم۔ حکیم فضیل احمد صاحب حکیم فضل الرحمن صاحب مولوی جمیل احمد صاحب سوختہ قادری۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب قادری۔ مولوی عبد الستار صاحب قادری۔ مولوی روشن علی صاحب۔ مولوی سراج الدین صاحب مولوی عبد الحمید صاحب بریلوی مولانا سید عیسےٰ علی صاحب قادری آنولہ

---

۵ حضرت سیدنا میر ناصر الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ پانچویں صدی ہجری کے ابتدا میں تشریف لائے حضرت پیر ملہم میرانجی صاحبؒ کے ہمراہیان میں قیاس کئے جاتے ہیں سادات کرام اور شہدائے جلیل القدر سے ہیں آپ کا فیض جاری و ساری ہے زیر فصیل قلعہ شہید ہوئے قریب مزار حید تعویذ اور بہیں جن پیران کے ہمراہیان شہدا کا گمان ہوتا ہے۔ آستانہ قادریہ کے جانیوالے شہر سے نکلکر آوّل آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں مزار شریف ایک مختصر سے احاطہ کے اندر ہے صاحب طبقات الاولیا نے تاریخ احمدی مولفہ علامہ حمیری نیشاپوری نے آپ کی تاریخ شہادت کا جو قطعہ سچ کیا ہے وہ یہ ہے **قطعہ** ناصر دین علی عالی جاہ ٭ پے میراں برفت زین خرگاہ
سال ترحیل آن خجستہ صفات ٭ غازی و زاہد و خدا آگاہ میشود گر شمر واحیارا ٭ از علی شہید و گلشن جاہ
۴۰۹ ۴۰۹ + ۲۰ = ۴۲۹ ۲۰

نوشتاہ جملہ ارشاد نونہال گلشن بغداد حضرت صاحبزادہ گرامی قدر مولانا عاشق الرسول محمد عبد القدیر صاحب قبلہ دامت برکاتہم

حضرت تاج الفحول فقیر قادری فقیر نواز قدس سرہ کی چلتی پھرتی تصویر کا نظارہ آپ کے آئینہ جمال میں بے پردہ ہوتا ہے آپ کی ولادت سے تیس سال پیشتر جبکہ شاید آپ کی والدہ ماجدہ بھی پیدا نہ ہوئی ہوں آپ کے مقدس دادا نے آپ کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی آپ سے پیشتر آپ کے ایک اور بھائی پیدا ہوئے ان کا نام عبد العزیز رکھا گیا مگر وہ تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گئے جب آپ بماہ شوال بروز تاریخ ا ر ۱۳۱۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت اقدس تاج الفحول قدس سرہ بھی رونق افروز تھے مکان سے اس مضمون کا خط پہنچا کہ مولوی عبد القدیر پیدا ہوئے بشارت کا ظہور ہوا محمد ظہور حق تو تاریخی نام تھا ہی مگر جب حضرت تاج الفحول قدس سرہ نے پورا نام عاشق الرسول محمد عبد القدیر تجویز فرمایا تو اس سے بھی تاریخ ولادت کا اظہار ہوا نہایت ناز و نعم سے پرورش پائی بزرگ بھائی اور مقدس والد کی نگاہوں سے کبھی جدا نہ ہوئے آٹھ برس کی عمر تھی جب حضرت تاج الفحول نے وصال فرمایا سیوم کے روز جبکہ مدرسہ قادریہ میں ہزارہا اشخاص کا مجمع تھا ہر شخص گریہ کناں اور محو اضطراب تھا آپ آیات شریفہ کل نفس ذائقۃ الموت کل من علیہا فان پڑھ پڑھ کر لوگوں کی تسلی و تشفی فرماتے تھے۔

اس کے بعد سے حضرت اقدس مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی کی محبت آمیز آغوش میں تعلیم و تربیت پائی۔ درسیات سے فارغ ہو کر ۱۳۳۱ھ میں جب آپ کو متواتر کابوس کے دورے پڑنا شروع ہوئے اور تندرستی پر اثر پڑنے لگا حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے تبدیل آب و ہوا کے خیال سے اور آپ کے معقول و منطق کے شوق کو پیش نظر رکھکر بمقام ٹونک مولانا برکات احمد صاحب کے پاس روانہ فرما دیا وہاں تین ماہ تک کتب معقول کا مطالعہ فرمایا اس کے بعد مولانا

سید عبدالعزیز صاحب سے جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی کی
یادگار ہیں بعض کتب معقول اخذ فرمائیں سید صاحب نے نہایت فخر و مباہات
کے ساتھ آپ کو تعلیم دی اور چند ماہ بعد ہی اجازت درس عطا فرمائی الحمد للہ
کہ آپ آجکل درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں بہت سے طلبہ روزانہ آپ سے
سبق پڑھتے ہیں ایک جماعت پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کا کورس
پڑھتی ہے۔ وعظ میں معقولی استدلال کا خاص رنگ ہے۔ ۱۷ رجمادی الاولی
۱۳۱۹ھ کو جو حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی تاریخ وصال ہے حضرت مولانا
سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ مارہروی کی فرمایش سے آپ کو اور مولانا حکیم
عبدالماجد صاحب کو اجازت و خلافت حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے زبانی تحریری
عطا فرمادی ہے آپ کی شادی مولوی غلام شبر صاحب صدیقی کی دختر سے
رجب ۱۳۲۳ھ میں ہوئی علماء کرام و مشایخ عظام اور تمام عمائد و رؤسا شہر و متوسلین
شریک شادی تھے خاکسار راقم الحروف نے قصیدہ عروس نظم جس کو مولوی
ستار بخش صاحب قادری نے فوراً چھپوا کر تقسیم کرایا پیش کیا دیگر برادران
طریقت نے سہرے تحریر کئے۔

۱۴ رجب شب پنجشنبہ ۱۳۲۸ھ کو حضرت صاحبزادہ محمد میاں پیدا ہوئے۔
نیاز مند ضیا نے تاریخی نام شہزادہ دستگیر قادری عرض کیا بروز عقیقہ حضرت
سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مزار مقدس کے غلاف
شریف کا کرتہ ٹوپی خدام کرام آستانہ غریب نواز نے اپنے ہاتھوں سے پہنایا۔
صرف محمد نام رکھا گیا اس کے بعد عبدالہادی کا اضافہ ہوا نام تاریخی کے اعتبار
سے پورا نام فضل رسول محمد عبدالہادی مقرر ہوا خداوند کریم حضرت صاحبزادہ صاحب
کو اپنے اسلاف کا سچا جانشین کرے عزت و عظمت روز افزوں ہوں عمر خضر عطا ہو

آمین

تواریخ وصال

تواریخ عربی - از تالیف شریف اعلیحضرت تاج الفحول سیدی و مولائی قبلۃ الاولیا شیخ الاسلام فی الهند مولانا شاہ مظہر حق عبد القادر الثانی العثمانی فقیر قادری فقیر نواز

ام التواریخ ۱۲۸۹ھ ہجریہ	تسلو بہا کل حایر وصحیح ۱۲۸۹ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم القادر المجید الماجد ۱۲۸۹ھ	ونصلی علی حبیبہ نبینا وسیدنا ومولانا محمد والہ وصحابہ الاکابر والاماجد ۱۲۸۹ھ
اما بعد فقد سافر الی فردوس قطب الاقطاب ۱۲۸۹ھ	وادخلنی جوار کمال عزہ العزیز الوہاب ۱۲۸۹ھ
ہو امام الانام شیخ الاسلام ۱۲۸۹ھ	وقطب الدہر بین الخاص والعام ۱۲۸۹ھ
الا انہ کاشف الحقایق الفروع والاصول ۱۲۸۹ھ	وہو علی اعداء الرسول الوجیہ الطیب المقبول لسیف اللہ المسلول ۱۲۸۹ھ
ہو واللہ فضل رسول ۱۲۸۹ھ	وانہ لفاضل حمید ولی مقبول ۱۲۸۹ھ
وجہہ بجلّی فضلہ شاہد ۱۲۸۹ھ	لا یجحد بفضلہ الا حاسد بلید معاند ۱۲۸۹ھ
الملقب بعین الحق القادری قدس سرہ ۱۲۸۹ھ	وعم لنا دائما ایادی خیرہ وبرہ ۱۲۸۹ھ
انہ ہو معین الحق والشرع صدقا وعدلا ۱۲۸۹ھ	ان اللہ ما خلق فی زمانہ لہ مثلا وبدلا ۱۲۸۹ھ
الا ان کراماتہ لا تحصی ۱۲۸۹ھ	ووجوہ کمال احوالہ لا تخفی ۱۲۸۹ھ
اقر اہل الکمال بوقارہ وجلالہ کانہم عبیدہ وہو من الملوک ۱۲۸۹ھ	وکان حنفیا فی فنون الفقہ وقادریا فی ابواب السلوک ۱۲۸۹ھ
ان مرشدہ واباہ عین الحق عبد المجید ہو امجد الکاملین ۱۲۸۹ھ	

اظہر الحق بجد وکدہ سنہ ۱۲۸۹ھ

اما نقدا نیفہ فہی بحار الفوائح العلوم سنہ ۱۲۸۹ھ

اما نجیا بنسبہ فکان ابوہ من اولاد سیدنا

عثمان رضہ سنہ ۱۲۸۹ھ

کانت امہ من بنی سیدنا العباس المکرم سنہ ۱۲۸۹ھ

انہ ہو واللہ اکمل العارفین فی المناقب کلہم سنہ ۱۲۸۹ھ

کم راح الحرمین الشریفین سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو قد وصل البغداد سنہ ۱۲۸۹ھ

ہو عابد حیاً وفنی عمرہ فی عبادات المعبود سنہ ۱۲۸۹ھ

رزق حبا فضلاً وطولاً سنہ ۱۲۸۹ھ

فی حد تسع وثمانین سنہ ۱۲۸۹ھ

فات ہو یوم الخمیس سنہ ۱۲۸۹ھ

کیف لا فانہ واللہ لیس العوق للرسول علیہ السلام سنہ ۱۲۸۹ھ

لقد کان اخیر قولہ اللہ اللہ سنہ ۱۲۸۹ھ

ان قبرہ الاقدس الانور ہو مطلع نور سنہ ۱۲۸۹ھ

وروحہ الاشرف الاطیب لزایرہ یقول سنہ ۱۲۸۹ھ

بفضل الرسول الاوحد سنہ ۱۲۸۹ھ

ان ہم عد مناقبہ لکل الکاتب والمقری سنہ ۱۲۸۹ھ

وعلی ہذا توقفت القلم سنہ ۱۲۸۹ھ

المورخ عبد القادر سنہ ۱۲۸۹ھ

۱۲۸۹ھ

الا ان شان الامجد ارفع من مدیح المادحین

وورث اخلاق سبیل الحق من ابیہ وجدہ سنہ ۱۲۸۹ھ

فیما بین الکتب کالشمس بین النجوم سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو ختن حبیب الجلیل الدلیل سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو عم لحبیب الحبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سنہ ۱۲۸۹ھ

وان وصف کمالہ العرف فی بلاد العرب والعجم سنہ ۱۲۸۹ھ

وکم تشرف بسید الکونین سنہ ۱۲۸۹ھ

فقاز منالک من جناب محبوب رب الارباب

بجمیع ما اراد سنہ ۱۲۸۹ھ

ان عمرہ المکرم لقد کان ہو سبعا وسبعین حولا سنہ ۱۲۸۹ھ

وشرفہ رسولہ السعید الحمید المحمود سنہ ۱۲۸۹ھ

بعد الف ومائتین امسی ہو باللہ الوکیل من الواصلین سنہ ۱۲۸۹ھ

ودفن فی مرقد فی لیل ہو الجمیع لیالی الخمیس سنہ ۱۲۸۹ھ

ومن اجلہ لقد رجا ہو علی جاہ لیالی القدر لدی

جم الاعلام سنہ ۱۲۸۹ھ

وتنور قبرہ طاب ثراہ سنہ ۱۲۸۹ھ

وہو لیکفی کل زایر فی مہمات الامور سنہ ۱۲۸۹ھ

انا فضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ

قدس سرہ الشریف اللطیف الاحمدی سنہ ۱۲۸۹ھ

ولا یستطیع بجد وصفہ الواصف المطری سنہ ۱۲۸۹ھ

وبالخیر تم سنہ ۱۲۸۹ھ

نور اللہ العلی سرہ وقلبہ بالنور الباہر سنہ ۱۲۸۹ھ

ایضاً از تالیف حضرت مولانا صاحب قبلہ

مالی سہرت وفی لیلی اری طولا ... والقلب صار لتقیید الہم مکبولا

تذکرت شرا تلاع نجی ودعا ... ویلا لہ صار قلبی منہ متبولا

الی بلیت بما لو جاء قدرتہ ... شوق بعیر کجنبیا صار مہزولا

ہیہات قدمات رہن العارفین ومن ... فی العلم قد حاز معقولا ومنقولا

یا قلب اصغ ویا لسانی استمع ... فی مدح اوصافہ یا شیبتا قولا

فضل الرسول ہو الذی قد کان فی ... احیاء دین رسول اللہ مشغولا

والفضل کلا یراہ العاقل الفطن ... فی حسب فضل رسول اللہ مفضولا

بالفضل قد عم اہل العصر نعمتہ ... فی کل حد کان مشمولا

کم حج بیت الہنا من بیتہ ... کم زار من للکل کان رسولا

کالبحر فی فیض اہل الحق کان وفی ... تنکیت اعدارہ کالسیف مسلولا

اذ ہز سیف المقال فی مقابلتہ ... ما عاد الاعاد مقتولا

اللہ ناصرہ فی کل معرکتہ ... اعدی الاعادی لدیہ صار مخذولا

کم فاسق غایص فی بحر معصیتہ ... قد زارہ فغدا اللہ مقبولا

بالزہد قد طلق الدنیا وزخرفہا ... کان بالورع والتقوی متبولا

ارخت عاما توفی قبہ سیدنا ... بالزہد قد راح فی جنتہ لموصولا ۱۲۸۹ھ

از جناب مستطاب مجمع البرکات منبع الحسنات مولانا سید شاہ
ابو الحسین عرف میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ

فضل رسول طیب حمید ۱۲۸۹ھ ... رضی عنہ اللہ المجید ۱۲۸۹ھ

عاش ہو عابد لربہ ومات وہو محمود ۱۲۸۹ھ ... علیہ رضوان اللہ الودود ۱۲۸۹ھ

دخل جنات النعیم سنہ ۱۲۸۹ھ	له لفار لفوز عظیم سنہ ۱۲۸۹ھ
ا ر الله الیه مضجعه سنہ ۱۲۸۹ھ	وجعل بجاق جنات شرعه سنہ ۱۲۸۹ھ
خلده الله الیه بحبوحة جنانه سنہ ۱۲۸۹ھ	در وحه بر غفوانه سنہ ۱۲۸۹ھ

از حضرت اقدس غوثی غیاثی مرشدی وملجائی امام السالکین العابدین تاج الاولیاء سلطان مشائخ آفاق مولانا الحاج شاہ عبدالسلام پیر محبوب حق عبد المقتدر مطیع الرسول القادری رضی اللہ عنہ

انه ادخل بجنات وعیون سنہ ۱۲۸۹ھ	کریم وحیم علیم مثله عیون سنہ ۱۲۸۹ھ
فضل الرسول الطیب سنہ ۱۲۸۹ھ	هو فیاض لقدرا وجوده من الحبیب سنہ ۱۲۸۹ھ
بحر جوده علا فیوض البحار سنہ ۱۲۸۹ھ	ونور هدایته لساطع فی الاقطار سنہ ۱۲۸۹ھ
نور الله قبره الکریم بجلال انواره سنہ ۱۲۸۹ھ	وان نزول الانوار المتعالی علی مزاره سنہ ۱۲۸۹ھ
انه لفاز فوزاً عظیماً سنہ ۱۲۸۹ھ	فانه معین الحق واعان دیناً مستقیماً سنہ ۱۲۸۹ھ
حل هو محل صدق عند ملیک مقتدر سنہ ۱۲۸۹ھ	انه للحق والدین ابدا معین ومنتصر سنہ ۱۲۸۹ھ
شرفنی الله الوهاب بعنایته سنہ ۱۲۸۹ھ	وادام الله الاحد آثار هدایته سنہ ۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی منیر الحق صاحب خلف الرشید جناب مولانا حکیم سراج الحق صاحب

ان شیخ الاسلام واجل الانام سنہ ۱۲۸۹ھ	ادخله الاله العزیز فی دار السلام سنہ ۱۲۸۹ھ
طاب باله بفضل الرسول سنہ ۱۲۸۹ھ	وتشرف حاله باحسن قبول سنہ ۱۲۸۹ھ
انه صاحب الفضل العمیم سنہ ۱۲۸۹ھ	وانه لصاحب القدر الفخیم سنہ ۱۲۸۹ھ
انه هو معاذ لفقراء سنہ ۱۲۸۹ھ	ومحب للغرباء سنہ ۱۲۸۹ھ
نعت جلاله لدی الکل ابین واشهر سنہ ۱۲۸۹ھ	ووصف کماله هو اکبر وارفع من ان یسطر سنہ ۱۲۸۹ھ
لقد جعله الله الواحد بجوده للحق معیناً وسراجاً منیراً سنہ ۱۲۸۹ھ	ووهب الله الوهاب له فیضاً کبیراً سنہ ۱۲۸۹ھ

رزقنی اللہ الواحد المجید من برکاتہ ۱۲۸۹ھ		وادام اللہ القادر الوہاب انوار حسناتہ ۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا سید عماد الدین صاحب رفاعی متوطن بمبئی

توفی سیدی فضل الرسول حباہ ربہ حسن القبول لعام وصالہ قل یا عماد اہل بجاہہ فضل الرسول ۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی ابرار الحق نذر الرسول صاحب بدایونی

قدمات ولی ہو جامع الکمال منبع الانوار ۱۲۸۹ھ		حزین الخلد امام الابرار ۱۲۸۹ھ
انہ سیدنا و مولانا ملاذ کل الانام ۱۲۸۹ھ		اسکنہ اللہ الحمید المتعال باولیائہ فی دار السلام ۱۲۸۹ھ
جواد کمالہ لا زید جدا من ان یذکرو یبین ۱۲۸۹ھ		و نور اللہ الصمد قبرہ بانوار جمالہ الاحسن ۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا محمد حسن صاحب سنبھلی اسرائیلی

کان فضل اللہ فی فضل الرسول		نال حظا من فدا فضل الرسول
ارتقی علما الی اعلی الکمال		واصلاً جہداً الی اوج القبول
بعد ما احیی رسوم المصطفے		اصطفاہ اللہ فی دار الوصول
غاب عنا بعد تقویم الادر		قد اجاب العم جمہور العقول
رحلۃ قد شت فہا ستلہم		بعد بالاخیار وابا حیاز شمول
اذکمال الجاہ کان الاتصال		غایۃ الاکمال جاحب فی الحصول

قلت فی نفسی لتاریخ الرحیل
حاز او زا جاہہ فضل الرسول
۱۲۸۹ھ

چند تواریخ فارسی و اُردو

از جناب مولانا مرید جیلانی صاحب قادری بدایونی

امام جہاں شاہ فضل رسول — بخلد بریں نزد خلاق رفت
چو خواہی سن رحلت پاک او — بگو رونق دیں ز آفاق رفت
۱۲۸۹ھ

از جناب مولنا محب احمد عبد الرسول صاحب قبلہ بدایونی

قبلۂ اہل طریقت کعبۂ دنیا و دیں — واقف سر حقیقت بادشاہ عارفیں
مرشد ما قطب عالم حضرت فضل رسول — کرد رحلت چوں ز دنیا جانب خلد بریں
سال وصلش آمدہ صرف از حروف معجمہ — زبدہ اخیار وقت عمدہ اہل یقیں
در حروف غیر منقوطہ فقط ابدل بخواں — اکرم احرار و اورع ناصرین متیں
رازدار سرمد بحر ہمت اہل فضل — شد دو تاریخ از حروف ہر دو قسمش ای ذہین
اکرم و سردار اہل دل امام عصر ہم — سال وصلش در حروف غیر منقوطہ ببین
۱۲۸۹ھ

از جناب حافظ غلام جیلانی صاحب قادری بدایونی

معین الحق آں شاہ فضل رسول — شد از آب کوثر دلش پر سرور
چو شد رحلتش گفت ہاتف بسال — زہی مست جام شراب طہور
۱۲۸۹ھ

از جناب مولوی دلدار علی صاحب مذاق بدایونی

واصل مولیٰ شد مولانا — فضل رسول ان للہ
گفت مذاق سنین وصالش — بودہ فضل رسول اللہ

دیگر

اعلم و افضل جناب حضرت فضل رسول
جامع فضل و ہنر صاحب فخر جلیل

صورت و سیرت میں وہ بیمثل و بیمثال
خلق میں وہ بیمثل خلق میں وہ بیمثیل

خلد میں رضوان بمذاق دیکھ کے انکا جمال
کہتا ہے سال وصال فضل رسول جمیل
۱۲ ھ ۸۹

از جناب مولوی محمد عظیم اللہ خانصاحب بدایونی متخلص بہ مسکین

علامہ دین فضل رسول آن شہ والا
گشتند از یں دار فنا چوں ارم آرا

از رحلت خود سرور دین بے سرو پا کرد
فضل و کرم و لطف و خرد و علم و ہنر را
۹۱۰ ۲۶۰ ۱۱۹ ۸۰۴ ۱۴۰ سنہ ۲۵۹

از جناب مولوی محمد انوار حسین صاحب سہسوانی متخلص بہ تسلیم

فضل رسول اکرم مقبول رب عزت
دریای علم و تقوی سردار دین و ملت

در خلد چوں قدم زد آں پیشوائے امت
برطرز نو رقم زد تسلیم سال رحلت

شد جاہ از حقیقت ہم حال از طریقت سنہ ۱۲۸۹ھ
۶۱۸ ۳۹ ۷۱۹

از فیض شد بلندی ہم وصف از کرامت سنہ ۱۲۸۹ھ
۸۹۰ ۹۶ ۱۷۶ ۶۶۱

از جناب سید فیاض علی صاحب ساکن گلاوٹھی مرحوم فیاضی تخلص

عالم دیں جناب فضل رسول
بود از اہل کشف و اہل یقیں

سال وصلش نوشت فیاضی
قطب اقطاب شیخ کامل دیں
۱۲ ھ ۸۹

از جناب شیخ محمد صادق علی صاحب کڑہ مکتیسری متخلص بہ مجید ہم

یکتائے عصر فضل رسول آن شہ زماں
از جان گذشت و رخت سفر بست زیں جہاں

مداح سال وصل بطرز دعا نوشت — با احمد نبی خدا با و حشر آں
۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا عبد السلام صاحب سنبھلی

معدن فضل الٰہی حضرت فضل رسول — پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول
واقف اسرار شرع و کاشف دستار دیں — ماہر کامل بہر فن از فروعش تا اصول
سطوت تقریر او بگداخت جان منکران — ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول
جامع علم و ولایت دافع آثار جہل — قامع بنیاد کفر و رافع اوج قبول
رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد — کرد روشن منزل اول با نوار نزول
اینچنیں راسنگ ماتم بر جبین عامست — آنچناں را گوہر مقصود در دست حصول

خواستم تاریخ وصل وی نوسیم ناگہاں
شد بمن الہام از روحش انا فضل الرسول

از جناب مولانا عبد الرحیم صاحب رزاقی متوطن ربا باد ردولی شریف

آہ گذرے مولوی فضل رسول — سیر جنت کی انھیں آئی پسند
ہے یہ مصرعہ سال تاریخ وفات — یافت در قصر جناں جائے بلند
۱۲۸۹ھ

از جناب مولانا سید شمس الضحیٰ صاحب بخاری حیدرآبادی

چوں جناب شاہ دیں فضل رسول — پشت دنیا را شب آمد بیہ داد
جملہ عالم یک بیک از رحلتش — تیرہ و تاریک در چشم فتاد

گفت ہاتف سال وصل آنجناب
گل شدہ وی شمع عرفاں حیف باو
۱۲۸۹ھ

از جناب حافظ ڈاکٹر احمد حکیم مجاہد الدین صاحب متولی ایوبی مرحوم

قطب کونین شاہ فضل رسول براے وصل حق تعالیٰ مست گشته چو وصل برب بگو ذاکرہ زدر ازل بود مست جا

صحتنامہ اکمل التاریخ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱	اور	.	۳۲	۳	دانشمند	دانشمند صدیقی عبد الرحمٰ
۴	۱۱	چہرہ تفکرات	چہرہ کا رنگ تفکرات	〃	۴	کی پشتو سے دانشمند	پشت ہا پشت سے
۵	۱۰	خوب	جب			کہا جاتا ہے	دانشمند سے مقصد
〃	۹	سے	.	۳۸	۲۱	مجھسے	مجھے
〃	۱۸	فعمائے	نعمائے	۴۱	۲۳	ہوگئے	ہوا
۹	۱۹	جب	.	۴۴	۳	دہیں	آپنے وہیں
۱۲	۵	ازرفاقی الشیخ تا بہ مدہوشش	بادہ الفقر فخری کے نشہ میں مست و مدہوش فنا فی الشیخ کی منزل کو میخانہ عشق سمجھکر محو طواف ہیں	۴۷	۶	عوصہ	غصہ
				۵۱	۱۱	اور	ادھر
				۵۲	۱	کو	.
				۵۳	۱۲	دوافتادگان	دورافتادگان
۱۵	۲۰	یہ	یہ	〃	۱۳	نے	کے
۱۷	۱۲	اوستاد	استاد	۵۵	۱۸	تو	اگر
۱۸	۱۰	رنگ لایا	بیدار ہوا	۵۶	۱۵	سکس	سکین
〃	۱۳	قبول دیا	قبول کیا	۵۷	۵	والاقدس	دالاقدس
〃	۲۲	بعد	بعد ثواب	۶۲	۳	نے	سے
۲۲	۱۹	صرف	.	۶۳	۶	جمال	جمال الدین
۲۴	۲۰	بالکلکہ	باحکلہ	〃	۱۸	والدہ سے	والدہ نے
۲۹	۳	جب	آپ	〃	۲۱	خدمت بسر	خدمت میں بسر
〃	۷	دوسر	دوسرا	۶۴	۱۴	عورت نے	عورت سے
۳۲	۵	آتشش	آتش				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٥	٣	محنت	محبت
〃	٨	یہانتک	یہانتک کہ
〃	١٥	رحمتوں سے	رحمتوں نے
٦٧	١٧	منھ	مُنہ
٧٠	٢	شکوک	سلوک
٧١	١	کھروں	گھروں
〃	١٧	رہتے	رہتے ہیں
٧٢	١	اسی طرح	اس طرح
٧٤	٨	طریقہ	یہ طریقہ
٧٥	٨	صاحب	صاحبہ
〃	١١	اُن کے	اونہیں
٧٧	٥	انکے	آپکے
٧٩	١	کرنا	کہتا
〃	٣	ہوئی	ہوتی
٨٠	١٧	کرتے	حاصل کرتے
٨١	١٣	چادون	چار دن
٨٢	١١	اپنی	آپنے اپنی
〃	١٧	دختر ہوئی	دختر پیدا ہوئی
〃	٢٠	انکے	آپکے
٨٤	١٠	سنہ میں	٢٩ رمضان سنہ ١٣٠٤ھ میں
٨٦	٨	بتحریک	بصرف وتحریک
٨٦	١٤	قرب	قریب
٨٨	٢٢	سنہ ٩٥ھ	سنہ ٩٠ھ
٩٠	٥	یہ زمیندار صاحب	زمیندار صاحب نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٩٣	١١	کہکر	کہکر کہ
〃	١٤	لیکن	•
٩٤	١٩	امتثال	اشتغال
〃	٢٢	نصیحت	نعمت
٩٦	١٨	ہوئے	ہوگی
٩٩	١٩	صاحبان	خاصان
١٠٠	١٣	دعاؤں کو	دعاؤں کا
١٠٢	٢٠	پانی بھر گیا	پانی پھر گیا
١٠٧	٩	کردش	گردش
١١٣	٧	صاحب نے تمام سے یاد ے	صاحب کے نام سے یاد کئے
١١٥	٩	وجاست	وجاہت
١١٦	١٥	مدرسہ قادریہ زیر	مدرسہ قادریہ میں زیر
١٣٧	٤	ترشیح زیر	ترشیح ریز
١٣٩	٥	مخلف	مختلف
١٤٠	١٣	زبارک	مبارک
١٤١	١٥	یا اُس سے قبل	حالت بادپیمائی و اعتکاف میں
〃	١٧	گے	لے
〃	٢٠	اجزار	اجزاء
١٤٢	١	ے	•
〃	٢	منتشخد شہ	مستحد شہ
〃	٣	حدیث کے انیاد	جدیدہ کی بنیاد
〃	٤	سرہا	سراہا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۱	۱۸	المتفرع	المتشرع
۱۴۵	۱۴	براہ	بیراہ
۱۴۸	۱	متقد	معتقد
″	۱۷	بیرھ	بڑھ
۱۴۹	۱۷	تبشیت	تثبیت
۱۵۱	۳	ما	امام
۱۵۰	۱۱	متذین	مستندین
″	۱۲	الهدا	الهدایہ
۱۵۱	۸	مشتور	منشور
۱۶۱	۷	تقفیہ	تفقیہ
″	۱۱	مقمرہ	مقبرہ
۱۶۱	۱۷	میگوند	میگوید
۱۶۴	۲۱	علمیہ	عقیمہ
۱۷	۵	اوشش	اولش
۱۷	۱۷	رلالت	ضلالت
۱۷	۱۴	نبقات	طبقات
۱۷	۱۱	اورشتراطہ	واشتراطہ
۱۷	۹	واد	داد
	۲۳	آثا	آثار
۱	۱۳	ہمسہ	ہفتہ
۱۸	۱۸	مقسبان	مقتبان
۱۸	۷	لز	از
	″	درلوارین	دروارین
۱	۲۱	بدرک	تبرک
۱	۱۱	عنامد	عقاید
	۱۹	مرمتہ	فرشتہ
۱۹	۱۴	امہات المومنین	امہات الامہ
	۲۳	ساک	سلوک
۱	۱۱	محورشنگ	محواشنگ
	۱۳	مسکین	مسلمین
۱۹۷	۱۵	امانت بدعت	اماتت بدعت
″	۱۶	باقیات مهاطات	باقیات صالحات
″	۱۸	نذاہنت	مداہنت
″	۱۹	سیطین تبرترین	سیطین نیبرین
″	۲۰	سب وتیراوراتہام	سب وتبرا اور اتہام
		دافترا سازی	افترا سازی
۱۹۹	۱۲	جزبہ	جذبہ
″	۲۱	اکرچہ	اگرچہ
۲۰۰	۱۶	اسم	اسم اعظم
۲۰۱	۱	حاصان	خاصان
۲۰۴	۶	مصیبت بیں تھا	مصیبت میں تھا
″	۱۰	پاس	پائیں
″	۱۳	نقیجہ وقال	نتیجہ و مآل
۲۰۶	۵	بنا یج	نتایج
۲۰۷	۱۰	بیہی	یہ بھی
″	۱۱	سلامت	سلاست
۲۰۸	۸	توحید	توحیدؔ
″	۱۰	بھار	جہاز
″	۲۱	یادداشت	یادداشت سے کام نہ لو
″	۲۳	صیحہ	ضخیمہ
۲۱۳	۲۳	مصائب	معائب
۲۱۴	۲۱	اکرچہ	اگرچہ
″	۲۲	سائل	سلاسل
۲۱۹	۹	طلبہ ہیں	طلبہ میں
۲۲۰	۳	سر مصطفٰے	پیر مصطفٰے
۲۲۱	۱۱	سہرورد	سہروردی
۲۲۳	۳	نذر پیش کی	تبرک عطا کیا
۲۲۶	۱۶	پیر ملہم	میر ملہم
″	۲۰	نیشاپوری نے	نیشاپوری سے
۲۲۷	۱	جملہ ارشاد	تجلہ ارشاد

حادثہ جانکاہ

ابھی اکمل التاریخ نے مطبع سے مکمل ہو کر شرف اشاعت نہ پایا تھا کہ مجلس روزگار میں انقلاب عظیم واقع ہوا مسلمانوں کی قسمت نے پلٹا کھایا یعنی بغداد میں بے رونقی رونما ہوئی دیار چشت کی ساری سج دھج تہ و بالا ہوئی یعنی اعلیحضرت امام المسلمین محی الملت والدین تاج الاولیا سراج الاصفیا سید العلما سند الاتقیا سراپا شان رحمت ودود سلطان مشائخ آفاق سیدی و مولائی غوثی و غیاثی حضرت مولانا شاہ غلام پیر مطیع الرسول محبوب حق محمد عبد المقتدر القادری العثمانی البدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بروز شنبہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ بوقت تہجد بحالت نماز عین سجدہ میں تفسیر واسجد واقترب کو عملی طور پر پورا کیا اور اپنے رب سے قرب حقیقی حاصل فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے وصال سے جو صدمہ عظیم اہل اسلام کو پہنچا اُس کا اظہار دشوار ہے صدہا خطوط اطراف و جوانب ہند سے تعزیت کے چلے آرہے ہیں۔ اس رنج و الم میں اگرچہ دل بالکل اختیار سے باہر ہو اور طبیعت بالکل پژمردہ ہو چلی ہے لیکن ہم نے کچھ اپنے تقاضائے جوش عقیدت اور کچھ اپنے برادران طریقت کے اصرار سے حضور اقدس رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری لکھنا شروع کردی ہے جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائقین کے پیش نظر ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آخر میں ناظرین سے باادب گذارش ہے کہ اکمل التاریخ میں قطع نظر کتابت کی غلطیوں کے جو لغزش یا سہو راقم الحروف سے ظہور پذیر ہوا ہو اُس کو بنظر ترحم معاف فرمائیں گے العفو عند کرام الناس مقبول۔

نیاز مند

بیکس بے ریا محمد یعقوب ضیا قادری بدایونی عفی عنہ